مسلک اعلیٰ حضرت و جمہور علماء اہلسنت کے افکار و نظریات کا ترجمان
الرضا
انٹرنیشنل
پٹنہ
نومبر، دسمبر ۲۰۱۶ء، محرم، صفر ۱۴۳۸ھ
اہل سنت و جماعت کون؟
کے عنوان سے چیچینیا میں ہونے والی کانفرنس کا آنکھوں دیکھا حال
مسلم پرسنل لا: دستور ہند اور ہندی مسلمان
ملک کو ہندو راشٹر بنانے کی سازش
جمیعۃ العلما سے چند معروضات
مسلم پرسنل لا کیا ہے۔۔۔!
چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر امجد رضا امجد
مسلم پرسنل لا پر
خصوصی شمارہ
راز دار طریقت حضرت
علامہ سید شاہ علقمہ شبلی ابو العلائی
سے ایک ملاقات
"۔۔۔آجکل بعض حلقوں میں "مسلک اعلیٰ حضرت" جو میرا وظیفہ شبانہ روز ہے کے حوالہ سے بھی بڑی افراتفری کا ماحول پایا جارہا ہے، خدا ان لوگوں کو عقل سلیم دے جو اس نعرہ کے مخالف ہیں گویا نعرہ اور عمل دونوں اعتبار سے بے راہ روی پائی جارہی ہے، کہیں اذان قبر، کہیں مسئلہ اقامت وغیرہ کے تعلق سے بہت سارے مشاہدات ہیں، مگر فقیر کو آج تک ان حضرات کی پرواہ ہی نہیں اور نہ ان کے لعن وطعن کا خیال ہے۔ میرا خانقاہی نظام زندہ ہے اور میں پورے طور پر اس کا عامل ہوں مگر میں اس خانقاہی کی طرح نہیں جو صلح کلیت کا شکار ہو اور "اے مورخوش بادو اے مار سلام علیک" کرتا پھرے "یہ منافقت ہے۔۔۔"
سلسلہ چشتیہ کے مشائخ سے اکابر جمیعۃ العلما کے تعلقات کا پس منظر
جمیعۃ العلما کا حالیہ بیان اگر مشائخ ہند کے نظریات کی طرف رجعت کا پہلا قدم ہے تو اس کا خیر مقدم ہے
یکساں سول کوڈ اور تین طلاق مسئلہ پر
علمائے اہل سنت کا ملک گیر احتجاج اخبارات کی روشنی میں
اعتماد
انقلاب
اودھ نامہ
قومی تنظیم
QAUMI TANZEEM

مسلکِ اعلیٰ حضرت و جمہور علماء اہلسنت کے
افکار و نظریات کا ترجمان

دوماہی

الرضا

انٹرنیشنل پٹنہ

جلد نمبر ۱ — شمارہ نمبر ۲

Bimonthly AL-RAZA (International) Patna

نومبر، دسمبر ۲۰۱۶ء، محرم، صفر ۱۴۳۸ھ

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

دوماہی "الرضا" انٹرنیشنل، پٹنہ

ہیرا کامپلیکس، قطب الدین لین، نزد دریاپور مسجد
سبزی باغ، پٹنہ 800004 رابطہ: 9835423434 / 8521889323
ای میل: alraza1437@gmail.com

Bimonthly AL-RAZA (International) Patna
C/o. Ahmad Publications Pvt. Ltd.
Hira Complex, Qutubuddin Lane, Near Daryapur Masjid,
Sabzibagh, Patna - 4, E-mail: alraza1437@gmail.com,
Contact / Telegram / Whtsapp: 8521889323

رابطہ: (مدیر اعلیٰ) amjadrazaamjad@gmail.com/9835423434
پتہ: القلم فاؤنڈیشن نزد شادی محل، سلطان گنج پٹنہ ۶ (بہار)

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے، سالانہ ۱۵۰ روپے، بیرون ممالک سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

گول دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے برائے کرم اپنا زر سالانہ ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ بروقت موصول ہو سکے۔

پرنٹر پبلشر احمد رضا صابری ڈائریکٹر احمد پبلیکیشنز (پرائیویٹ لمیٹیڈ) نے سبزی باغ سے طبع کر کے دفتر دوماہی الرضا انٹرنیشنل، پٹنہ سے شائع کیا۔

مشمولات

مشمولات

منظومات

ایڈیٹر کے قلم سے

اداریہ

تاثرات

تنقید واحتساب

مصاحبات

مطالعہ رضویات

مسلم پرسنل لا

اظہار خیالات

□□□

منظومات

نعت پاک

حسان الہند امام احمد رضا خاں قادری

ذرے جھڑ کر تری پیزاروں کے
تاجِ سر بنتے ہیں سیاروں کے

میرے آقا کا وہ در ہے جس پر
ماتھے گھس جاتے ہیں سرداروں کے

میرے عیسیٰ ترے صدقے جاؤں
طور بے طور ہیں بیماروں کے

مجرمو ! چشمِ تبسم رکھو
پھول بن جاتے ہیں انگاروں کے

تیرے ابرو کے تصدق پیارے
بند کُرے ہیں گرفتاروں کے

جان و دل تیرے قدم پر وارے
کیا نصیبے ہیں ترے یاروں

صدق و عدل و کرم و ہمت میں
چار سُو شہرے ہیں ان چاروں کے

بہرِ تسلیم علی میداں میں
سر جھکے رہتے ہیں تلواروں کے

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے مِری سرکاروں کے

منقبت

حجۃ الاسلام حضرت مولانا الشاہ

حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان

محبوب گوہر اسلامپوری

واصف ماہ نبوت حجۃ الاسلام ہیں
لمعہء عشق رسالت حجۃ الاسلام ہیں

حلقہء اہل بصیرت کا ہے باہم فیصلہ
آج ہم سب کی ضرورت حجۃ الاسلام ہیں

کردیے ناکام حربے دشمنان دین کے
صاحب فکروبصیرت حجۃ الاسلام ہیں

پائے استقلال میں لرزش کبھی آئی نہیں
گویا کوہِ استقامت حجۃ الاسلام ہیں

ہم پہ ہے ان کے تقدس کی حفاظت ناگزیر
اعلیحضرت کی امانت حجۃ الاسلام ہیں

تاجدار اہل سنت مفتیٔ اعظم ہوئے
تاجدار علم وحکمت حجۃ الاسلام ہیں

دیکھتے ہی اک نظر کافر نے کلمہ پڑھ لیا
واہ! کتنے خوبصورت حجۃ الاسلام ہیں

ان کی علمیت پہ بھی تحقیق ہونی چاہیے
مصدر علم شریعت حجۃ الاسلام ہیں

ایک ہستی ہند کے، اس مفتیٔ اعظم کی ہے
دوسرے آقائے نعمت حجۃ الاسلام ہیں

سب کو ان کی اقتدا تسلیم کرنی چاہیے
مقتدائے دین وملت حجۃ الاسلام ہیں

بولے اہل علم ودانش دیکھ کر، اس دور کے
صاحب فضل وکرامت حجۃ الاسلام ہیں

مسلک احمد رضا خاں ہے صراطِ مستقیم
اس کی اک معقول حجت حجۃ الاسلام ہیں

آپ کی شانِ قیادت دیکھ کر سب نے کہا
آپ تنہا اک جماعت حجۃ الاسلام ہیں

مسلک احمد رضا ہے اک عمارت عشق کی
اس کی اک مضبوط سی چھت حجۃ الاسلام ہیں

جس کو کہتے ہیں سبھی کاشانۂ احمد رضا
اس کی ساری زیب وزینت حجۃ الاسلام ہیں

نعت گوئی میں بھی اے گوہر تجھے معلوم ہے!
جانشین اعلیحضرت حجۃ الاسلام ہیں

ایڈیٹر کی میز سے:.........

الرضا کے ایک سالہ تکمیل پہ دردمندانہ تشکر

الرضا انٹرنیشنل کا پہلا شمارہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے عرس ۲۰۱۵ میں منظر عام پہ آیا تھا، یہ سنی ماہناموں کی بھیڑ میں ایک رسالہ کا اضافہ نہیں تھا بلکہ وقت کی پکار، حالات کا جبری تقاضا اور دردمند دل کی صدائے احتجاج تھی جو دل سے نکلتے ہی دل تک پہنچی اور انٹرنیشنل سطح پر اس کی پذیرائی کی خوشبوئیں فضا میں پھیل گئیں۔ مجھے اس سے یہ احساس ہوا کہ جماعت میں مداہنت، تجدد اور صلح کلیت کا جوز ہر آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا اس سے داخلی سطح پر بے اطمینانی اور بے زاری کی خاموش لہر ہلچل لے رہی تھی، الرضا نے ان بے تاب لہروں کو زبان دے دی اور ''گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں'' کا منظر سامنے آ گیا۔ مجھے خوشی ہے کہ الرضا ہزاروں دل کی دھڑکن، ان کے پاکیزہ جذبات کا آئینہ اور ان کے توقعات کا ترجمان بن کر منظر پہ آیا ہے اور لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں۔ اس ایک سال کے درمیان قارئین نے جو محبتیں الرضا کے نام کی ہیں ادارہ الرضا اس کا دردمندانہ تشکر ادا کرتا ہے۔

اس درمیان جہاں الرضا کو اتنی پذیرائی ملی، وہیں کچھ نمائندہ افراد کی پراسرار خاموشی نے جماعت کے مستقبل پہ سوالیہ نشان کھڑا کر دیا، بات اگر مسلک اعلیٰ حضرت کے نعرہ، بریلوی کہلانے کے اصرار اور بریلی شریف کے مرکزیت کی ہوتی، تو اسے ایک اضافی اور فروعی ابحاث کا نام دے دیا جاتا اور ہم آہیں بھر کر رہ جاتے، مگر یہاں تو معاملہ ایمان وعقیدہ کے تحفظ اور جماعت میں رہ کر جماعت پہ شبخون مارنے کا تھا اس کے باوجود سکوت مسلسل کو راہ کیوں دی گئی؟ ایسے حالات میں اکابر کے علمی چھاؤں کے پروردہ اگر دفاع کے لئے کھڑے ہوئے تو انہیں مجرم سمجھنا کہاں کی دیانت داری ہے؟ بتایا جائے:

- جام نور نے ''بانگ درا'' میں منکر تکفیر دیابنہ کی تحریر شائع کی، اس کے خلاف کہیں سے کوئی آواز اٹھی؟
- اگر اعتذار واحتساب کو جام نور میں جگہ نہیں ملی تو اس جدید رجحان کے خلاف کوئی اقدام ہوا؟
- جام نور میں علی الاعلان تصویریں شائع کی جارہی ہیں، کسی نے احتجاج کی جرأت کی؟
- وہابیہ کے امام وپیشوا کو معتمد ومستدل بنا کر پیش کیا جارہا ہے کسی نے اس کے خلاف ایکشن لیا؟
- اہل قبلہ کی تکفیر کے مسئلہ کے خلاف دیابنہ اور وہابیہ کی بولی بولی جارہا ہے کسی کی غیرت ایمانی جوش میں آئی؟
- تین طلاق کے مسئلہ میں غیر مقلدین کی ہمنوائی کی جارہی ہے کسی نے اس گروہ کی سرزنش کی؟

کیا یہ بھی مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ ہے کہ خوشنودی دیگراں کے لئے آنکھیں موند لی جائیں؟ حاملان سکوت سوچیں ان کی یہ مصلحت آمیز خاموشی جماعت کے حق میں کتنی مضر ہے اور کتنی مفید؟ اور اس تصور سے جماعت کا مستقبل کتنا روشن ہے اور کتنا تاریک۔

کل صرف اعلیٰ حضرت کی شخصیت کو نشانہ تنقید بنانے کی جسارت کی گئی، ان کی تحقیقات پہ تحقیقات کا دروازہ کھولا گیا، اور اس کے لئے مختلف دلائل دئے گئے، اگر کچے پکے دلائل کا مطلب اس کا صحیح اور معقول ہونا بھی ہے تو امریکہ و اسرائیل کی اسلام دشمنی اور مسلم ممالک پہ حملے کے لئے ان کے بیان کردہ دلائل قابل قبول کیوں نہیں؟ اس کے خلاف صدائے احتجاج کیوں؟ آخر بت کو پوجنے والے بھی دلائل رکھتے ہی ہیں مگر کیا محض دلیل دے دینا اس کی بت پرستی کے لئے کافی ہے؟ جماعتی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے یہی ایک حرکت کافی تھی، مگر کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں کی، بلکہ مختلف عصبیات کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے صرف نظر کیا گیا، آج عالم یہ ہے کہ شخصیت کی مخالفت کرتے کرتے، بات جماعتی موقف سے انحراف تک پہنچ گئی ہے مگر اس پر، کس کی آنکھ نم ہوئی؟ اور کون اس حالت زار پہ زار زار ہوا؟ افسوس! علم دولت کے آگے سجدہ ریز ہے اور قلم مجرم کو مکرم بنانے پر آمادہ، اشکوں سے علاج تشنگی کرنے والے معتوب ہیں اور دریوزہ گری کرنے والے محبوب۔ علمی گرفت کرنے والے محسود ہے اور خیانتیں کرنے والے محمود۔ یہ تو سوچا بھی نہیں جاسکتا، کہ ہمارے بڑے اس منفی رجحان پہ شاکی نہیں مگر درون دل شاکی رہنے سے اس آزار کا علاج کیسے ہوسکتا ہے جس سے آئیدن مسلم سماج متاثر ہورہا ہے۔ اگر اب بھی قفل مصلحت آمیز توڑا نہیں گیا تو معاشرہ کا جماعتی ڈھانچہ وہابیت زدہ ہوجائے گا، صلح کلیت کا عفریت سر چڑھ کر بولے گا، سنی مدارس میں بھی ندوہ کی آزاد خیالی راہ پاجائے گی اور پھر جماعت کا تصور خیالی ہوکر رہ جائے گا۔ خدائے تعالیٰ اس سے قبل ہمارے بڑوں کو ہماری پیشوائی کے لئے کھڑا کرے تاکہ اس بدلی ہوئی فضا پہ قابو پالیا جائے۔

الرضا کا یہ شمارہ انٹرویو نمبر کے بجائے مسلم پرسنل لا پر خصوصی شمارہ ہے یہی حالات کا تقاضا تھا مجھے امید ہے قارئین اس پیش کش کو قبول کریں گے۔ انشاءاللہ بہت جلد انٹرویو نمبر بھی شائع کیا جائے گا اور توقع کے مطابق انشا اللہ یہ نمبر وقیع اور تاریخ ساز ہوگا۔

محمد امجد رضا امجد

■■■

ادار یہ

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد

سلسلہ چشتیہ کے مشائخ سے اکابر جمیعۃ العلما کے تعلقات کا پس منظر

جمیعۃ العلما کا حالیہ بیان اگر مشائخ ہند کے نظریات کی طرف رجعت کا پہلا قدم ہے تو اس کا خیر مقدم ہے

ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی صورت حال سنگین سے سنگین تر ہے، حالیہ حکومت سے لے کر انتہا پسند طبقہ تک جس طرح اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منصوبہ بند حملے ہورہے ہیں، وہ حساس افراد کے لئے سوہان روح سے کم نہیں، یکساں سول کوڈ کا نفاذ، مسلم پرسنل لا میں مداخلت اور تین طلاق کا ہنگامہ خیز حالیہ معاملہ اسی کا حصہ ہے۔ اس تازہ صورت حال سے نپٹنے کے لئے مختلف جماعتوں کے افراد اپنی جدوجہد میں مصروف ہیں بعض مقامات پہ نظریاتی اور عقائد میں بنیادی اختلاف کو برقرار رکھتے ہوئے اہل سنت وجماعت اور اہل دیوبند کے افراد ایک جگہ اکٹھا بھی ہوئے، اسے کسی نے منفی نگاہ سے نہیں دیکھا کہ یہ وقت وحالات کا تقاضا ہے ،مگر حالات جیسے ہیں اس کا جبری تقاضا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان پیدا شدہ نظریاتی اختلافات کا بالکلیہ خاتمہ ہوجائے اور وہ ایک متحدہ قوت بن کر ابھریں، تاکہ اسلام کو تحفظ اور مسلمانوں کو باوقار زندگی گزارنے کے مواقع فراہم ہوسکیں، اس تناظر میں جمیعۃ العلما ہند کا روز نامہ انقلاب مورخہ ۱۳/نومبر ۲۰۱۶ میں شائع حالیہ بیان کہ **"دارالعلوم دیوبند وجمیعۃ العلما کے اکابر کا حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے والہانہ لگاؤ تھا، قارئین کی خدمت میں سلسلہ چشتیہ کا شجرہ پیش ہے"** بہت اہمیت کا حامل ہے اور یہ فرقہ بندی کے نام پر مسلمانوں میں پائے جانے والے اختلافات کو پاٹنے کا مستحکم ذریعہ بن سکتا ہے، اگر جمیعہ والے اس معاملہ میں سیاسی بازیگر کے بجائے واقعی مخلص ہوں۔

ہندوستان میں اسلام بزرگان کے توسط ہی سے آیا، انہیں کی تبلیغ اور مساعی جمیلہ سے لاکھوں غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ وہ جو دین لے کر آئے اور جیسا لے کر آئے وہی حق ہے اور اسی کی طرف لوٹنے کی ضرورت ہے، برسوں سے علمائے اہل سنت یہی دعوت دیتے ہوئے آئے کہ ہمارے درمیان جو نظریاتی اور معاشرہ میں مروج معمولات ومراسم کے حوالہ سے اختلافات ہیں اسے بزرگان دین کے عقائد ونظریات کی روشنی میں حل کرلئے جائیں، یہی اتحاد مطلوب کی مستحکم راہ ہے۔ **صراط الذین انعمت علیھم** اور **کونوا مع الصادقین** کا مستفاد بھی یہی ہے۔ چلئے کل نہ سہی آج اگر اس کی طرف پہل ہورہی ہے تو اس کا خیر مقدم کیا جانا چاہئے، ہم اسی تناظر میں جمیعہ کے اجمیر شریف میں منعقدہ پروگرام اور ان کے حالیہ بیان کو دیکھتے ہیں، مگر اس سلسلہ میں چند بنیادی باتیں قابل لحاظ ہیں جس کی طرف جمیعۃ العلما کو توجہ دینے کی ضرورت ہے، یہ توجہ وقت کی اہم ضرورت بھی ہے اور ان کے اعلان کا تقاضا بھی۔ ہمیں ۲۰۱۶ سے سیدنا خواجہ غریب نواز کے عہد تک کا سفر کرنا ہے، درمیان میں کچھ کھائیاں ہیں جسے پاٹنا ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے اور ہم مخلص ہیں تو اسے پاٹنا کوئی مشکل بھی نہیں، ہر شخص کو اپنے کئے کا حساب دینا ہے دوسرے کا نہیں **وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی** قرآن کا ارشاد ہے، پھر اپنے ہی عمل کا بوجھ اتنا زیادہ ہے کہ دوسروں کا بوجھ اٹھائے بھی کون؟ ہندوستان میں

اسلام کے تحفظ کے لئے اگر ہم واقعی متحد ہو گئے تو ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے ایک نئے دور کا آغاز ہوگا اور تاریخ اس انقلابی اقدام کو کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ جمیعہ کے اس اعلان نے ماضی کی چند ٹوٹی ہوئی کڑیوں کو دیکھنے اور اسے پھر سے جوڑنے کی طرف اہل درد کو متوجہ کیا ہے، ذیل کی تحریر اسی دردمند دل کی آواز ہے اور اسے اسی تناظر میں دیکھا جانا چاہئے۔

جمیعہ کی طرف سے انقلاب میں شائع ''سلسلہ چشتیہ'' میں نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ سے لے کر حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی علیہم الرحمہ تک کا سلسلہ ۴۰/واسطوں پر مشتمل ہے، جس میں حضرت حاجی صاحب قبلہ ۲۰/ویں واسطہ تک سیدنا خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ والرضوان تک پہنچتے ہیں۔ حاجی صاحب کے خلفا میں جمیعہ نے اپنے جن اکابر کا نام شمار کرایا ہے وہ حفظ الایمان کے مصنف مولانا اشرف علی تھانوی، تحذیر الناس کے مصنف مولانا قاسم نانوتوی، فتاویٰ رشیدیہ کے مصنف اور براہین قاطعہ کے مصدق مولانا رشید احمد گنگوہی ہیں۔ یعنی سیدنا خواجہ غریب نواز تک پہنچنے کے لئے حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی ہی ایک واسطہ ہیں، پھر اس تعلق کا لازمی تقاضا ہے کہ ان کے مریدین وخلفا بھی ان کے عقائد ونظریات کے حامل اور ان کے معمولات ومراسم کے معتقد وعامل ہوں، اگر پیر کا کوئی عقیدہ یا کوئی عمل شرک وبدعت یا حرام وناجائز ہو تو پھر اس پیر سے تعلق اور ان کی بیعت وخلافت کا کوئی معنیٰ نہیں رہ جاتا کہ

ع — آں خویشتن گم است کرا رہبری کند

حضرت حاجی صاحب نے اپنے رسالہ ''امدادالمشتاقین'' میں اپنے خلفا کے بارے میں فرمایا ''میرے خلفا دو قسم کے ہیں ایک وہ جنہیں میں نے خود خلافت دی، دوسرے وہ جن کو تبلیغ دین کے لئے ان کی درخواست پر اجازت دی ہے'' جن خلفا کو از خود خلافت دی ہے ان میں مولانا لطف اللہ علی گڈھی (متوفی ۱۳۳۴ھ) مولانا احمد حسن کانپوری (متوفی ۱۳۲۲ھ)، مولانا محمد حسین الہ آبادی (متوفی ۱۳۲۲ھ) مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری (۱۳۱۸ھ) کا نام نامی اسم گرامی ہے، جنہوں نے عقائد ونظریات اور معمولات ومراسم میں پوری طرح حاجی صاحب کی اتباع کی ہے۔

ان کے خلفا کی دوسری فہرست میں مولانا قاسم نانوتوی، (۱۲۹۷ھ) مولانا رشید احمد گنگوہی (۱۳۲۲ھ) مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲ھ) وغیرہ ہیں مگر انہوں نے اپنے شیخ کے عقائد ونظریات اور ان کے معمولات ومراسم دونوں کی مخالفت کی ہے، جیسا کہ تاریخی حوالے شہادت دے رہے ہیں، چنانچہ گنگوہی صاحب کا فرمان تھا:

> **''جس فن کے امام حاجی صاحب ہیں اس میں ہم ان کے مقلد ہیں باقی فرعیات کے امام ہم ہیں حاجی صاحب کو چاہئے کہ ہم سے پوچھ کر عمل کریں''**

کسی مرشد اور شیخ طریقت کے حوالہ سے شاید یہ پہلی آواز تھی اور اتنی پر زور کہ ''فرعیات کے امام ہم ہیں ہم سے پوچھ کر عمل کریں'' اور نانوتوی صاحب کا کہنا تھا کہ ''ہماری معلومات زائد ہیں اور حاجی صاحب کا علم زائد ہے'' اب معلومات میں زائد اور علم میں زائد میں برتری کس کو حاصل ہے اہل علم سوچ سکتے ہیں۔

یہ اسی احساس برتری کا نتیجہ تھا کہ حاجی صاحب قبلہ کے دوسری فہرست کے خلفا نے مرشد کے عقائد ونظریات سے الگ اپنا نظریہ قائم کیا، اسی کی اشاعت کے لئے کتابیں لکھتے رہے اور آج تک ان کے وابستگان اسی پر قائم ہیں۔ مولانا عبدالسمیع بیدل رام پوری اپنے شیخ کے عقیدہ پر قائم رہے، اسی کو حق سمجھا کہ یہی سلسلہ چشت اہل بہشت کا عقیدہ ونظریہ ہے اور اسی پر مدار نجات ہے، مولانا گنگوہی، مولانا نانوتوی، مولانا تھانوی، وغیرہ نے اپنے شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے نظریہ میلاد شریف، فاتحہ مروجہ، عرس

وسماع، ندائے غیر اللہ، جماعت ثانیہ، امکان نظیر، امکان کذب میں ان سے الگ جو نیا نظریہ قائم کیا اس میں وہ کتنے متشدد تھے اس کا اندازہ لگانے کے لئے صرف ایک حوالہ ملاحظہ کیجئے۔

مغلیہ حکومت کے زوال کے بیس سال بعد سہارن پور کے کسی صاحب نے میلاد شریف کے حوالہ سے دہلی کے علما سے استفتا کیا تو جواب دیا گیا کہ ''یہ بدعات مخترعات ناپسندیدہ شرعیہ ہیں'' اس پر گنگوہی صاحب کی تصدیق ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے:

''ایسی مجلس ناجائز ہے، اس میں شریک ہونا گناہ ہے، اور خطاب جناب فخر عالم علیہ السلام کرنا اگر حاضر ناضر جان کر کرے کفر ہے۔ ایسی مجلس میں جانا اور شریک ہونا ناجائز ہے اور فاتحہ بھی خلاف سنت ہے اور سوم بھی، کہ یہ سنت ہنود کی رسوم ہے۔ التزام مجلس میلاد بلا قیام وروشنی وتقاسیم شیرینی وقیدات لایعنی کہ ضلالت سے خالی نہیں ہے''

ایک مجلس میلاد کے حوالہ سے کیسے کیسے احکامات ہیں ''ناجائز، گناہ، حاضر ناظر جان کر ہو تو کفر، خلاف سنت یعنی بدعت، سنت ہنود، ضلالت سے خالی نہیں'' جب کہ گنگوہی صاحب کے شیخ ومرشد حضرت حاجی صاحب قبلہ جن کے نام کو جمیعہ والوں نے جلی حروف میں لکھ کر بتایا کہ خواجہ غریب نواز تک اکابر دیوبند انہیں کے واسطے پہنچتے ہیں، ان کا نظریہ میلاد پاک کے حوالہ سے کیا ہے، ملاحظہ کیجئے وہ اپنی کتاب ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں لکھتے ہیں:

اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں، پس خواص کو تو یہ چاہئے کہ جو ان کو تحقیق ہوا ہو اس پر عمل رکھیں اور دوسرے فریق کے ساتھ بغض وکینہ نہ رکھیں، نہ نفرت وتحقیر کی نگاہ سے دیکھیں نہ تفسیق وتضلیل کریں''

اسی کتاب میں ایک جگہ اور لکھتے ہیں:

''رہا یہ اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پرنور ﷺ رونق افروز ہوتے ہیں، اس اعتقاد کو کفر وشرک کہنا، حد سے بڑھنا ہے، کیوں کہ یہ امر ممکن ہے عقلا ونقلا۔ بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے، رہا یہ شبہہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے، یہ ضعف شبہہ ہے آپ کے علم وروحانیت کی وسعت، جو دلائل نقلیہ وکشفیہ سے ثابت ہے، اس کے آگے ایک ادنیٰ سی بات ہے''

میلاد پاک کے حوالہ سے مرید ومرشد کے عقائد میں جو بعد المشرقین ہے اسے سامنے رکھئے اور اب دونوں میں تقابل کیجئے، تو یہ نتیجہ سامنے آئے گا کہ میلاد النبی:

■ مرشد طریقت کے یہاں جائز	مرید کے یہاں ناجائز
■ مرشد طریقت کے یہاں سنت	مرید کے یہاں بدعت
■ مرشد طریقت کے یہاں کار ثواب	مرید کے یہاں باعث گناہ
■ مرشد طریقت کے یہاں مسئلہ حاضر وناظر پر ایمان	مرید کے یہاں یہی عقیدہ کفر
■ مرشد طریقت کے یہاں صحابہ واسلاف کا عمل	مرید کے یہاں ہنود کا طریقہ

اب اس فلسفہ کو تو جمیعہ والے ہی حل کریں کہ جب کوئی عمل ناجائز حرام بدعت اور کفر ہو، اس کے بعد بھی کسی کا ایمان باقی رہ سکتا ہے؟ آخر میلاد النبی کے عامل حضرات آج تک اسی وجہ سے بدعتی اور گمراہ کہے جا رہے ہیں، تو حاجی صاحب ان عقائد کے سبب

بدعتی وگمراہ اورعقیدہ حاضر وناظر کے سبب مرتکب کفر ہوئے یانہیں، پھران سے بیعت یاان کی بیعت کہاں جائز رہی، اور جو بیعت تھے ان کی بیعت کہاں باقی رہی؟ اور جب وہ لائق بیعت ہی نہیں رہے تو پھر خواجہ غریب نواز تک ان کا سلسلہ کیسے پہنچا؟

خواجگان چشت اہل بہشت کے یہاں اعراس کی جو روایت اور بزرگان دین کے تبرکات کی جو اہمیت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، مگر سلسلہ چشت سے وابستہ یہی گنگوہی صاحب کا فرمان ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں موجود ہے کہ ''بزرگان دین کی فاتحہ کا تبرک کھانے سے دل مردہ ہوجاتا ہے'' بزرگوں کی نیاز کو تبرک کہنے کے باوجود اس کے کھانے سے دل کے مردہ ہوجانے کا عقیدہ رکھنا بزرگوں سے کیسی عقیدت کا غماز جمیعہ والے ہی بتاسکتے ہیں۔ اس کے بعد بھی یہ کہا جائے کہ خواجہ غریب نواز سے ہمارا اٹوٹ روحانی رشتہ ہے اس صدی کا عجوبہ نہیں تو اور کیا ہے؟

عرس کے حوالہ سے بھی یہاں کا معاملہ خواجگان چشت اور اولیائے سلسلہ چشت کے حوالہ سے عجیب وغریب ہے، جمیعہ والوں نے اکابر دیوبند کا جو سلسلہ بیعت وطریقت دیا ہے ان میں حاجی صاحب سے ۱۰ ارکڑی اوپر حضرت عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمہ کا اسم گرامی ہے، یعنی حضرت حاجی صاحب بھی اسی واسطے سے خواجہ غریب نواز تک پہنچتے ہیں مگر ان کے عرس کے موقع پر گنگوہی صاحب عرس سے کیسی نفرت کا اظہار کرتے ہیں صاحب ''تاریخ مشائخ چشت'' کی زبانی ملاحظہ کیجئے اس کے مصنف لکھتے ہیں:

> ''شاہ عبدالقدوس کا عرس جس کے بند کرنے پر وہ قادر نہیں تھے، اس سے اس درجہ آپ کو اذیت پہنچا تا تھا کہ آپ کو صبر کرنا دشوار ہوتا، موسم عرس میں اپنے منتسبین کا عرس میں آنا بھی اس درجہ ناگوار تھا کہ آپ اکثر ناراض ہوجاتے اور ان سے بات چیت کرنا بھی چھوڑ دیتے، ایک بار آپ کے خلیفہ ومجاز مولوی محمد صالح جالندھری آپ کی زیارت کے لئے گھر سے نکلے اتفاق سے عرس کا زمانہ تھا مگر وہ آئے تو انہوں نے سلام کے جواب کے علاوہ کوئی بات نہیں کی، حضرت کا رخ پھرا ہوا دیکھنا ان کو شاق گزرتا تھا، یوں ہی کئی دن گزر گئے، آخر اس حالت کی تاب نہ لاکر وہ حاضر خدمت ہوئے اور رو رو کر عرض کیا کہ مجھ سے کیا قصور ہوا جس کی یہ سزامل رہی ہے، حضرت نے جواب دیا کہ اگر چہ تمہاری نیت عرس میں شرکت کی نہیں تھی، مگر جس راستے سے عرس کے آنے والے آرہے تھے اس میں تیسرے تم تھے'' (تاریخ مشائخ چشت ص ۲۹۴)

عرس سے ایسی نفرت کا اظہار، کہ ان ایام میں آنے والا مجرم، اس راستہ سے آنا والا مجرم، نیت نہیں کرنے کے بعد بھی مجرم، اس کے باوجود اکابر دیوبند سلسلہ چشت سے وابستہ ہیں، اور وہ چشتی ہیں، تو ''خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد'' کے علاوہ کیا کہا جائے۔ جمہوریت میں سب چلتا ہے۔

حاجی صاحب قبلہ کے مریدین سے یہ سارے حالات پوشیدہ نہ تھے اس لئے انہوں حاجی صاحب کے معتمد وممتاز خلیفہ حضرت مولانا عبدالسمیع بیدل سے گزارش کی وہ مرشد گرامی کے نظریہ کے مطابق ایک کتاب لکھ دیں تاکہ ان کے مریدین کا ذہن صاف رہے، چنانچہ انہوں نے ''انوار ساطعہ در بیان مولود وفاتحہ'' کے نام سے ایک مدلل کتاب لکھی، جس کی بڑی پذیرائی ہوئی اور خود حاجی صاحب قبلہ نے اس کتاب کے بارے میں فرمایا:

> ''درحقیقت کتاب کا اصل مضمون اس فقیر اور بزرگان فقیر کے مذہب ومشرب کے مطابق ہے آپ نے خوب لکھا''

ایک ایسی کتاب جس کے مضمون اور استدلال پر مرشد نے ''خوب لکھا'' کہہ کر تائید کی وہ کتاب بھی گنگوہی صاحب کے نظریات

میں تبدیلی نہیں لاسکی، بلکہ ان کے جذبہ انا و نمو نے انہیں اس کے جواب پر ابھارا اور انہوں نے ایک کتاب ''براہین قاطعہ فی ظلام انوار ساطعہ'' کے نام سے لکھ کر اپنے شاگرد خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع کروائی اور اس میں نفس مسئلہ میلاد النبی کے رد میں جو کچھ لکھنا تھا لکھنے کے ساتھ چند اور بھی ایسی باتیں لکھیں جس نے ہندوستان میں مذہبی سا لمیت کو پارہ پارہ کر دیا اور پھر اپنے حریف حاجی صاحب کے خلیفہ اجل مولانا عبد السمیع بیدل رامپوری کو ''کم فہم، جاہل، بے شرم، بے غیرت، بے سمجھ، کم عقل، دین سے بے بہرہ، ہوش وحواس سے قاصر، پھکڑ باز، کوڑ مغز، اور تیلی کے بیل'' تک لکھ ڈالا جس نے جلتے پہ تیل کا کام کیا اور فضا اور بھی آلودہ ہوگئی۔

حضرت حاجی صاحب کی نگاہ سے یہ حقائق پوشیدہ نہ تھے، اس لئے انہوں نے نفس مسئلہ کی وضاحت اور اپنے خلفا کے درمیان پیدا شدہ اس اختلاف کو ختم کرنے کے لئے خود ہی پہل کی اور ایک فیصلہ کن کتاب بنام ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' لکھی جس میں اہل سنت کے درمیان متنازع سات موضوعات پر علمی اور فیصلہ کن بحث کی۔ کتاب چھپ کر منظر عام پہ آئی تو مریدین نے ہاتھوں ہاتھ لیا، علمی حلقوں میں بھی اس کی بڑی پذیرائی ہوئی، مگر گنگوہی صاحب نے اپنے مرشد پیر شیخ طریقت کی اس مخلصانہ جدو جہد پر غور و فکر کرنے کے بجائے کتاب کو آگ میں ڈلوا دیا، یقین نہ ہو تو خواجہ حسن نظامی ثانی درگاہ حضرت نظام الدین اولیا کی زبانی ملاحظہ کیجئے، لکھتے ہیں:

''نذر آتش کرنے کی یہ خدمت والدی حضرت خواجہ حسن نظامی کے سپرد ہوئی، جو اس وقت گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے یہاں زیر تعلیم تھے، لیکن خواجہ صاحب نے جلانے سے پہلے اس کو پڑھا اور جب ان کو وہ کتاب اچھی معلوم ہوئی تو انہوں نے استاد کے حکم کی تعمیل میں آدھی کتابیں تو جلا دیں اور آدھی بچا کر رکھ لیں''

ادھر یہ کتاب مرید کے ہاتھوں نذر آتش ہوئی ادھر مرشد گرامی اس گمان میں ہیں کے خلفا کے درمیان تصفیہ ہو گیا ہوگا، معاملات حل ہو گئے ہوں گے اور باہمی اتحاد و یگانگت کی فضا قائم ہو گئی ہوگی، چنانچہ حضرت حاجی صاحب نے اپنے خلیفہ حضرت مولانا صوفی محمد حسین الہ آبادی کے نام ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء میں مکہ مکرمہ سے ایک خط لکھ کر معلوم کیا کہ ہماری تحریر سے اختلاف کا کچھ تصفیہ ہوا یا نہیں؟ تو صوفی صاحب نے تحقیق حال کر کے حاجی صاحب کو لکھا کہ علمائے دیوبند نے آپ کی تحریر کو نگاہ غلط انداز سے بھی نہ دیکھا بلکہ ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کو نذر آتش کر دیا'' (صابری سلسلہ/ وحید احمد مسعود۔ ص ۷۴)

کیا اس روح فرسا اور حقیقت سوز عمل کے بعد بھی کہا جائے گا کہ اکابر دیوبند کا تعلق سلسلہ چشت سے ہے اور خواجہ غریب نواز سے انہیں واقعی عقیدت و محبت ہے؟

تاریخ کا یہ ورق بھی ملاحظہ کر لیں کہ ''انوار ساطعہ'' کے جواب میں ''براہین قاطعہ'' گنگوہی صاحب نے اپنے مرید خاص خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع کی، اس کے شائع ہوتے ہی مولانا غلام دستگیر قصوری اور مولانا خلیل انبیٹھوی جو باہم دوست تھے، مخالف ہو گئے۔ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ ان دونوں کے درمیان شوال ۱۳۰۶ھ میں بھاول پور نواب بھاول پور کی نگرانی میں ان مسائل پر مناظرہ ہوا جو انوار ساطعہ اور براہین قاطعہ میں زیر بحث آ چکے تھے۔ حکم مناظرہ شیخ المشائخ خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف نے فیصلہ سنایا کہ ''انبیٹھوی صاحب مع اپنے معاونین کے وہابی اہل سنت سے خارج ہیں'' اس فیصلہ کے بعد انبیٹھوی صاحب کو بھاول پور سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔

مولانا غلام دستگیر قصوری نے اس مناظرہ کی تفصیلی روداد ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' کے نام سے لکھی جس پر مولانا محمد عبد الحق الہ آبادی (متوفی ۱۳۳۳ھ) شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور مکہ مکرمہ کے مدرسہ صولتیہ کے اساتذہ کے علاوہ پایہ

حرمین شریفین حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی نے تقریظات لکھیں اور کتاب کو خوب سراہا، دونوں کتابیں موجود ہیں وہاں حقائق دیکھی جاسکتی ہیں۔ ان تفصیلات سے اہل نظر حضرات اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اکابر دیوبند کا سلسلہ چشت کے بزرگوں سے تعلق کی حقیقت کیا ہے، رہا جمیعہ والوں کا یہ لکھنا کہ:

جمیعۃ العلما کے مرد مجاہد و سابق صدر حضرت مولانا حسین احمد مدنی کو حضرت خواجہ سے ایسی عقیدت تھی، وہ نیت و ارادہ کر کے خواجہ کے آستانہ پر تشریف لایا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے، کہ حضرت سلطان الہند کی زیارت ضمنی طور پر کرنا ان کے مرتبہ عالی کے شایان شان نہیں اس لئے آپ کی زیارت کے لئے مستقل سفر کرتا ہوں''

اتنا بڑا فریب ہے کہ اس کی مثال جمیعہ والوں کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتی۔ اگر مدنی صاحب کا یہ عمل واقعی ہے تو وہ گھر کے فتویٰ کی رو سے مشرک ثابت ہوں گے کہ بزرگان دین ہی نہیں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہ بھی حاضری کی نیت سے سفر کرنا ان کے یہاں شرک ہے ،مسئلہ شد الرحال پہ گرما گرم بحث اس پہ شاہد ہے پھر اجمیر شریف کا سفر اور اس نیت سے کہ'' سلطان الہند کی زیارت ضمنی طور پر کرنا ان کے مرتبہ عالی کے شایان شان نہیں'' شرک کیوں نہیں ہوسکتا؟ اب اسی تناظر میں فیصلہ کریں کہ جمیعہ والوں کا یہ دعویٰ:

واقعہ یہ ہے کہ حضرات چشتیہ جن کا طریقہ ہی ہمارے حضرات مشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب، حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی، اور حضرت شیخ الہند کا طریقہ اور اصلی سلوک ہے''

(مکتوبات شیخ الاسلام مکتوب نمبر ۱۱۰۔ نجم الدین اصلاحی: انقلاب پٹنہ ۱۳؍ نومبر ۲۰۱۶)

کتنا سچ ہے اور کتنا فریب۔ حاجی صاحب اور دیگر بزرگان دین سے اکابر دیوبند کا کتنا تعلق ہے اور کیسا تعلق ہے یہ اب بتانے کی ضرورت نہیں، خود ہی فیصلہ کر لینے کا ہے۔ اجمیر شریف کے نام پر لوگوں کے جذبات سے کھیل لینا اور ہے اور حقیقت بیانی و اعتراف صداقت اور۔ اگر احساس کا وجود دنیا میں ہے تو سینہ پر ہاتھ رکھ کر خود ہی سوچ لینا چاہئے کہ اس تاریخ سازی کا نتیجہ ہمیں کہاں کیا ملنا ہے۔

یہ ساری باتیں صرف حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کے حوالہ سے تھیں ورنہ حفظ الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ کے دیگر مباحث اور فتاویٰ رشیدیہ کے مندرجات پر ایک صدی سے جو آزار و پیکار کا بازار گرم ہے وہ الگ تفصیل کا متقاضی ہے اور اس سلسلہ میں حسام الحرمین کا فیصلہ بھی تاریخ میں محفوظ ہے۔ بات حاجی صاحب کے خلفا میں اختلافات کے ذکر کی وجہ سے طول پکڑ گئی ورنہ مجھے کہنا صرف یہ کرنا تھا کہ جمیعہ علما ہند نے اگر ماضی کی تلخیوں سے سبق لیتے ہوئے مسلمانوں کو متحد کرنے کے لئے سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز کا دامن تھاما ہے تو یہ مسلمانان ہند کے لئے اچھی علامت ہے، ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں مگر واضح رہے کہ یہ صرف وقتی اور مصلحتی نہ ہو، اپنے اعلان کے رو سے جمیعہ والے پر لازم ہے کہ وہ عقائد و نظریات سے لے کر ان تمام معاملات میں جو مسلمانوں کے درمیان اختلافات کا باعث ہیں رجوع کرتے ہوئے سلطان الہند سیدنا خواجہ غریب نواز اور بزرگان دین کے عقائد و نظریات اور ان کے پاکیزہ معمولات کے موافق کر لینے کی طرف مثبت قدم بڑھائیں، پھر آگے صرف ہاتھ ہی نہیں گلے ملنے کا موقع ہوگا اور دنیا یہ منظر بھی بھیگی پلکوں سے دیکھے گی کہ کیسے جنم کے بچھڑے آپس میں گلے مل رہے ہیں۔

■■■

قارئین کے تاثرات

الرضا جیسے دینی رسالوں پر کروڑوں خرچ کئے جائیں

مفتی محمد حامد القادری، مظفرپور
خانقاہ قادری تھتیاں شریف مظفرپور

مسلک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا بے باک ترجمان اور ذہن وفکر کی دنیا میں حسین تموج پیدا کردینے والا دوماہی رسالہ الرضا انٹرنیشنل کا پانچواں شمارہ فردوس نظر ہوا۔ ظاہری ومعنوی محاسن ومکارم سے آراستہ مجلہ کی زیارت نے دل ودماغ کوفرحت وجلابخشی۔ خداوند قدوس مدیر مکرم حضرت مولانا مفتی امجد رضا امجد کی مساعی قبول فرمائے اور دین ومسلک کی اشاعت کی راہ کی دشواریاں حل فرماکر انہیں مزید توانائی اور اسباب ووسائل مرحمت فرمائے آمین۔

الرضا کی ساری تحریریں بہت مفید اور دوررس نتائج کی حامل ہیں۔ اداریہ میں رنگ وآہنگ بدل بدل کر مذہبی وملی دوکان چلانے والوں کوصحیح آئینہ دکھلایا گیا ہے۔ ساتھ ہی امام اہل سنت علیہ الرحمہ کے دینی افکار اور اعتقادی نظریات کے خلاف وسیع النظرفی اور آزادروشی کے متلاشی حضرات کوان کی بے راہ روی اور کج فکری پرقدغن لگانے کا ذکربھی آج کے جمود وتعطل کی برف کو پگھلانے کے لیے ضروری تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے جس مذہب مہذب کی طرف ساری دنیا کی رہنمائی فرمائی بلاشبہ وہ وہی مذہب ہے جس کی تفصیل ووضاحت امام احمد رضا علیہ الرحمہ پوری زندگی کرتے رہے اور ماانا علیہ واصحابی کا مصداق وہی ہے جس کی نشاندہی مسلک اعلیٰ حضرت کرتا ہے۔

مدیر محترم! آپ جس مشن کولیکر چلے ہیں اس کی تعریف تو اپنوں کے ساتھ غیربھی کرتے رہے ہیں الفضل ماشھدت به الاعداء جادووہ جوسرپرچڑھ کے بولےلیکن یہ حقیقت ہے۔

اللہ جسےتوفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں

مولوی ابوالاعلیٰ مودودی نے کہا مولانا احمد رضا خاں صاحب کےعلم وفضل کا میرے دل میں بڑااحترام ہے فی الواقع وہ علم دینی پر وسیع نظر رکھتے ہیں اوران کی اس فضیلت کااعتراف ان لوگوں کوبھی ہے جوان سے اختلاف رکھتے ہیں (مقالات یوم رضا)۔ مولوی زکریاشاہ بنوری نے کہا اگرمولانا احمد رضا خاں پیدانہ ہوتے توہندوستان سے حنفیت ختم ہوجاتی۔ (امام احمد رضا کی فقہی بصیرت) نائب مودودی ملک غلام علی نے کہا، مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچاہوں کہ جوعلمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی ہے وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے۔ اور عشق خدا اور رسول تو ان کی سطر بہ سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔ (ارمغان حرم) مولوی ابوالحسن ندوی کے والد مولوی عبدالحی لکھنوی نے لکھا۔ بیشتر علوم وفنون خصوصا فقہ واصول میں اپنے معاصرین پر فائق تھے۔ (نزہۃ الخواطر) مولوی سلیمان ندوی نے کہا۔ اس احقر نے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی چند کتابیں دیکھیں تو میری آنکھیں خیرہ کی خیرہ رہ گئیں۔ حیران تھا کہ واقعی مولانا بریلوی کی ہیں؟ جن کے متعلق کل تک یہ سنا تھا کہ وہ

صرف اہل بدعت کے ترجمان ہیں۔ مگر آج پتہ چلا کہ نہیں وہ اہل بدعت کے نقیب نہیں بلکہ یہ تو عالم اسلام کے اسکالر اور شاہکار نظر آتے ہیں۔ جس قدر مولانا مرحوم کی تحریروں میں گہرائی پائی جاتی ہے اس قدر گہرائی تو میرے استاذ مکرم جناب مولانا شبلی صاحب مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمود الحسن دیوبندی اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی کتابوں کے اندر بھی نہیں۔ (ماہنامہ ندوہ اگست ۱۹۱۳ء)

تحریک التوائے حج بھی معلوماتی مضمون ہے نجدیوں کی گھنونی حرکتوں اور حرمین شریفین کے واجب الاحترام باشندوں کے ساتھ ان کی غنڈہ گردیوں کا علم ہونے کے بعد بھی جو لوگ آج ان کی حمایت وموافقت کرتے ہیں فی الحقیقت وہ کفر کو اسلام اور ظلمت کو روشنی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ نجدیت زدہ لوگوں کے لیے یہ ایک آئینہ ہے اب ان کی قسمت کہ آئینہ دیکھ کر وہ اپنا چہرہ درست کریں یا بگاڑے رہیں۔ اس مضمون میں غالباً رواروی میں لکھ گیا ہے کہ سرزمین حرم جہاں مچھر مارنے تک کی اجازت نہیں (ص ۳۰) صحیح مسئلہ یہ ہے کہ سانپ بچھو مچھر وغیرہ موذی جانوروں کے مارنے کی حرم میں بلکہ خاص حالت احرام میں بھی اجازت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

موقع کی مناسبت سے تبرکا فتاویٰ رضویہ شریف (ج ۱، ص ۸۴۸) کا ایک مسئلہ کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ اللہ عزوجل کی رحمت کہ محتاج بندے کے ایک ایک پیسے کا لحاظ فرمایا، آٹا گوندھنے کی حاجت تک کا لحاظ فرمایا کہ آٹا گوندھنے کو پانی نہ رہے گا تو تیمم کرو۔ دھیلے کا پانی پینے کو ملتا ہو تو دھیلا زیادہ نہ دو تیمم کرلو۔

آج جلسوں اور کانفرنسوں، اعراس اور شادی بیاہ کی تقریبات میں ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں خرچ کر کے آسمان کی وسعتوں اور سمندر کی گہرائیوں میں اپنے مسلک حق کا نعرہ بلند کرتے ہیں پھر بھی ہم سمٹتے جارہے ہیں۔ ہماری مسجدیں دین کے دشمنوں کے قبضوں میں جارہی ہیں اور ہمارا مذہبی حریف سخت محنت اور زر د مال خرچ کر کے تیزی سے ہماری آبادیوں کو اپنے چنگل میں پھانستا جارہا ہے۔ کیا یہ وقت کا تقاضہ نہیں ہے کہ ہم اپنے اخراجات میں کمی کر کے اور نام ونمود اور شور وہنگامہ سے بچتے ہوئے صرف رضائے خدا اور رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نیک جذبہ سے کام لیں اور امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے تحریری کارناموں کو تحریر کا لباس نئے طرز وادا کے ساتھ پہنا کر ہر گھر، ہر اسکول، ہر کالج، ہر یونیورسیٹی بلکہ مذہبی وعصری علوم وفنون سے متعلق ہر فرد تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ لاکھ روپئے والی ایک تقریر اور پچاس ہزار روا پئے والی نعت خوانی سے زیادہ مسلک کی وفاداری یہ ہوگی کہ الرضا جیسے دینی رسالوں پر لاکھوں اور کروڑوں خرچ کئے جائیں۔ ہم نعروں کی گونج میں امام اہل سنت علیہ الرحمہ کے اس ارشاد گرامی کو نہ بھول جائیں کہ یہاں تعویذ اور فتوے بیچے نہیں جاتے۔

المختصر اس کہ دوماہی الرضا خوب سے خوب تر اور میری امیدوں سے زیادہ مفید وہدایت بخش ہے خداوند قدوس حضرت مدیر مکرم کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ہم سارے وفاداران مسلک اعلیٰ حضرت کو پرخلوص خدمت واشاعت دین کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

منظور ہے اس بزم میں اصلاح مفاسد
نشتر جو لگاتا ہے وہ دشمن نہیں ہوتا

□□□

نظریات باطلہ کے صحرا میں افکار صادقہ کی اذان ہے

ڈاکٹر غلام مصطفی نجم القادری
ناظم اعلیٰ: الجامعۃ الرضویہ، مغلپورہ پٹنہ سیٹی

عزیز محترم! ڈاکٹر امجد رضا امجد پٹنہ

سلاموں کے تحفے، مبارکبادیوں کے گجرے، اور اتنی دعاؤں کے پھول کہ آپ گن نہ سکیں۔

”دوماہی الرضا پٹنہ“ ستمبر اکتوبر ۲۰۱۶ء کا شمارہ دیر ہی سے سہی مگر ملا ضرور۔ حسب معمول آپ کا اداریہ دیکھا اور پڑھا تو پڑھتا ہی چلا گیا۔ ملت میں پھیلی کئی الجھنوں کو آپ کے قلم نے حل کردیا ہے، خاص طور پر اداریہ کا وہ حصہ جو سید سراواں کے پھیلائے ہوئے ظلمات کی بخیہ دری پر ہے، ایسا مبنی بر حقائق

ہمعلوماتی اور چشم کشا و دل کشا ہے کہ ہمیں یقین ہے کہ جو بھی خالی ذہن ہو کر یک سوئی کے ساتھ اس کا مطالعہ کرے گا، اس کی نظروں کے سامنے صداقت اپنے تمام تر لوازمات کے ساتھ آشکار ہو جائے گی اور غلط افکار کے اجسام پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔ آپ نے صرف اداریہ نہیں لکھا ہے بلکہ نظریات باطلہ کے صحرا میں افکار صادقہ کی وہ اذان دی ہے جس کی ارتعاشی لہروں سے صلح کلیت کا طاغوت پناہ ڈھونڈنے پر مجبور ہوگا اور جن جن کانوں سے وہ صدا ٹکرائے گی احقاق حق اور ابطال باطل کے اثرات ضرور نمایاں ہوں گے۔ شاید ڈاکٹر اقبال نے اسی دن کے لئے یہ شعر کہا تھا ؎

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندہ مومن کی آذاں سے پیدا

سراوائی افکار نے آج نہ جانے کتنوں کو اپنا اسیر کر کے عقیدے کا فقیر بنا دیا، نہ جانے کتنے دلوں میں نفرت وحقارت اور عداوت وبغاوت کے شعلے لہکا دیئے، بلا وجہ ایک اچھی خاصی پرسکون سنی بریلوی فضا پر صلح کلیت کے بادل چھائے اور آپسی کشمکش کا دور شروع ہو گیا یہ سب سراوائی افکار کے نوزائیدہ کرشمے ہیں جو کہیں شعلہ اور کہیں چنگاری کی طرح سلگ رہے ہیں ؎

حیات تازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا
رقابت، خودفروشی، ناشکیبائی، ہوسنا کی

آدمی کو اپنے ایمان کو بچانے کی فکر ہمیشہ رہنی چاہئے اور ایمان کو بچانے کے لئے ان تمام بے ایمانوں سے دور رہنا ہوگا جن کی بے ایمانی عالم آشکار ہے اور اپنے احباب وقریبی اشخاص کو بھی ان سے دور رکھنا ہوگا کہ یہی محبت کا ترجیحی تقاضہ ہے۔ ابن تیمیہ ابن قیم وغیرہ کی تحسین وتائید سے کیا بھلا ہوگا بھلا ہوگا تو فقہاء ومجتہدین کی امانت کی حفاظت میں ہوگا، یہ ہمارے اسلاف خوب جانتے تھے کہ

ولایت پادشاہی علمِ اشیاء کی جہاں گیری
یہ سب کیا ہیں فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں

اسلام میں تقیہ حرام ہے اگر کسی کو غیر مقلدیت ہی پسند ہے تو ڈر کیا ہے کھل کر سامنے آجائے تاکہ کوئی فریب نہ کھا سکے یہ کیا مطلب پلیٹ فارم اہلسنت کا اور کام غیر مقلدیت کا؟ ڈاکٹر امجد رضا نے چند لفظوں میں اس حقیقت کو چھان کوٹ کر رکھ دیا ہے دیکھئے ان کا چبھتا ہوا جملہ "شیخ صاحب کے مصاحبین دراصل ان کی غیر مقلدیت نوازی کے ماحول ساز ہیں"

زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا
تیرا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی

چمن میں غنچے کی تربیت اسی وقت ہوتی ہے جب قطرۂ شبنم شریک نسیم ہو جائے، اب ان مصاحبین ولواحقین کو کن لفظوں میں سمجھایا جائے کہ زمین شور سے سنبل کی امید رکھنا نادانی کے سوا کچھ نہیں۔ اگر سنورنے اور چمکنے کی ہی تمنا ہے تو اس مرکز پہ فورا آجانا چاہئے جہاں صدر الافاضل چمکے، صدر الشریعہ چمکے، ملک العلماء چمکے، محدث اعظم چمکے، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم چمکے اور اب تک جوان چمکنے والوں سے قریب ہوتے جا رہے ہیں چمکتے جا رہے ہیں اور وہی لوگ چمکیں گے جو ان سے قریب ہوتے جائیں گے۔ اس لئے کہ یہ وہ شخصیتیں ہیں جو حق وصداقت کے مینار اور سنیت کا اصلی معیار ہیں۔

ہیں ہندوستاں میں بہت خانقاہیں
بریلی کا فیضان اپنی جگہ ہے

ڈاکٹر امجد رضا امجد نے اپنے اداریہ کے ذریعہ آئینہ دکھا دکھا کر گھر واپسی کی دعوت دی ہے ان کی درد بھری تحریر سے آواز آرہی ہے

کٹی ہے رات تو ہنگامہ گستری میں تری
سحر قریب ہے اللہ کا نام لے ساقی

چاہا تو تھا کہ پورے رسالہ پر تبصرہ کروں مگر آپ نے سراواں کا محققانہ جائزہ لے کر مجھے اتنا متکیف کر دیا کہ میں آپ کی تحریر کے کیف کے حصار سے باہر نہ نکل سکا، ہاں مفتی ناظر اشرف صاحب کا انٹرویو کا مطالبہ تبصرہ اپنی جگہ برقرار ہے کہ وہ انٹرویو بہت سارے علمی ومسلکی گوشے کی نقاب کشائی کر رہا ہے

۔ابھی مفتی ناظر اشرف صاحب جماعت اہل سنت کے بے باک مجاہد کی حیثیت سے منظر پہ ہیں اور یہ ان کے لئے ہی نہیں ہم سب کے بڑی بات ہے اللہ تعالیٰ ان سے خوب خوب کام لے۔
اخیر میں یہ شعر کہہ کر آپ کی ہمت مردانہ کو دوآتشہ کروں کہ

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا گیا دور گراں خوابی

□□□

امام احمد رضا کے افکار کا آئینہ دار

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی
مرکزی دارالافتاء و مدیر ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف

محب مکرم حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر امجد رضا صاحب قادری، چیف ایڈیٹر دوماہی الرضا پٹنہ السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ
طالب خیر مع الخیر ہے، الرضا کا تازہ شمارہ باصرہ نواز ہوا، ماشاء اللہ اس کے جملہ مشمولات اس قابل ہیں کہ انھیں قلب وذہن کے درودیوار پر آویزاں کیا جائے ، ویسے تو ابتدائے آفرینش سے ہی دوماہی الرضا کا بچپن دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا ہر مضمون قاری کو از خود دعوت مطالعہ دیتا ہوا نظر آتا ہے، نیز آپ کا اداریہ تو قاری کو گویا اپنے حسن معنوی وصوری کی طاقت سے جکڑ سا لیتا ہے اور جب تک مکمل اداریہ کے مطالعہ سے نظریں سیراب نہیں ہو جاتیں، خلاصی نہیں ملتی، ایسے کامیاب اور ادب نواز رسالے کے تعلق سے میں اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ الرضا امام احمد رضا کے افکار ونظریات کا آئینہ دار ہے، حجۃ الاسلام کے حسن وجمال کا پیکر ہے اور مفتی اعظم کے تقویٰ کا عکس جمیل ہے، مزید برآں اس کے رخ رنگیں پر تاج الشریعہ کے استقلال وتصلب کا غازہ ملا ہوا ہے، جو اس وقت رسائل وجرائد کی بھیڑ میں اسے ممتاز کرتا ہے۔
مولائے کریم اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے الرضا کو افق صحافت کا ایک نیر تاباں بنائے اور آپ کے قلم کی جولانیوں کو مزید سرعت عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

□□□

الرضا رسالہ ہی نہیں تحریک ہے

مفتی سید خورشید انور شمسی
خانقاہ شمسیہ ارول بہار

مدیر محترم! ہدیہ سلام
الرضا کے تمام شمارہ مطالعہ میں آرہے ہیں اس کے مطالعہ سے میرا پہلا تاثر یہ ہے کہ یہ رسالہ جماعت اہل سنت کے تحفظ اور صلح کلیت کی یلغار کو روکنے کی تحریک ہے، اس کے اداریوں نے ملک وبیرون ملک اپنے قاریوں پر جو تاثر قائم کیا ہے اس کا اندازہ تاثرات کے کالم سے لگایا جاسکتا ہے۔
بلاشبہ کل کے مقابلہ آج دین میں بے راہ روی کا رجحان بھیانک حد تک بڑھا ہے خانقاہیں بھی اپنا ورثہ سلامت رکھنے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہیں اگر ہماری خانقاہیں ہی اپنی زمہ داریاں سمجھ لیں، اپنے گھر کا اثاثہ اور گھر کی تعلیمات کو پھیلانے کا کام کریں تو صلح کلیت کہاں راہ پا سکے گی، اس لئے ہم تمام خانقاہیوں کو چاہئے کہ الرضا کو تقویت دیں اس کا پیغام عام کریں کہ اصل میں یہ خانقاہی تحریک ہے خانقاہوں کی تعلیمات کا تحفظ ہے مسلک اعلیٰ حضرت بعد میں ہے پہلے تو مسلک خانقاہ ہے، دونوں میں معنوی فرق کہیں نہیں ہے، تو آج اگر الرضا اس مشن کو لے کر چل رہا ہے جو بنیادی طور پر خانقاہ کا مشن ہے تو اس سے پریشانی کس بات کی؟
میں ڈاکٹر امجد رضا امجد اور ان کی تمام ٹیم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں وہ بہتر کام کررہے ہیں ہاں اتنا ضرور کہنا چاہوں گا کہ رسالہ کی زبان سہل اور آسان رکھیں، کسی پر چھینٹا کشی نہ کریں ،اپنی بات پیش کریں اور سخت وشست کہنے سے بچیں اگرچہ میں نے ایسا کچھ پایا نہیں مگر حفظ ماتقدم کے طور پہ کہہ رہا ہوں۔ خدائے پاک الرضا کو استحکام عطا فرمائے، میری نیک دعائیں تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

□□□

دوماہی الرضا ایک منارۂ نور ہے

مولانا اظہار عالم اشرفی، پٹنہ

محب گرامی وقار ڈاکٹر امجد رضا امجد تسلیمات تکاثرہ قبول فرمائیں امید مزاج ہمایوں بخیر ہوں گے!

ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۶ء کا تازہ شمارہ نظر نواز ہوا۔ مضامین بہت ہی اعلیٰ معیار کے ہیں آپ کو مبارکباد دیتاہوں۔ آپ کا اداریہ خصوصی اہمیت وافادیت کا حامل ہے۔ رسالہ کا گیٹ اپ بھی اچھا ہے اور دوسرے رسائل سے منفرد ہے۔ انفرادیت کی وجہ حقانیت وصداقت پر مبنی، اسلام کی خدمت گذاری اور مسلک اہلسنت والجماعت کی آبیاری پر تشکیل، اخلاص میں ڈوبا قلمی دستاویزی ضوفشانیاں اور مدلل نگارشات ہیں۔ تاہم قدرے جارحانہ تیور دیکھا گیا ہے اور یہ سچ بھی ہے کہ ؂

نشتر جو کھاتا ہے دشمن نہیں ہوتا

سیدنا امام اعظم بوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو علم کو دنیا کمانے کے لیے حاصل کرتا ہے علم اس کے قلب میں نہیں اتر پاتا ہے۔ اس لیے میری ان دنیادار آزاد خیال اہل قلم سے التجا ہے کہ ؂

دل بدنیا مبند گر مردی
زانکہ دنیا نیست لاشہ ولاشی

بھیڑ سے کٹ کر نہ بیٹھا کرو تنہائی میں
بے خیالی میں کئی شہر اجڑ جاتے ہیں

اس لیے ماوشما کی حیثیت ہی کیا ہے۔ دنیا کی تمام تر ظاہری ومادی اقبال مندی کے باوجود فکر آخرت قلب کے محفوظ گوشہ میں موجود رہے۔ نجات کی نعمت لازوال اعتقاد کی پختگی وپاکیزگی کی بنیاد پر میسر آئیگی، باقی اعمال صالحہ کی بنیاد پر درجات بلند ہونگے۔

آج پوری قوم کی تمام تر بیماریوں کا علاج صرف یہی ہے کہ ہم کپڑے نیا پہنیں غذائیں نئی نئی کھائیں جدید سواریوں پر سوار بھی ہوں بلکہ ہر دنیاوی کام نئے نئے کریں۔ مگر دین وہی پر آنا چودہ سو سے بیشتر سال والا پرانا جو عہد رسالت وصحابہ میں رہا اختیار کریں۔ ہم انہیں پرانی لکیر کے فقیری رہیں۔ اسی فقیری میں نام پیدا کریں اور اپنی موجودہ روش اور آزاد خیالی کا للہ محاسبہ ضرور کرلیں۔ بقول محمد علی جوہر کہ ؂

بلبل وگل گئے گئے لیکن
ہم کو غم ہے چمن کے جانے کا

اور آپ کے لیے ؂

عزت آدمی از کار بود — ہر کہ بیکار بود خوار بود

وہ بھی صحیح سمت پر کام بفضل ربی وبطفیل رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میسر آتا ہے واہ اور آہ سے بے نیاز ہوکر اس طرح کی تحریری خبر گیری وہی لے سکتا ہے۔ جس کے دل کی دھڑکن سے ایمان ہم آہنگ ہوکر ان پر بے خودی طاری کردے۔ اور بقول ندا فاضلی۔

ہوش والوں کو خبر کیا بے خودی کیا چیز ہے
عشق کیجئے پھر سمجھئے زندگی کیا چیز ہے

دل میں نہ ہو جرأت تو محبت نہیں ملتی
خیرات میں اتنی بڑی دولت نہیں ملتی

آپ نے اسلامی صحافت کے ذریعہ صلح کلیت کی نقاب کشائی کردی اب شاید آزاد خیالی کے چلمن سے لگنے والوں کو اپنی حقیقی تصویر خوب دکھائی دے رہی ہوگی۔ آج عالم اسلام میں اسقدر انتشار ہے یقیناً اتنا انتشار کبھی نہ تھا۔ اس لیے آج معاملہ مسلک ومشرب کا نہیں ہے دین وایمان ہم سے رخصت ہو رہا ہے جسے بچانے کی سعی بلیغ آپ نے شروع کردی ہے۔ خدا کرے آپ کی تحریر دل پذیر راکٹ کی رفتار اور شعور وآگہی کے نئے زاویئے کو لگام دیئے اور الرضا کو اسم بامسمّی بنائے اور اسلام کا صاف وشفاف چہرہ تادیر پیش کرنے کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہم اجمعین۔ وماتوفیقی الا باللہ العظیم

□□

کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کر

مفتی امتیاز القادری
سربراہ اعلیٰ دارالعلوم غوثیہ رضویہ قاسمیہ، نئی بستی جبل پور

مدیر محترم! ہدیہ سلام ورحمت

جبل پور میں تاج الشریعہ کی آمد کے موقع پر ایک بڑے اجلاس میں آپ کی شرکت ہوئی اسی موقع سے الرضا کا تازہ شمارہ آپ نے عنایت کیا، اس وقت تو اجلاس کی ہما ہمی ،علمائے جبل پور کی تنظیم وتشکیل اور دیگر مصروفیات کے سبب نہیں پڑھ سکا، اب جب کہ فرصت کے وقت نکال کر پڑھ رہا ہوں تو دل سے دعائیں نکل رہی ہیں۔ اداریہ میں آپ نے دل کا درد سمو کر رکھ دیا ہے، اہل سنت کے مدارس کی اجمالی تاریخ، حافظ ملت کی مستقبل شناس فکر اور آج کا حالیہ منظر نامہ یعنی ماضی کی تابنا کی سے حال کی عبرت نا کی تک کا جو نقشہ آپ نے کھینچا ہے وہ دیدنی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں مزید جولانی عطا فرمائے۔

ہندوستان میں مختلف خانقاہیں ہیں مگر سراواں کی خانقاہ عارفیہ تو مختلف عقائد ومعمولات کا معجون مرکب معلوم ہوتی ہے ،نیاز وفاتحہ بھی ہے تو سجدہ تعظیمی بھی، حنفی بھی ہیں اور تقلید سے نفرت بھی، اہل سنت کے دعویدار بھی ہیں اور اقامت میں دیوبندیوں کے تابعدار بھی، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ حیرت ان لوگوں پر ہے جو حقیقت کو جاننے کے بعد بھی اس سے چمٹے ہوئے ہیں خدائے تعالیٰ ان کو توفیق قبول حق عطا فرمائے۔

حالیہ شمارہ میں مفتی ناظر اشرف صاحب کا انٹرویو غضب کا ہے بہت علمی ہے اور اس سے کئی حقیقتیں کھل کر سامنے آتی ہیں ایسے انٹرویو پڑھنے کا موقع کم ملتا ہے اس سلسلہ کو جاری رکھئے۔ جبل پور میں اس رسالہ کو عام کرنے کی کوشش کرتا ہوں دعا فرمائیں۔

□□□

اداریہ اور انٹرویو نے متاثر کیا

مولانا حافظ سلطان احمد رضوی
صدر دارالعلوم ضیاء النبی کامٹی، ضلع ناگپور مہاراشٹر

مفکر اسلام حضرت ڈاکٹر امجد رضا صاحب امجد مدظلہ

السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ میں نے مسلسل دوماہی ''الرضا انٹرنیشنل'' کے مطالعہ کا شرف حاصل کیا ماشاء اللہ ہر مضمون عمدہ سے عمدہ تر پایا۔ خصوصاً مفکر اسلام ڈاکٹر امجد رضا صاحب امجد قبلہ کا اداریہ پڑھکر بیحد متاثر ہوا۔ خانقاہ سید سراواں کو صلح کلیت اور دیابنہ کی عدم تکفیر، شیعہ اور خوارج کے اختلاط کی وجہ سے الہ آباد اور اسکے اطراف میں بھی کوئی جانتا نہ تھا، لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کچھ زر پرست مولویوں نے اسے زندہ کر کے دین وسنیت کے لئے عظیم نقصان کا سامان کر دیا ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے جن حقائق سے پردہ اٹھایا ہے اور مواخذہ فرمایا ہے، وہ لائق تحسین اور قابل تقلید ہے مولی تبارک وتعالیٰ ڈاکٹر صاحب اور ان کے جملہ کارندوں کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین

حکیم الملت حضرت مفتی ناظر اشرف صاحب مدظلہ کا انٹریو بھی بہت پسند آیا ان کے انٹریو میں علمی گہرائی بھی ہے اور حالات پہ نگاہ رکھنے کا تدبر بھی۔ جشن امام احمد رضا کو کامیاب بنانے کیلئے ان کا پیش کردہ مشورہ مجھے بہت پسند آیا کہ سوسالہ وہی طریقہ کار اختیار کرنا چاہئے جس طرح عظیم آباد پٹنہ میں رد ندوہ کانفرنس میں کیا گیا۔ ان میں جو مشورے دیئے گئے ہیں وہ قابل صد مبارکباد ہیں۔ اور شہر ناگپور کے مستقبل کے متعلق جو بات انہوں نے کہی ہے وہ صد فیصد صحیح ہے۔

الرضا کے اداریہ اور انٹرویو نے اتنا متاثر کیا کہ یہ چند جملے لکھنے پر مجبور ہو گیا بلاشبہ الرضا خموشی کے درمیان حق کی گونجنے والی آواز ہے اسی دور تک پہنچنا چاہئے ہم لوگ اس کے لئے حاضر ہیں اللہ تعالیٰ اسے عمر دوام عطا فرمائے۔

□□□

تأثرات

دردمندانہ اداریہ نے متاثر کیا

مفتی گلزار احمد رضوی
صدر مدرس مدرسہ اہل سنت نور الاسلام اکبر نگر، فیض آباد روڈ لکھنو

عرس واسطی میں شرکت کے لئے جاتے ہوئے لکھنو میں قیام کے دوران آپ نے الرضا کا تازہ شمارہ (ستمبر اکتوبر) عنایت کیا پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ اس سے قبل صرف واٹس ایپ اور فیس بک پر زیارت ہوتی تھی اور وہیں سے پڑھ لیا کرتا تھا مگر آج جب کہ الرضا ہاتھوں میں ہے اس کی زیارت سے قلبی مسرت ہورہی ہے۔ ماشااللہ کتنا عمدہ اور علمی رسالہ جاری کیا ہے آپ نے۔ اداریہ میں بڑے دردمند انداز میں آپ نے اہل سنت کے درمیان صلح کلیت کے جراثیم کی نشاندہی کی ہے، حیرت ہوتی ہے کس طرح لوگ سنی اداروں سے فراغت لیبل لگا کر بھی غیر سنی کی بولی بولتے ہیں، ذیشان کا ایک مضمون تین طلاق کے مسئلہ کے حوالہ سے واٹس ایپ پہ گھوم رہا تھا جس میں انہوں نے وہابیوں کے موقف کی حمایت کی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ہی مانا جائے، اب اس کے باوجود وہ کہیں کہ میں سنی ہوں مصباحی ہوں تو حیرت کا دروازہ تو کھلے گا ہی۔

حالیہ شمارہ میں مفتی ناظر اشرف صاحب کا انٹرویو بھی بڑا جاندار لگا، بہار میں اب بھی علم وفن کے تناور درخت موجود ہیں، ماشااللہ۔ انہوں نے جماعت میں پیدا شدہ انتشار کے حوالہ سے بڑی جرأت سے اپنی بات پیش کی ہے، اس سے غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا ہے نئے لوگوں کا ذہن بھی صاف ہوتا ہے، اس سلسلہ کو ضرور قائم رکھیں بعد میں یہ انٹرویو کا کالم ایک علمی دستاویز ہوجائے گا۔

لکھنو میں کہیں مجھے الرضا دکھائی نہیں دیا کچھ شمارہ یہاں بھیجیں اور ملنے کے پتہ میں ہمارے مدرسہ کا نام دیں، مدرسہ کے بانی حضرت قاری روشن القادری جانباز اور متحرک شخصیت کے مالک ہیں کم وقتوں میں بہت کام کیا اور کررہے ہیں الرضا کے لئے بھی راہیں ہموار ہوجائیں گی۔ دیگر حالات اچھے ہیں ہاں خانقاہ مسولی شریف کی طرف سے "فکر رضا ایوارڈ" ملنے پر دل کی اتھاہ گہرائی سے مبارک باد قبول فرمائیں۔ مدرسہ اہل سنت کے جملہ اسٹاف مولانا محمد سہیل مصباحی، قاری افروز عالم رضوی حافظ محمد سلمان رضا، حافظ غلام مرسلین رضوی، حافظ عرفان رضا اور ماسٹر معین العلی بھی اس تبریک میں ہمارے ساتھ ہیں سب کی طرف سلام۔ اللہ حافظ

□□□

الرضا کے قلم کاروں پر اعلیٰ حضرت کا فیضان ہے

مولانا محمد اخلاق رضا
استاذ مدرسہ رضائے مصطفی راجیو نگر دہلی

نازش قلم حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر امجد رضا صاحب قبلہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کی زیر ادارت نکلنے والا دوماہی الرضا مسلسل نظر نواز ہورہا ہے ماشاء اللہ نقش اول سے لیکر اب تک جتنے بھی شمارے آئے سبھی تحقیق وتنقید اور تجزیاتی تحریرات سے مزین ومملو نظر آئے۔ پچھلے کچھ وقت سے دیکھنے میں آرہا تھا کہ پیتل کو سونا کہہ کر کھلے عام فروخت کیا جارہا تھا لیکن جو لوگ اس جعل سازی کو جانتے تھے وہ یا تو کھل کر بول نہیں پارہے تھے یا ان کی آوازیں الگ الگ ہونے کی وجہ سے موثر ثابت نہیں ہو پارہی تھیں، کچھ افراد لکھ بھی رہے تھے تو ان کی تحریرات موجودہ تحریری تقاضوں سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اثر نہیں چھوڑ پارہی تھیں جس سے چور کی چوری کو ثابت کیا جاسکے، اسی وجہ سے آورگان فکر کے حوصلے بلند تھے کہ کوئی ان کی چوری پکڑنے والا نہیں تھا مگر بکرے کی اماں کب تک خیر مناتی! بالاخر آپ کی قیادت میں اہل سنت کے نوجوان قلم کاروں کا وہ جتھہ سامنے آیا جن کی فکری وابستگی اکابر کے دامنوں سے بڑی مضبوط ہے۔ جن کی نگاہیں باز سے زیادہ تیز، قلم کی دھار تلوار سے زیادہ دھاردار، فکر پختہ، تحریر میں اعتدال وتوازن، داعیانہ جذبہ، مضبوط گرفت، علمی وفنی پختگی جیسے اوصاف سے جن کی علمی زنبیل بھری ہوئی تھی جنہوں نے محض چند مہینوں میں ہی ان آوارہ فکر قلم کاروں کے گروہ میں کھلبلی مچادی جو

اب تک بدمست شرابی کی مانند دندناتے پھر رہے تھے۔

خصوصاً آپ کی ادارتی تحریروں نے کمال کا جادو کیا اس قدر گہرائی و گیرائی اور علمی وفنی مہارت کے ساتھ اداریہ لکھے کہ بس جی چاہا کہ آپ کے قلم کو چوم لیا جائے، آپ کے پاس بڑی پختہ ٹیم موجود ہے جس کا ثبوت آپ کے رسالہ میں مختلف عناوین پر لکھے گئے شاندار علمی تحقیقی اور زبردست تجزیاتی مضامین ہیں جنھوں نے شمارے کو قابل اعتبار بنا دیا ہے۔

دہلی سے نکلنے والے ایک رسالہ کے مدیر اعلی پر زبردست نقد، سید سراواں کے خاموش فتنہ کی نقاب کشائی، سرکاری صوفیہ کی پردہ دری، رام بھکت کی قلعی کھولنے جیسے بڑے کام آپ اور آپ کے رفقا نے جس اعتدال وموزونیت کے ساتھ انجام دئے اس سے کہیں بھی ایسا نہیں لگا کہ یہ سب نوجوانوں کا کام ہے بلکہ تحریر کی پختگی سے لگتا ہے کہ کسی تجربہ کار قلم کی جادوگری ہے لیکن جوانوں کے قلم میں یہ پختگی ان کی اسلاف سے سچی نسبتوں کا فیضان ہے۔ یہ فیضان ہے امام احمد رضا کا جن کی نسبت نے اس رسالہ کو کم وقت میں ہی مشہور انام کر دیا اور آج اس کے قلم کاروں کو بزرگ اپنی خانقاہوں میں دعا دیتے ہیں، علما اپنی درس گاہوں میں یاد کرتے ہیں۔

اللہ تعالی آپ اور آپ کے رفقا کو سلامت رکھے اور الرضا کا یہ قافلہ کامیابی کے ساتھ یوں ہی رواں دواں رہے۔

□□□

الرضا نے کیا صلح کلیت کا سد باب

■ مولانا محمد شہاب الدین قادری الثقافی
ناظم اعلی: مدرسہ گلشن اسلام کٹک اڈیشا

حق کے مقابلے میں باطل کی معرکہ آرائی کوئی نئی بات نہیں، حق و باطل کے درمیان ہمیشہ جنگیں ہوتی رہی ہیں۔ جب کبھی بھی ایسا معاملہ آیا اللہ رب العزت نے اپنے محبوب وبرگزیدہ بندے کو مبعوث فرمایا۔ خدائے وحدہٗ لاشریک نے ایسے محبوب بندوں کی مدد فرما کر حق کے چہرے کو اجالا اور باطل کے چہرے کو کالا کیا۔ ان مبعوث شدہ محبوب بندوں میں سب سے کامیاب طبقہ انبیاء کرام علیہم السلام کا رہا۔ جن کا مقدس سلسلہ سیدنا ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر نبئ آخر الزماں محسن انسانیت محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوا۔ سرور عالم ﷺ نے جاء الحق وزہق الباطل کا ایسا نعرہ حق بلند فرمایا کہ چودہ سو برس گزر گئے مگر آج تک اس کی گونج نہ گئی۔

خدائے وحدہٗ لاشریک کا آخری پیغمبر ابھی سبز گنبد کے نیچے راحت گزیں ہوئے۔ ابھی اس محسن انسانیت کے ظاہری آنکھوں سے پردہ فرمائے ہوئے کچھ ہی ایام گزرے کہ مقہور ومردود اشخاص میدان خالی پا کر فتنۂ ارتداد لیکر ظاہر ہوئے تو ایک کبیر السن، قوی الایمان انسان ہاتھ میں تلوار لیے سامنے آیا اور یہ اعلان کیا کہ میں باطل کے خلاف ہمیشہ لڑتا رہونگا اور جب تک مجھ میں جان ہے حق کی سربلندی کے لئے جنگ کرتا رہونگا۔ دنیا انہیں یار غار صدیق اکبر کے نام سے یاد کرتی ہے۔ بنوامیہ کی سیاست سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر تحریک خوارج کی صورت میں باطل فرقے ظاہر ہوئے۔ ان کی سرکوبی کے لیے فاتح خیبر داماد رسول باب مدینۃ العلم حضرت علی مرتضی حیدر کرار سامنے آئے۔ یزید پلید لعنتی انسان نے دین اسلام کی عظمت سے کھیلنے کا ارادہ کیا تو فرات کے کنارے ایک خوبصورت اور حسین نوجوان نے اس کا مقابلہ کیا اور جاء الحق وزہق الباطل کا نعرہ لگاتے ہوئے عین حالت سجدہ میں اپنی گردن کٹادی اور نسل انسانی کو یہ پیغام دیا کہ حق پر قائم رہنا ہے باطل کا ساتھ کبھی نہیں دینا ہے چاہے بدلے میں جان کی ہی قیمت کیوں نہ چکانی پڑے۔ الغرض راہ خدا اور سبیل جلیل کے سامنے یکے بعد دیگرے لوگ آتے رہے مگر اللہ والے اس کی سرکوبی بھی کرتے رہے، یہاں تک کہ ضلالت وگمراہی کی زمین پر وہابیت پیدا ہوئی۔ آہستہ آہستہ اس کی شاخیں پھیلیں ہندوستان میں ”تقویۃ الایمان“ کے نام سے اس کا اثر بد ظاہر ہوا، تب چودھویں صدی کے مجدد اعظم نے تمام دیوبندی، وہابی، رافضی، قادیانی اور صلح کلیوں کے خلاف حق کی آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوگئے۔ تب علماء اہلسنت نے امت کو حبل اللہ المتین کی رسی میں مضبوطی سے باندھنے کے لیے ایک نعرہ دیا

مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد، مگر کسے پتہ تھا کہ یہی نعرہ آزاد خیال مولویوں کو گراں بار لگے گا، اور وہ اپنے جرائد و رسائل کے ذریعے اس نعرہ کو دبانے کی کوشش کریں گے۔

خدا بھلا کرے ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ اور ان کے رفقاء کا جنہوں نے مسلک اعلیٰ حضرت و جمہور علماء اہلسنت کے افکار و نظریات کا سچا ترجمان دوماہی رسالہ الرضا جاری کیا اور صدائے حق بلند کرنی شروع کردی، جام نور کی پھیلائی ہوئی سیاہی کو دھونے کا عزم کیا اور مسلک اعلیٰ حضرت کی فکر سے ہم آہنگ علما کی ایک جماعت کے ساتھ صلح کلیت بھگاؤ مسلک بچاؤ'' کا نعرہ لگانا شروع کردیا۔

بلاشبہ مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ حق اس دور پرفتن میں حق و باطل کے درمیان ہمارا امتیاز ہے اسکے دفاع کے لئے علمائے اہل سنت کمر بستہ ہیں اور ان کی محنتیں رنگ لا رہی ہیں الرضا بھی اسی مشن کا ترجمان ہے۔ڈاکٹر امجد رضا اور ان کے جملہ رفقاء کار جنہوں نے صحیح وقت پر جام نور اور صلح کلیت کی طرف بڑھتے ہوئے دیگر رسائل کے سد باب کے لیے دو ہی الرضا انٹرنیشنل جاری کیا میں انہیں مبارک باد دیتا ہوں۔اور میں شکر یہ ادا کرتا ہوں مولانا طارق رضا نجمی سعودیہ عربیہ کا جن کے توسل سے رسالہ مجھ ناچیز تک پہنچا پڑھ کر بے انتہا خوشی حاصل ہوئی۔محسوس ہوا کہ ہندوستان سے شائع ہونے والے رسائل و جرائد کی تعداد تقریباً دو ہزار ہیں۔ان تمام رسائل و جرائد میں یہ رسالہ بنام ''الرضا'' سب سے اونچی شان رکھتا ہے جس سے ہندوستان کے نامور علماء اہلسنت جڑے ہوئے ہیں۔ رضا اور رضویات کے حوالے سے مخالفین کے دفاع کے لیے جید سے جید قلم کار علماء اس رسالے سے اپنے روابط کی کڑی مضبوط کئے ہوئے ہیں۔ یقیناً یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس رسالے سے ملت کی تعمیر و ترقی ہوگی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کا صحیح پیغام گھر گھر پہنچے گا۔اس دور الحاد و فتن میں ملت کے غیور افراد کو مسلک اعلیٰ حضرت کے پیغام سے باخبر کرنے کا بہترین ذریعہ بھی رسالہ الرضا ہے۔بلاشبہ ڈاکٹر امجد رضا اور ان کے جملہ رفقاء کار کے جرأت مندانہ قدم دیکھنے کے بعد دل بے ساختہ کہہ اُٹھتا ہے۔

پھر دیکھئے حیات سنورتی ہے کس طرح
انداز پہلے فکر کا بدلے تری طرح
چاہے وہ اپنے وقت کا فرعون کیوں نہ ہو
حق بات کوئی سامنے بولے تری طرح

اللہ اس رسالہ کو بام عروج تک پہنچائے آمین بجاہ سید المرسلین۔

□□□

حکیم الملت کے انٹرویو کی اشاعت پر مبارکباد

حضرت مفتی تفویض احمد صاحب رضوی
نائب شیخ الحدیث دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا، ناگپور

مکرمی ڈاکٹر مفتی امجد رضا صاحب، زید مجدکم وحبکم

السلام علیکم

دوماہی رسالہ ''الرضا انٹرنیشنل'' پٹنہ کا پانچواں شمارہ ستمبر اکتوبر ۲۰۱۶ء نظر نواز ہوا۔ مشمولات ومضامین کا مطالعہ کیا بفضلہٖ تعالیٰ قارئین کے لیے خوب سے خوب تر اور نافع ترین پایا۔ واقعی رسالہ الرضا انٹرنیشنل کو جو بالاستیعاب پڑھے گا انکے لے ذخیرۂ آخرت ہوگا۔

اور آپ کا اداریہ ''خودی نہ بیچ فقیری میں نام پیدا کر'' پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی اور دل باغ باغ ہوگیا۔ خانقاہ سراوان کی گرفت جو آپ نے کی ہے وہ لائق وفائق ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی قابل تحسین ہے۔ حکیم الملت استاذ العلماء حضرت مفتی ناظر اشرف صاحب قبلہ مدظلہ العالی والنورانی کا انٹرویو بھی از اول تا آخر پڑھا۔ انٹرویو حضرت حکیم الملت کے حالات زندگی پر مشتمل ہونے کے ساتھ حقانیت پر مبنی بھی ہے۔ حضرت حکیم الملت کے رشحات قلم سے جو موتیاں صفحۂ قرطاس بکھیرے ہوئے ہیں عوام تو عوام اگر خواص ان موتیوں کو چن لیں تو کامیابی کی دہلیز پر جاگزیں و متمکن ہو سکتے ہیں مولیٰ تعالیٰ حکیم الملت کا سایۂ عاطفت ہم سب پر تادیر قائم رکھے۔

اور دل کی اتھا گہرائیوں سے بندہ ناچیز مدیر محترم ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہے اور اللہ رب العزت جل جلالہ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ مدیر محترم کے علم و عمل ،فکر و فہم شعور و آگہی ،تحریر و تقریر و حسن تدبر میں روز بروز توانائی عطا فرمائے آمین آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

□□□

ایک خاموش مگر انقلاب آفریں پیغام

مولانا محمد رضا صابری مصباحی

دار العلوم قادریہ مدینۃ العلوم ،اندولی ،سیتامڑھی (بہار)

مکرمی و محترمی ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب ،تسلیمات!

دو ماہی الرضا انٹرنیشنل کا ایڈیشن برائے ماہ ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۶ء باصرہ نواز ہوا۔ یہ شمارہ بذات خود اتنا دلکش اور دیدہ زیب ہے کہ اس کے ماقبل اور بعد کے شمارے سے تقابل کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ۔ عمدہ طباعت اور اعلیٰ معیار کی ڈیزائننگ متاثر کرتی ہے۔ رسالہ صوری اور معنوی دونوں اعتبار سے توجہ طلب ہے۔ ''الرضا'' نام ہی نہیں اپنے کام سے بھی دامن کش دل ہے۔ مشمولات ابواب میں تقسیم ہیں اور ہر باب اپنی جگہ آفتاب ہے ۔آپ کا زورِ قلم نہ صرف اداریہ بلکہ دوسرے کالم میں بھی موجود ہے ۔آپ کا اداریہ ''خودی نہ بیچ فقیری میں نام پیدا کر'' ایک خاموش مگر انقلاب آفریں پیغام ہے صاحبان جبہ و دستار کے لیے۔ ''توسل اور ندا بالغیب'' اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب کا ''امام احمد رضا اور معاشی نظریات'' بے حد معلوماتی اور ذوق افزا ہے۔ دیگر مشمولات میں تمام چنی ہوئی تحریروں کو جگہ دی گئی ہے، جو کہ رسالہ کے معیار کا پتہ دیتی ہے۔ عالم اسلام میں مسلک اعلیٰ حضرت کے تئیں بیداری کی ایک نئی لہر پیدا ہوگئی ہے۔ ''الرضا'' مذہبی اور اسلامی پرچہ ہے مگر اس میں ادبی رنگ بھی ہے۔ میں دُعا گو ہوں کہ اللہ سبحانہ الرضا کی پوری ٹیم کو خلوص وللّٰہیت سے کام کرنے کی توفیق دے اور اجر عظیم سے نوازے۔ فقط

□□□

(بقیہ: تحریک التوائے حج اور مفتی اعظم ہند) ''یہاں کے نجدیان بدلگام جو آج اس حال میں فرضیت حج یا لزوم ادا کی بانگ بے ہنگام محض نجدیت کے سبب اٹھا رہے ہیں خصوصاً بعض وہ جو زمیندار میں کالم کے کالم سیاہ کررہے ہیں اور ایڑی چوٹی کے زور لگائے جارہے ہیں۔ اور یوں اپنے آقائے نعمت ابن سعود کی نمک خواری کا حق ادا کرنا چاہتے ہیں۔ ذرا یہ دیکھیں کہ نجدی بھی اس سے اختلاف نہیں کرسکتا کہ امن شرط فرضیت حج ہے۔ ورنہ آج سے پہلے کیا جتنے نجدی مر گئے اور اس لیے انھوں نے حج نہ کئے کہ مکہ معظمہ، شریف حسین کے پاس تھا، کیا وہ اس کے نزدیک تارک فرض رہے۔ اور مدتوں حج نہ کرکے فاسق و فاجر مرے۔ اگر تمہارے نزدیک نجدیوں کے لئے ترکوں یا شریف حسین کے قبضے میں مکہ معظمہ ہونا نجدیوں کو ان سے محض بدگمانی کی بنا پر خوف قتل ونہب ہونا ان سے فرضیت حج ساقط کرتا ہے تو ہمارے لیے ظالم نجدی جس کے مظالم ظاہر و عالم آشکار ہیں ایسے مفتن کا وہاں ہونا کیوں عذر نہیں ہو سکتا۔ وجہ فرق بتاؤ۔ الحمد اللہ یہ ان مونھ زوروں کے موانھ پر ایسا بھاری پتھر ہے جس کے سبب گھٹ گھٹا کر رہ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو لب تک نہ ہلا سکیں گے۔'' [تنویر الحجۃ لمن یجوز التواء الحجۃ، ص ۲۳]

الحاصل تحریک التوائے حج صرف مفتی اعظم یا علمائے اہل سنت ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی آواز کا نام تھا جسے دبانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی مگر یہ رنگ لاکر ہی رہی بھلے ہی نجدی حکومت کے خلاف کوئی خاص معرکہ سر نہ ہوا البتہ یہ ضرور ہوا کہ حجاج اور اہل حجاز پر ظلم و ستم پر روک تھام ہوگئی۔ اور ان کے جان و مال ایمان محفوظ ہوگئے۔

اور رہے نمک خواران ابن سعود جو مسلمانوں کے خلاف کل بھی اسی طرح پروپیگنڈا کرتے رہے اور آج بھی اپنی قدیم روش پر قائم رہتے ہوئے اہل سنت کی مخالفت کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ لیکن اہل سنت کل بھی سربلند رہے اور آج بھی سربلند ہیں۔ اور آگے بھی سربلندی انہیں کا حصہ ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

□□□

تنقید و احتساب

توسل اور ندا بالغیب

تلمیذ ملک العلما حضرت مولانا حکیم سید شاہ تقی حسن بلخی فردوسی
فاضل الٰہیات، سجادہ نشین خانقاہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ، پٹنہ

حکیم سید شاہ تقی حسن بلخی جید عالم دین، کامیاب طبیب، مفسر، فقیہ، مصنف اور شاعر تھے۔ ۱۹۳۸ء میں اپنے والد غلام شرف الدین بلخی کے وصال کے بعد خانقاہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ پٹنہ کے سجادہ نشین ہوئے۔ ۱۹۷۲ء میں وصال ہوا۔ آپ کی سنہ پیدائش ۱۹۰۱ء ہے۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ یہاں وہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین فاضل بہاری کے شاگرد خاص رہے۔ جامعہ الٰہیات کانپور سے بھی الٰہیات اور ادیان عالم کی تعلیم مکمل کی اور سند فراغت لی۔ ادیان عالم اور الٰہیات کے موضوع پر سند اختصاص لینے کے ساتھ بہت سے موضوعات میں خصوصی دلچسپی رہی۔ جن میں ایسے موضوعات بھی ہیں جن پر آپ کو کمال بصیرت اور عبور حاصل تھا۔ ان میں مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحیٰ منیری کی ذات خصوصیت سے آپ کی دلچسپی کا موضوع رہی۔ مخدوم جہاں کی ذات، خدمات ار تصنیفات پر گہری اور وسیع نظر تھی۔ علم طب کے لیے آیورویدک یونانی طبیہ کالج دہلی میں داخلہ لیا۔ حکیم اجمل خاں کے شاگرد ہوئے۔ لیکن فراغت تکمیل الطب کالج لکھنؤ سے ہوئی۔ پروفیسر شپ کی سرکاری پیش کش قبول نہ کی۔ خانقاہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ میں باضابطہ مطب کا آغاز کیا۔ ایک کامیاب طبیب کی حیثیت سے مرجع خلائق رہے۔ مریضوں کا ہجوم اس قدر ہوتا کہ دیگر معمولات بھی متاثر ہوتے لیکن اسی پیشہ کو آپ نے ترجیحی ذریعہ معاش بنایا۔ حکیم سید شاہ تقی حسن بلخی شمس الہی ایک قادر الکلام خوش بیان خطیب تھے۔ طفل عمری سے ہی آپ نے اس پر ملکہ حاصل کرلیا۔ مزید جامعہ الٰہیات میں ادیان عالم کے تقابلی مطالعہ کے تقاضہ سے فن خطابت کی خاص تربیت دی گئی۔ ۱۹۷۰ء سے قبل شہر عظیم آباد میں بھی آپ کے بے شمار خطابات یادگار زمانہ ہیں۔ ذکر شہادت اور سیرت النبی کی مجالس میں آپ کی طرز خطابت سامعین کو مسحور و بے خود کر دیتی۔ محبت رسول میں خود بھی روتے اور مجمع بھی رقت انگیز ہوجاتا۔ زیر نظر مضمون اسی عشق رسول ﷺ کا آئینہ دار ہے جس میں استمداد رسول پاک ﷺ پر قرآن وحدیث کے علاوہ عقلی وسائنسی دلائل قائم کئے گیے ہیں۔ ارباب علم وفن اور اہل دانش کے لیے یہ تحریر کسی تحفہ وتبرک سے کم نہیں۔ افادہ عام کے لیے بہ نظر قارئین ہے۔

گذشتہ سے پیوستہ۔۔۔

اسی طرح علامہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدہ بردہ (جس قصیدہ کو تمام مدارس اسلامیہ میں بخاری و بیضاوی کی طرح سبقاً پڑھایا جاتا ہے اور اس قصیدہ کو بارگاہ رسالت ﷺ میں مقبول ہونے کی سند تاریخ بیان کی جاتی ہے۔) کا یہ شعر۔

اکرم الخلق مالی من الوذبہ
سواك عند حلول الحادث العمم

(اے تمام مخلوق سے کریم تر (رسول) سوائے آپ کے ایسا کوئی نہیں جو حادثات عامہ کے وقت جائے پناہ ہو)

دلائل الخیرات جس کا تمام خانوادوں میں پڑھنا کار ثواب

سمجھا جاتا ہے، اس میں بہ کثرت اس طرح کے الفاظ ملیں گے صرف ایک مصرع ملاحظہ ہو۔ ع

یارسول اللہ فَرِّج کربنا (یارسول اللہ ہماری پریشانیوں کو دور فرمائیے)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے نعت کا یہ مشہور شعر۔

اذا ماحل خطب مولھم
فانت لحصن من کل البلاء

(جب مجھ پر کوئی بھاری مصیبت آپڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کے لیے قلعہ حفاظت ہیں)

نواب صدیق حسن خاں مرحوم جو جماعت اہل حدیث کے قابل اعتماد اہل علم اور مبلغ تھے ان کا یہ شعر۔

انجح مرامی یاکریم کرائم
انت القدیر علی نفاذ رجائی
انت اللذی طابت الدنیا بطیبك یا
غوث اللھیف ومغنی السائل القاسی
مالی وراءك مستغاث فارحمنی
یارحمۃ للعالمین بکائی

ترجمہ: میری حاجب روائی کیجئے اے سب سے بڑے کریم، آپ میری امیدوں کے برلانے پر قدرت رکھتے ہیں، آپ کی ذات وہ ہے کہ آپ کی خوشبو سے دنیا معطر ہے، اے مصیبت زدوں کے مددگار، اور لیے ژولیدہ حال سائل کے حاجت روا، اے میرے لیے آپ کے سوا کوئی بھی فریادرسی کرنیوالا نہیں، پس مجھ پر رحم کیجئے۔ اے رحمت للعالمین میرے رونے پر (ترس کھائیے)

نواب صاحب نہ تو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے مدد خواہ نظر آتے ہیں بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھ کر ابن تیمیہ اور علامہ شوکانی کی طرف بھی دست مدد دراز کرتے ہوئے شرک و کفر نہیں محسوس فرماتے ملاحظہ ہو۔

زمرہ رائے در افتاد بارباب سنن
شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے
(نفح الطیب)

جماعت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وصحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں بھی ایسی محترم ہستیاں نظر آتی ہیں جو اس طرح کے خطاب کو بعد وفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غیر مستحسن نہیں سمجھتیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد مرثیہ کہا تھا اور جس کو حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مزار مبارک پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھا تھا اس کا ایک شعر ہے۔

یاخاتم الرسل صفوۃ
صلی علیك منزل القرآن

(در منشور)

(اے خاتم المرسلین! جن کی ذات مبارک ہے اور خالص ہے، آپ پر قرآن اتارنے والے کا درود وسلام)

اسی طرح حضرت صفیہ نے جو مرثیہ بعد وفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جس کی سماعت فرمائی تھی اسی مرثیہ کا یہ ایک شعر ملاحظہ ہو۔

الایارسول اللہ انت رجاونا
وکنت بنابراولم تك جافیا

(مواہب لدنیہ)

(یارسول اللہ آپ سے میری امیدیں وابستہ ہیں اور آپ ہمارے ساتھ بھلائی کرتے تھے، ضرر رساں نہ تھے۔)

اس طرح کے نعتیہ اشعار تو بہت کثرت سے حضرت حسان، سعدی، جامی، فرد، اقبال، حالی، حسرت، جوہر، وغیرہ وغیرہ کے ملیں گے جسے سامنے لایا جاسکتا ہے۔ مگر طول کلام کی وجہ سے قلم انداز کرتا ہوا، اصل مسئلہ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ یہاں تک اشعار سے سند اس لیے لائی گئی چونکہ دعوت میں شعر ہی کو سامنے رکھ کر یہ مسئلہ چھیڑا گیا تھا۔ اور انشاء اللہ احادیث بعد کو لکھوں گا اور دیگر شواہد بھی میں پیش کروں گا۔

یہ عرض کرنے کو جی چاہتا ہے کہ اس فتویٰ کو تسلیم کر لینے پر حج ایسا فریضہ جو کفارۂ ذنوب وعصیان ہے، سبب شرک بن کر باعث ارتداد بنا جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ پیشتر خوش نصیب

اس موقع پر مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا میں روضہ اقدس پر حاضر ہو کر اور بہ مصداق اس حدیث، مزار مقدس سے توسل حاصل کرنا باعث سعادت سمجھتے ہیں۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ وسلم یقول من زار قبری کنت لہ شفیعاً (بیہقی)۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی، ہم اس کی شفاعت کریں گے۔

اور اسی حدیث کو دار قطنی نے **وجبت لہ شفاعتی** (میرے لیے اس کی شفاعت واجب ہوجاتی ہے) کے الفاظ سے روایت کیا ہے نیز ابن عدی کی روایت تو اس سے بھی زیادہ بلیغ ہے کہ **من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی** (جس نے بیت اللہ کا حج ادا کیا اور اس نے اگر میرے قبر کی زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر جفا کی) اور ظاہر ہے کہ یہاں کی حاضری کیوں نہ ضرور ہو، کہاں کی حاضری اور کس کی قربت۔ وہاں مٹی پتھر کا ڈھیر نہیں ہے۔ وہاں محبوب رب العالمین رحمۃ اللعالمین ہی تو آرام فرمارہے ہیں۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و با یزید ایں جا

جیسا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے کہ ایک دن مروان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف جانکلا اس نے دیکھا کہ ایک شخص قبر مبارک پر منہ رکھے ہوئے (عرض حال کررہا ہے) مروان نے کہا یہ کیا کررہے ہو؟ اور یہ کہتے ہوئے جب سامنے آیا تو اس نے دیکھا کہ یہ تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان سے فرمایا **جئت رسول اللہ ﷺ ولم آت الحجرۃ** (میں مٹی پتھر کے ڈھیر کے پاس نہیں آیا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں)

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہما میں حاضری کی غرض در و دیوار کو دیکھنا نہیں ہے بلکہ۔

پرے ہے سرحد ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

کچھ حج کے ارکان ہیں، کچھ مزار مقدس پر زیارت کے آداب ہیں۔ روضہ اطہر پر حاضر ہو کر عرض حال کی گنجائش نہ سہی، صلوٰۃ و سلام تو پڑھا جاتا ہے۔ اور ضرور پڑھا جاتا ہے اور پڑھنا بھی چاہیے۔ اور نہ صرف آپ پر بلکہ صاحبین حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مواجہہ میں آپ پر بھی، آخر اس کے بھی تو الفاظ ہیں۔ وہاں بھی تو صریح مخاطبت موجود ہے اور السلام علیکم یارسول اللہ ہی کہا جاتا ہے۔ اللہ اللہ اس فتویٰ شرک و کفر پر ان مراسم دینیہ کے بجالانے کے بعد یہ بیچارے حاجی کہاں سے کہاں جا پہنچتے ہیں۔ بقول داغ مرحوم۔ ع

میں توبہ کرکے اور گنہگار ہوگیا

سماع موتی کی بحث اور قوت سماعت کی تحدید و مشکل کشائی کی تعبیر:

اس پائمال بحث پر ایک دوسری نوعیت سے قلم اٹھانا چاہتا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ اس مسئلہ پر ایک دوسری حیثیت سے روشنی ڈالی جائے۔ اگر اس بحث کو نہ لاتا تو یہ مضمون تشنہ رہ جاتا۔ مگر اصل مسئلہ کو واضح کرنے کے قبل یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ اہل سنت و جماعت کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ موثر حقیقی ساری طاقتوں، قوتوں کا مالک، سرچشمہ، مسبب الاسباب، صرف باری تعالیٰ جل مجدہ ہے۔ جو اپنی صفتوں میں یکتا و بے مثال ہے متجمع جمیع صفات کمالیہ ہے۔ اس کی ساری صفتیں قدیم اور ذاتی ہیں بقیہ اور کل چیزوں کی صفتیں یہ ذاتی نہیں وہبی ہیں۔ عطیہ خداوندی ہیں بالذات نہیں، بالغیر ہیں حقیقی نہیں، مجازی ہیں اور سارے احکامات اللہ تعالیٰ کے حکم و مشیت و اذن کے تابع ہیں **یصیب بہ من یشاء من عبادہ** اپنے بندہ کے حق میں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے **جل اللہ الامر جمیعا۔**

اگر کسی ہستی کو موثر، نافع، ضار، ہادی، مضل، محی، ہالک، مشکل کشا، وغیرہ وغیرہ کہا جاتا ہے تو وہ مجازی ہے اور صرف مجازی۔ اگر کوئی شخص کسی چیز، کسی شخص کسی ہستی کی طرف اللہ

تعالیٰ کے علاوہ ان صفات کی نسبت حقیقی وذاتی مانتا ہے تو بیشک یہ شرک ہے۔ اور اس کا ماننے والا مشرک ہے، اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں عرض کر رہا ہوں حضرت شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی ''اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ'' میں ارقام فرماتے ہیں کہ ''وجہ تطبیق آنست کہ تاثیر بالذات منفی عنہ است واعتقاد آن از امور جاہلیت است ۔ وموثر در کل اشیا اللہ تعالیٰ است وہمہ بخلق وتقدیر اوست واثبات آں اشیا بجریان عادت الٰہیہ است کہ پیدا کردہ وآنہارا اسباب عادیہ ساختہ''

آیئے اس کو چند مثالوں سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ پہلے صفت وجود ہی کو لے لیجئے۔ موجود اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ بھی، انبیاء کرام علیہ السلام بھی ہیں، شیطان لعین بھی ہے کعبہ وبت خانہ بھی ہے، وجود کی نسبت سب کی طرف ہے۔ مگر اللہ کا وجود حقیقی ہے ذاتی ہے۔ وہبی نہیں اور بقیہ کل مخلوقات موجودات ممکنات کا وجود بالغیر ہے۔ وہبی ہے عطیہ ہے، واجب الوجود کی طرف سے۔

ہادی ومضل اللہ تعالیٰ ہے۔ ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد۔ (۱۱/ ۱۳) مگر ایک نبی ورہبر کو آپ ہادی ہی کہتے ہیں۔ لکل قوم ھاد یا قرآن نے مضل غیر اللہ کو بھی بتلایا ہے قد ضلو اکثیرا۔ (۲۹/۱۲) میں یہ نسبت غیر اللہ ہی کی طرف ہے۔

نافع وشافی، بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر قرآن نے فیہ شفاء للناس ۔ (۱۴/۱۵) کہہ کر شہد کو شافی ہی بتلایا اور شراب کو نجس ہوتے ہوئے فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما (۲/۱۱) کہہ کر ان کے نافع ہونے سے انکار نہیں کیا۔ آپ دن رات خود دواؤں کی خاصیت لکھتے ہوئے کسی کو نافع کسی کو ضار کسی کو ہالک کہتے ہوئے کوئی شرک نہیں محسوس فرماتے۔

خالق ومحی اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی نسبت اسی کی طرف ہونی چاہیے۔ وانہ یحی الموتی وانہ علی کل شئی قدیر (۱۷/۸) خالق کل شئی فاعبدوہ (۱۹/۷) مگر قرآن نے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اس کی نسبت ان کی طرف کردی انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابرئ الا کمہ والا برص واحی الموتی باذن اللہ (۱۳/۳) دیکھئے تخلیق طیر واحیاء موتی کی نسبت حضرت عیسیٰ اپنی طرف فرمارہے ہیں۔

بے شک اولاد کا دینا اسی پاک پروردگار کا کام ہے، مگر اس سائنسی دور میں ایک عورت بغیر ازدواجی زندگی حاصل کئے او وظیفہ زوجیت ادا کئے بغیر ایک ڈاکٹر کے پاس حصول اولاد کے لئے انجکشن لگانے چلی جاتی ہے اور آپ اسے شرک نہیں کہتے اور کیسے کہہ سکتے ہیں۔ براویت قرآن مجید حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت مریم کے پاس آکر لاھب لك غلامازکیا (۱۶/۵) کہہ جاتے ہیں، دیکھا آپ نے یہاں حضرت جبرئیل لڑکا دینے کی نسبت اللہ کی طرف نہیں اپنی طرف فرمارہے ہیں۔

مقدرات اللہ کا مالک حقیقی لاریب اللہ اور صرف اللہ ہی ہے وہی اس میں ترمیم وتنسیخ کرسکتا ہے اور کرتا ہے یمحو اللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب (۱۳/۱۲) رضاء الٰہی میں کس کو جرأت ہوسکتی ہے کہ پر مار سکے۔ حریم قدس میں کس کی مجال کہ دو قدم آگے جاسکے جہاں جبریل امین سا مقرب فرشتہ ''فروغ تجلی بسوزد پرم'' کہہ کر چیخ اٹھے وہاں کس کی جرأت کہ بڑھ کر پردہ اٹھا سکے۔ مگر کیا کیجئے کہ اسی کے اذن سے، اسی کے حکم سے، اسی کی اجازت سے ہی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کی نگاہ ناز مقدرات الٰہیہ سے بھی جا ٹکراتی ہے بقول اقبال مرحوم۔ ع

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

آپ اسے اقبال کی شاعری کہہ کر مضحکہ نہ اڑایئے۔ ایک ایسی ہستی بھی ہوسکتی ہے اور ہے بھی جو نور دیدہ فلک، قرۃ العین انسان وملک۔ نور روشنائی جسم لطیف واز انسان العین لطیف وشریف، ہو اور رضائے الٰہی خود اس کی رضا وخوشی کی متمنی ہو ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اجابت از در حق بہر استقبال می آید، وہ ایسا مستجاب الدعوات ہو

کہ مجیب الدعوات خود اس کی جبین ناز کو سجدہ نیاز مندی میں جھکا ہوا دیکھ کر ادفع راسك سل ماتعطی (سر اٹھاؤ مانگو کیا مانگتے ہو) کہہ اوٹھے۔ مقدرات الٰہیہ بھی اس کی لب کشائی کا خیر مقدم کرنے کو اہلاً وسہلاً کہتے ہوئے پردہ اجابت سے باہر نکل آئے اور دیکھنے والے کہہ اٹھیں کہ بیشک لایرد القضاء الالدعاء (حصن حصین) (قضا کو نہیں بدل سکتی مگر دعاء) یاانس اکثر من الدعاء فان الدعاء یرء القضاء المبرم (کنزل العمال) اے انس دعا کثرت سے کیا کرو اس لیے کہ دعا قضاء مبرم کو بدل دیتی ہے۔ پس ایک مستجاب الدعوات کے سامنے اگر کوئی شخص ایک اولاد کی تمنا لے کر اور یہ سمجھ کر کہ میری زبان ناپاک ہے اس کی زبان مقدس اس کی دعاؤں کی قبولیت کی توقع اور میری دعاؤں کے رد ہونے کی امید یہ عرض کرے کہ

آنا نکہ خاک را بنظر کیما کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

تو کیسے شرک و کفر ہو جائے گا؟

پھر یہ صفتیں بھی جو ممکنات و مخلوقات سے وابستہ ہیں اضافی ہیں۔ ان وسایط وذرایع کی قوت وضعف کی وجہ سے قوی وضعیف ہو سکتی ہیں۔ کم و بیش ہو سکتی ہیں اور ہوتی ہیں۔ مثلاً عرض ہے کہ صفت علم وسماعت وبصارت کو لے لیجئے آپ کس قدر فرق مراتب پائیں گے۔ ایک شخص قریب کی چیز بھی دیکھنے میں دقت محسوس کرتا ہے اور قریب کی آواز بھی مشکل سے اس کے کانوں تک پہنچتی ہے اور دوسرا شخص بعید اور دور کی چیزوں کو آوازوں کو بآسانی دیکھ اور سن سکتا ہے۔ یہ تو دن رات کا مشاہدہ ہے۔ اس لیے آپ اس کی تحدید نہیں کر سکتے۔ فاصلہ مقرر نہیں کر سکتے۔ خصوصاً اب تو اس ایٹمی و برقی دور میں اور بھی مشکل ہے۔

دیکھئے نا! آخر آپ آلات رسل ورسائل کے ذریعہ کتنی دور اپنی آواز بھیجتے اور پہنچاتے ہیں اور نہ صرف بعید مقامات سے آواز سنتے ہیں بلکہ ٹیلی ویژن کے ذریعہ متکلم کو دیکھتے بھی ہیں۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ایسا مشاہدہ سامنے آجاتا ہے کہ ان کے اسباب خفیہ کی طرف ذہن بھی منتقل نہیں ہوتا۔ طبقہ مشائیں کو تو چھوڑیئے جو اپنی قوت مخصوصہ سے کام لے کر قرب وبعد ودوری ونزدیکی کے مسئلہ کو دوسری طرح طے کرتے ہیں۔ اور ان وارفتگاں عشق ومحبت اور ان قلندران مست الست کو بھی الگ رکھے جو

الٹے ہی چال چلتے ہیں دیوانگان عشق
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے

مگر آپ اس روایت کو تاریخ سے کس طرح ہٹا دیجئے گا جو حضرت عمر کی طرف منسوب ہے اور جس کو بیہقی نے بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ: حضرت عمر نے جہاد کے لیے ایک لشکر مدینہ منورہ سے بہت دور بھیجا تھا اور امیر لشکر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا۔ ایک دن ممبر پر خطبہ دیتے ہوئے اثنا، خطبہ میں پکار اُٹھے یا ساریہ الجبل یا ساریہ الجبل وسط خطبہ میں یہ بے محل لفظ دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حیرت ہوئی مگر چپ ہو رہے۔ اس کے بعد جب اس لشکر سے حضرت ساریہ کا مرسلہ قاصد بارگاہ خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس باریاب ہوا اور خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں کا حال پوچھا کہ وہاں کیا حال ہے اس نے بیان کیا کہ دشمنوں سے سخت مقابلہ ہوا اور قریب تھا کہ ہم لوگوں کو شکست ہوتی، اتنے میں ایک آواز آئی اور کوئی پکارنے لگا یا ساریہ الجبل یا ساریہ الجبل اور ہم لوگ پہاڑ کی طرف سے ہشیار ہو گئے اور ہم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح اور ان لوگوں کو شکست دے دی پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ آپ ہی تو یا ساریہ الجبل پکار رہے تھے۔

اس وقت نہ تو ٹیلیفون سامنے تھا اور نہ وائرلس، نہ لاسکی کے یہ محیر العقول سامان، حضرت ساریہ میں یہ قوت نہ سہی کہ بارگاہ خلافت تک عرض حال کر سکیں۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ قوت وہبی تو ضرور سمجھی جا سکتی ہے کہ بلا ٹیلی ویژن اتنی دور سے موقع جنگ کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ نیز وائرلس، لاسکی، ٹیلیفون یا موجودہ برقی قوت موجود نہ ہوتے ہوئے بھی اتنی دور اپنی آواز پہنچا سکتے تھے، بلکہ پہنچا رہے تھے گو اب اس سائنسی دور میں یہ دن رات کا مشغلہ ہو کر رہ گیا ہے۔

(باقی آئندہ)

تحریک التوائے حج اور مفتی اعظم ہند

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

گذشتہ سے پیوستہ:

التوائے حج کا اعلان:

الغرض حجاز مقدس سے نجدی حکومت کو ختم کرنے یا کم سے کم اس کی طاقت کو کم کرنے کے لئے جب کوئی اور سبیل نظر نہیں آئی تو علمائے اہل سنت نے التوائے حج کا اعلان کر دیا۔

حضور مفتی اعظم ہند فرماتے ہیں:

"جب یہ معلوم ہولیا تو ہم کہتے ہیں اور بجزم و یقین کہتے ہیں کہ آج جب کہ حجاز مقدس میں ابن سعود منحوس و نامسعود مخذول و مطرد و مردود اور اس کے ہمراہیان نامحمود کا نحس ورود ہے اور حسب بیان سائل فاضل و دیگر کثیر حضرات حجاج و افاضل امان مفقود ہے فرضیت ساقط ہے یا ادا غیر لازم ہے کہ اللہ عزوجل نے حج اسی پر فرض فرمایا ہے جو استطاعت رکھتا ہو اور یہاں سرے سے استطاعت ہی نہیں۔۔۔۔۔۔۔ کسی سے مخفی نہیں کہ نجس ابن سعود اور اس کی جماعت تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک جانتی ہے اور ان کے اموال کو شیر مادر سمجھتی ہے، ان کا یہ عقیدہ خبیثہ اور ان کا قتل و نہب مسلمین کا عادی ہونا ہی مسلمانوں کے ان سے خوف ضرب، نہب و قتل و غارت کا کافی ذریعہ ہے۔ اور اب جب کہ وہ سب ان خبثا نے کر کے دکھا دیا جس کی ان کے اس ملعون عقیدے سے قوی امید ہوسکتی تھی تو اب تو عدم امن پر تعین کامل ہو گیا، جب ظن غالب ہی سقوط فرضیت یا عدم لزوم ادا کے لیے کافی ہے کہ ظن غالب فقہیات میں ملحق بالیقین ہے۔ [تنویر الحجہ لمن یجوز التواء الحجہ، ص ۹،۱۰]

مزید فرماتے ہیں:

"تو یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر دفع شر اشرار لئام نا ممکن ہو تو کسی کے نزدیک بھی اس وقت حج کرنا فرض نہیں رہتا۔ اب ہر وہ شخص جس کے سر میں دماغ، دماغ میں عقل اور پہلو میں دل، اور دل میں ذرا سا انصاف، اور چہرے پر آنکھیں اور آنکھوں میں حق کی روشنی، کان اور کانوں میں قوت سمع موجود ہے، دیکھتا ہنستا سمجھتا اور اعتراف کرتا ہے کہ آج ان نجدیان نا فرجان کے اس فتنے کی روک تھام حاجیوں سے ممکن نہیں تو کس طرح ان پر حج کرنا فرض ہوگا۔

گرامی برادران: یہ تو آفتاب نصف النہار کی طرح ہر ذی عقل پر روشن و آشکار ہولیا کہ ان دنوں آپ پر حج فرض نہیں۔ یا ادا لازم نہیں، تاخیر روا ہے۔ اور یہ ہر مسلمان جانتا ہے اور اپنے سچے دل سے مانتا ہے کہ اس نجدی علیہ ما علیہ کے اخراج کی ہر ممکن سعی کرنا اس کا فرض ہے۔ اور یہ بھی ہر ذی عقل پر واضح ہے کہ اگر حجاج نہ جائیں تو اسے تارے نظر آجائیں۔ نجدی سخت نقصان عظیم اٹھائیں۔ ان کے پاؤں اکھڑ جائیں۔ آپ کے ہاتھ میں اور کیا ہے یہی ایک تدبیر ہے جو ان شاء اللہ کارگر ہوگی۔ اب آپ ہی پر فیصلہ ہے کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔۔۔۔۔ حج کو جو مسلمان جائے گا حج کرلے گا حج تو ہو جائے گا مگر ہر عاقل کے نزدیک طاعت ایسے طور پر کرنی چاہیے جس سے اللہ عزوجل راضی ہو، طاعت سے جو مقصود ہے وہ حاصل ہو۔ نہ یوں کہ معاذ اللہ معاصی پر شامل ہو۔ یہ تھا حق کا پیغام۔ آگے آپ جانیں اور آپ کا کام۔ والسلام خیر ختام

کتبہ عبدہ المذنب الفقیر مصطفی رضا

محمد القادری البرکاتی النوری الرضوی البریلوی غفرلہ مولاہ العلی والقوی وحقق املہ واصلح عملہ بفیضہ العلی آمین۔[تنویر الحجۃ لمن یجوز التواء الحجۃ. ص ۲۵،۲۴،۱۲ | ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۴۵ھ

حضور صدر الافاضل فرماتے ہیں:

''ایک صاحب شوکت ان بلاد پر مسلط ہے اور مسلمانوں کا قتل اس کے عقیدے میں عبادت ہے وہ تمام جہان کے مسلمانوں کو مشرک واجب القتل سمجھتا ہے اور مسلمان اس کا مقابلہ کرنے سے اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں تو ایسی حالت میں غلبہ متحقق ہوا اور حج کی ادائیگی فی الفور لازم نہ رہی اور جب تک یہ فتنہ دفع ہو یا کوئی صورت امن واطمینان پیدا ہو حج کا التوا جائز ہوگا اور شریعت اس پر مطالبہ ومواخذہ نہ فرمائے گی ایسی حالت میں جب کہ شریعت سے التوا کی اجازت ہے اور اس التوا سے دشمن کی قوت کم ہونے بلکہ اس کے قدم اکھڑ جانے کی امید ہے یقیناً ہر مسلمان جو حرمین طیبین کی حمایت وحفاظت کا شیدائی ہے حج کے التوا میں دشمن کی طاقت کم کرنے کے لئے پوری سعی کرے گا۔''

[السواد الاعظم مراد آباد، رجب المرجب ۱۳۴۵ھ ص ۱۴، ۱۵]

مولانا محمد عبد الحامد قادری ناظم انجمن تبلیغ الاسلام ورکن جمعیت علما ہند لکھتے ہیں:

''اس وقت جو بحث ایک حقیقت ثانیہ کی صورت میں دائر ہے وہ ابن سعود کے انتہائی مظالم اور مناسکِ حج میں خلل اندازی اور پر خوف وخطر طرزِ عمل اور عالم اسلامی کے مسلمانوں کو مباح الدم، مشرک، کافر سمجھنے کی ہے، جس کی بنا پر تحریک التوا وتاخیر حج شروع ہوئی ہے اور یہ ایک تاریخی وفقہی شہادت وحقیقت ہے کہ بعض حالات میں حج کے ادا میں تاخیر والتوا کیا گیا اور کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ مناسک وارکانِ حج میں خلل پڑتا ہو۔ اور حاجی کے لیے امن طریق وزادِ راہ اور جان کی خیریت اور سلامتی کا اطمینان نہ ہو اور مخالف قوت وباعثِ قوت وطاقت حاجی وزائر کے مقابلے سے زائد اور اس کے لیے موجب ہول وخطر ہو۔۔۔

مسلمانو للہ غور کرو! کہ اس وقت حاجیوں کے لیے مناسک ومعمولاتِ حج ادا کرنے میں بھی امن کہاں ہے دیکھو اور رئیس الوفد کی مرتبہ رپورٹ پڑھو تو تم کو اور حقائق وکوائف بھی ایسے معلوم ہو جائیں گے جن کے علم کے بعد پھر مسئلہ صاف ہو جائے گا کہ نجدیوں کا عہد حجاز وحرمین کو پر خطر اور حج کے موسم کو بھی پر خوف بنا رہا ہے۔ اور نجدی عام طور پر ہم تم سب مسلمانوں کو کافر ومشرک کہتے سمجھتے ہیں۔ پھر وہ ہم کو حج وعبادت کیا کرنے دیں گے۔ ۔۔۔اور معمولی معمولی باتوں پر نجدیوں کی مار پیٹ اور اس قتل وموت کے واقعات کا ہونا اس کے بعد خدارا سوچو، سمجھو کہ نجدیوں کے عہد میں بجز ہلاکت اور ٹیکسوں، رشوتوں، میں مال ضائع کرنے کے ہر قسم کی سختی تکلیف اٹھانے کے حاجیوں کو اور کیا آرام ملتا ہے۔ پس صاف طور پر اعلان کر دو کہ اب قصد حج موخر وملتوی کر دینا ضروری ہے اور نجدیوں کے حجاز سے اخراج واستیصال کے لیے یہ حربہ استعمال کرنا حرمین وحجاز کی خدمت ہے۔''

[۷ر جنوری ۱۹۲۷ء ص ۱۱]

لکھنؤ میں مہاراجہ محمود آباد کی صدارت میں ہوئے جلسہ کی روداد بیان کرتے ہوئے التوائے حج سے متعلق اخبار لکھتا ہے:

''لکھنؤ ۲۹ر نومبر جدہ کی ان موصول شدہ اطلاعات کی بناء پر کہ ابن سعود روضۃ الرسول کے ایک حصہ کو منہدم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے کل مہاراجہ محمود آباد کے زیر صدارت ایک جلسۂ عام منعقد ہوا۔ مہاراجہ صاحب نے صدارتی تقریر میں بیان کیا کہ اگر ابن سعود نے اپنے ارادوں کو عمل کا جامہ پہنایا تو اس سے دنیائے اسلام کو اس قدر سخت نقصان پہنچے گا جس کا تصور محال ہے۔ اور یہ دنیائے اسلام کی شدید ترین توہین ہوگی۔ جلسہ کے اختتام پر جناب مولانا قطب الدین عبد الوالی نے اہل سنت والجماعۃ کی طرف سے اور شمس العلماء مولانا ناصر حسین صاحب اہل التشیع کی طرف سے فتوی دیا کہ عارضی طور پر حج کو ملتوی کیا جائے۔[۱۴ر دسمبر ۱۹۲۶ء ص ۸]

ہند و پاک ہی نہیں بلکہ دیگر ممالک میں بھی التوائے حج کی تحریک اٹھائی گئی۔ جیسا کہ اخبار الفقیہ نے لکھا ہے:

"علماے کرام نے فتوی دیا ہے کہ جو حالات اس وقت حجاز میں رونما ہیں التوائے حج کی اجازت ہے۔ اور وہابیوں کے مظالم سے حجاز کو آزاد کرنے کا واحد ذریعہ ہمارے پاس التوائے حج ہی ہے۔ مختلف ذرائع سے اس تحریک حج کی تائید ہو رہی ہے لہٰذا توقع کی جاتی ہے کہ امسال بہت ہی کم حاجی ہندوستان سے جائیں گے مصر، شام، یمن، ایران اور جاوا، سے بیانات موصول ہوئے ہیں جس میں التواے حج کی تحریک کی تائید کی گئی ہے۔"

[۱۴؍ دسمبر ۱۹۲۶ء، ص ۹]

محرکین التواے حج کے خلاف نجدی ہوا خواہوں کی فتنہ انگیزیاں اور ان کا سد باب:

التواے حج کی تحریک کوئی ڈھکی چھپی سازش نہیں تھی بلکہ ایک احتجاجی مہم تھی جو کھل کر ہی کی جاسکتی تھی۔ اس کے بارے میں ہر حساس شخص واقف تھا اسے معلوم تھا کہ ہندو پاک ہی نہیں بلکہ ملک شام، یمن، ایران، مصر، جاوا، اور دیگر ممالک سے بھی اس تحریک کو اٹھایا گیا ہے۔ اور اس کا بنیادی مقصد حجاز مقدس سے نجدی حکومت کے ناجائز قبضہ کو ہٹانا اور مسلمانوں کے ساتھ خاص کر حجاج کے ساتھ نجدی وحشیانہ سلوک کو روکنا تھا۔ یہ تحریک جہاں کامیابیوں کی طرف بڑھ رہی تھی وہیں ابن سعود کے وفادار، بذلہ خوار، زر پرست، افراد اس تحریک کو ناکام کرنے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف اور زبان و قلم سے تحریک التواے حج کی مخالفت کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

حضور صدر الا فاضل فرماتے ہیں:

"جب سے حج کے التوا کی گفتگوئیں ہندوستان میں ہوئی ہیں نجدیوں کو پریشانی لاحق ہوگئی ہے۔ ان کے ایجنٹ بھی ہندوستان آرہے ہیں اور ان کے ہندی ہوا خواہ بھی دھوم مچار ہے ہیں، اور طرح طرح سے لوگوں کو ورغلاتے پھر رہے ہیں۔ لیکن برسوں تک نجدی کے افعال پر پردہ ڈالنے اور اس کے مظالم کو چھپانے اور اس کی ستم انگیزیوں کی تاویلیں گھڑنے اور خلق خدا کو دھوکہ دینے کا یہ اثر ہے کہ اب وہابیوں کی تقریر تحریر فتوی کچھ موثر نہیں۔ اور مسلمان خوب اچھی طرح پہچان گئے ہیں کہ یہ وہی فریبی ہیں جو برسوں تک مسلمانوں کو دھوکہ دیتے رہے اور حرمین طیبین کو انہوں نے اپنے پیر مغاں سے برباد کرا دیا۔ لہٰذا حامیان ابن سعود وہابیہ ہند خواہ وہ غیر مقلد ہوں یا دیوبندی اس باب میں کچھ بھی کہیں ان کی بات اصلا قابل التفات نہیں کہ نجدی کی حمایت کے واسطے ہر قسم کا دھوکہ دینا ان کا شعار ہے مسلمان آگاہ ہیں اور آگاہ رہیں۔"

[السواد الاعظم مراد آباد، رجب المرجب ۱۳۴۵ھ، ص ۱۵]

نجدی ایجنٹ عوامی سطح پر یہ پروپیگنڈا کر رہے تھے کہ لیجیے اب ابن سعود کے مخالف علما نے حج جیسی عظیم عبادت سے لوگوں کو روکنے کا اعلان کر دیا۔ بلکہ اخبار زمیندار میں تو یہاں تک لکھ دیا گیا کہ، اب بریلوی علما (علماے اہل سنت) بجاے کعبہ کے لندن جا کے طواف کریں۔ جس پر تنقید کرتے ہوے اخبار الفقیہ نے لکھا تھا کہ:

"زمیندار کے بعض نامہ نگار شاعر علماے بریلی ایدھم اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہوئے یہ حماقت بھی چھانٹتے ہیں کہ علماے بریلی اب بجاے کعبہ کے لندن کا طواف کریں یہ ضرورت سے زیادہ گروہ حمقا اپنے آپ میں شرمندہ بھی نہیں ہوتا کہ یہ مسلک اور مذہب تو ان کے گرو گھنٹال کا ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ

بجائے کعبہ خدا آج کل ہے لندن میں
وہیں پہنچ کے ہم اس سے کلام کرلیں گے

علماے بریلی کا تو یہ عقیدہ ہے کہ اگر خدا نخواستہ بجاے شیاطین نجد جیسے مخفی کافروں کے کسی ظاہری کافر کی سلطنت بھی عرب میں ہو یا اگر شیاطین نجد علیہم ما علی الشیخ النجدی کعبہ مطہرہ کو مسمار بھی کر دیں تو ہمارا کعبہ وہ ارض مقدس ہے جس پر تعمیر کعبہ ہے تحت الثری سے ثریا تک۔ اس جگہ کی ہوا بھی کعبہ ہے، لندن جانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں تم لوگ واقعی ان دنوں میں لندن کا طواف کر چکے ہو جب کہ کعبہ مطہرہ پر شریف حسین کا تسلط تھا۔ وہی فریضہ حج جو آج نجدی ایجنٹوں کے نزدیک ضروری واجب الادا ہے ان دنوں واجب الترک تھا۔ چنانچہ اسی

پرزور دیا جاتا تھا اس لئے کہ گروگھنٹال کا خدا لندن میں تھا خدا بھی ان کا عجیب کھلونا ہے جو کئی سال تک تو لندن میں رہا اور اب جب کہ کعبہ مطہرہ پر اعداء اللہ واعداء الرسول قابض ہیں تو وہ پھر کعبہ میں آدھمکا۔‘‘ [۱۴؍ جولائی ۱۹۲۵ء ص ۵]

آخری بات:

۱۹۲۶ میں جب علمائے اہل سنت نے یہ تحریک چلائی تو مخالف جماعتوں نے پوری جماعت اہل سنت کے خلاف آواز اٹھائی تھی لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا علمائے اہل سنت کے ناموں میں کمی ہوتی چلی گئی اور جیسے ہی اکیسویں صدی شروع ہوئی مخالف جماعتوں نے تحریک التوائے حج کے جملہ محرکین، مویدین، معاونین کے نام حذف کر کے صرف ایک نام باقی رکھا اور وہ نام ہے شہزادۂ حضور اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خاں علیہ الرحمہ کا، مخالفین اپنی تحریروں، اپنی تقریروں میں اب یہ باور کرانے کی کوشش میں مصروف ہیں کہ بریلی کے مفتی اعظم نے لوگوں کو حج جیسی عظیم عبادت سے روکا تھا۔ اور حوالے میں حضور مفتی اعظم کی کتاب مستطاب ’’تنویر الحجہ لمن یجوز التواء الحجۃ‘‘ کو پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ التوائے حج کی تحریک میں مفتی اعظم ہند تنہا نہیں تھے ان کے ساتھ علمائے اہل سنت کی اکثریت تھی۔ جیسا کہ سابقہ اوراق میں ہم بیان کر آئے ہیں۔ مزید شہادتیں اس دور کے اخبارات میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ تو کیا بات ہے کہ التوائے حج میں صرف اور صرف مفتی اعظم ہی مجرم قرار دئے جائیں، ہند و پاک اور دیگر ممالک کے مشاہیر پر کوئی حکم عائد نہ ہو۔ نیز حجاج کے غیر مامون و محفوظ ہونے پر حج کو ملتوی کرنے کا حکم دینا اگر جرم اور گناہ ہے تو سن ۶ ہجری سے، ۱۲۱۹ھ تک متعدد بار حج کے ملتوی کرنے والوں کے خلاف کوئی آواز کیوں نہیں اٹھائی گئی۔؟ علاوہ ازیں کیا مخالفین کو یہ نہیں معلوم کہ جب حجاج کے جان و مال محفوظ نہ ہوں تو ان پر حج فرض نہیں ہوتا۔ بالکل معلوم ہے اور مخالف جماعتوں کے پاس اس کے انکار کی کوئی سبیل بھی نہیں ہے۔ کیوں کہ ان کی عام کتابوں میں بھی حج کے شرائط میں سے ایک شرط ’’امن‘‘ بھی لکھی ہوئی ہے۔ تو اگر اسی شرط کے مفقود ہونے کے سبب علمائے اہل سنت خاص کر مفتی اعظم ہند نے التوائے حج کا فتوی دیا تو کون سا جرم کیا؟ کیا بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں حجاز مقدس پر خاص کر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر نجدی ریشہ دوانیاں، قرامطہ اور وہابیہ کی سابقہ فتنہ انگیزیوں سے کم تھیں؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر کیا بات ہے؟ کہ سابقہ تحریکات سے قطع نظر اسی تحریک کی مخالفت کی گئی اور ماقبل تحریک کے محرکین کو نظر انداز کر کے صرف اور صرف مفتی اعظم ہند کو ہدف تنقید بنایا گیا۔ اگر یہ کہہ کر دامن چھڑانے کی کوشش کی جائے کہ سابقہ ادوار میں واقعی امن کی شرط مفقود تھی اور اس دور میں امن تھا۔ تو یہ سراسر جھوٹ اور تاریخ مسخ کرنے والی بات ہوگی۔ کیوں کہ بیسویں صدی کے اوئل کی تاریخوں کے اخبارات مشاہد ہیں کہ کس طرح عبد العزیز ابن سعود اور اس کے نجدی حواریوں نے حجاز مقدس پر غاصبانہ قبضہ کیا، اور کس کس طرح اہل حجاز خاص کر اور عموما حجاج کرام پر ظلم وستم کئے۔ حجاج کا نہ مال محفوظ تھا نہ جان محفوظ تھی، حد تو یہ کہ ایمان بھی محفوظ نہیں تھا۔ سابقہ اوراق میں اس کی چند جھلکیاں ہم پیش کر آئے ہیں۔ طرفہ تماشا یہ کہ اس تحریک سے تین سال قبل شریف حسین کے دور میں سیاسی سطح پر ہندوستان سے التوائے حج کی تحریک چلائی گئی، حضور مفتی اعظم ہند نے ۱۳۴۲ھ میں ایک کتاب ’’حجۃ واہرہ بوجوب الحجۃ الحاضرۃ‘‘ کے ذریعہ اس کی زبردست تردید فرمائی۔ اور خلاف شرع التوائے حج کا حکم دینے والے نام نہاد مفتیوں کے خلاف احکام شرع بیان کر کے ان کی اس تحریک کا سد باب فرمایا۔ لیکن مخالف جماعت نے اس کی مخالفت در کنار ذکر تک نہیں کیا، کیوں؟ اسی لئے تو کہ وہ انہیں کے مقصد کو پورا کر رہے تھے۔ وہ شریف حسین کی مخالفت کر کے ابن سعود کا کام کر رہے تھے اور ان کو بھی ابن سعود کی اتباع کا شرف حاصل تھا۔

حضور مفتی اعظم ہند اس تعلق سے فرماتے ہیں:

بقیہ صفحہ: ۲۱ پر

مصاحبات

(ادارہ)

رازدار طریقت حضرت

علامہ سید شاہ علقمہ شبلی ابوالعلائی

سے ایک ملاقات

بہار کی نامور شخصیات میں حضرت سید شاہ علقمہ شبلی صاحب کا نمایاں نام ہے۔ آپ باضابطہ مدرسہ کے فارغ التحصیل عالم دین، خانقاہی تربیت سے آراستہ صوفی صافی بزرگ اور متحرک وباخبر ذمہ دار فرد ہیں۔ صلح کلیت کے یلغار زدہ اس ماحول میں آزادانہ روش اختیار کرنے کے بجایے آپ خانقاہوں کی تعلیمات اور بزرگوں کے قدیم وپاکیزہ نظریات پہ قائم رہنے اور متوسلین کو اسی پر قائم رہنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ یہی جذبہ وعمل آپ کی انفرادیت اور مقبولیت کی علامت ہے۔

الرضا کا یہ شمارہ انکے انٹرویو پر مشتمل ہے انہوں نے اس انٹرویو میں جس جذبہ ہمت اور اخلاص کا مظاہرہ فرمایا ہے وہ اوروں کے لیے درس عمل ہے۔ خدایے پاک ان کا سایہ علم وفضل دراز فرمایے اور ہمیں ان سے بہت سیکھنے کے مواقع عطا فرمایے۔ ادارہ ان کے شکریہ کے ساتھ قارئین کی خدمت میں ان سے ملاقات کا یہ گلدستہ پیش کرتا ہے۔

سوال: آپ کی شخصیت علمی حلقوں میں مشہور بھی ہے مقبول بھی، مگر زندگی کے ابتدائی احوال سے واقفیت عام نہیں ہے اس سلسلہ میں پہلی گزارش تو یہی ہے کہ اپنے خاندانی حالات، تعلیمی مراحل، مخصوص اساتذہ اور تعلیمی اداروں کے حوالوں سے کچھ ارشاد ہو۔

جواب: حضرت آپ جو اس فقیر سے عقیدت ومحبت کی وجہ کر مشہور ومقبول فرما رہے ہیں، میں ایسا کچھ بھی نہیں۔ میں یک سیہ روسیہ کار آدمی ہوں

سر عجبم کہ لابیانم درہستی خویش خود نہادم

یہ آپ کا حسن ظن ہے میں تو کم پڑھا لکھا بندہ غوث الوریٰ ہوں، "شان عجیبے دارم بے نام ونشاں ہستم"

آپنے میرے خانگی حالات پوچھے تو اس سلسلہ میں اتنا ہی کہنا چاہوں گا سلطان شہاب الدین غوری کے حملہ ہندوستان علاقہ خاص کر قلعہ رہتاس گڈھ کے لشکر وسپاہ میں ایک بزرگ حضرت خیر اللہ مکی تھے، جو ہمارے نانیہالی بزرگ ہیں اور پھر ہمارے دادی ہالی حضرات قنوج کے راجہ سے جنگ کرنے والوں میں تھے جو بعد میں وہیں مقیم ہوئے ان میں ایک نام امیر سید رماغ ومہر علی وغیرہ کا آتا ہے، قلعہ رہتاس گڈھ کی فتح کے بعد شریف ابوالبرکات امیر اجی طلعی بن امیر عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن امیر المومنین ابوبکر صدیق کے خاندان سے خیر اللہ مکی سے قنوج میں ہی امام موسیٰ کاظم کی اولاد کی خاصی دوستی تھی اور رابطہ مزید شادی وغیرہ کا معاملہ رہا۔ خیر قلعہ رہتاس گڈھ کی فتح کی خوشی میں سلطان شہاب الدین غوری نے خاندان حضرت خیر اللہ مکی اور ان کے ہم کاب سپاہی کو (چار ہزار چار سواڑ تالیس)۴۴۴۸ بگہہ زمین نذر کی۔ جہاں تک وہ اراضی پھیلی ہوئی تھی اس کا نام گڈھ بھتا اسی میں ایک جگہ کا نام کراپ کے نام سے مشہور تھی، کراپ اس وقت بھی مشہور تھی اوآج بھی ہے۔ گڈھ کے گردونواح میں جنگلات اور کوہ بیاباں تھے، پر قماش علاقہ تھا۔ گڈھ جہاں پر ہماری آبائی خانقاہ ہے وہاں ایک راجہ رہا کرتا

تھا جونہایت ہی تندخواور بدمعاش تھا۔ اس کے پاس پچاس ہاتھیوں کی فوج تھی، وہاں پر خیراللہ مکی کے لشکر وخاندان کے حضرات سے اس کی جنگ ہوئی جیسا کہ بہارستانی نے لکھا ہے
''ازقوم کولہان سیہ رویان از آنجا ملک نا گپور مفرور شدند''
خیر قدیم رابطے کے مطابق میرے خاندان کے لوگوں کا کراپ شریف موضع مئی سے جو کراپ سے دوڈھائی کوس کی دوری پر ہے آنا جانا ہوتا تھا اسی قدیم رابطے اور لگاؤ کی بنا پر حضرت سید شاہ عبدالغفور علیہ الرحمہ (حضرت سید شاہ عبدالغفور رضوی النسب ہیں،) کی شادی حضرت العلام خدابخش علیہ الرحمہ کی ہمشیرہ بی بی وحیدالنسا سے ہوئی جو بالاتفاق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی نسل سے تھیں، پھر یہی شادی ہمارے خاندان کا مئی گاؤں سے کراپ انتقال مکانی کا باعث ہوئی، اور پھر دختری حصہ میں وہی علاقہ پر کوہ مع جنگلات واقع گڈھ ملا، وہاں خانقاہ کی تعمیر ہوئی۔ اسی گڈھ کے نزدیک حضرت ملک العشاق سیدنا مظفر بلخی فردوسی قدس سرہ کا چلہ بھی ہے جو بالکل خانقاہ سے متصل ہے بلکہ فرخ سیر بادشاہ نے ایک پروانہ بھی لکھا ہے جو اس چلہ کا نظم ونسق سنھالنے والے صاحب کے پاس کراپ میں ہے۔ جو اراضی فرخ سیر نے نذر کیا تھا وہ ''میاں تری'' کے نام سے مشہور ہے اور چلہ مرجع خلائق ہے۔
بہرکیف! اس خانقاہ نے جو ہماری آبائی خانقاہ ہے اس بر صغیر میں زبردست علمی واعتقادی وروحانی وعرفانی نقش ثبت کئے ہیں اس خانقاہ کے جدامجد حضرت زبدۃ العلما الکاملین سید شاہ عبد الرب نقشبندی ابوالعلائی ایک صاحب تصنیف وتالیف ومرتاض بزرگ ہوئے ہیں، وہ حضرت سید تاج الدین شاکر سے بیعت تھے، ان کا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے خاصہ رابطہ تھا ایک دوجگہوں پر ان کا ذکر ملتا ہے۔ اس رابطہ کی وجہ کر آپ نے اپنے صاحب زادے حضرت سید شاہ عبدالستار علیہ الرحمہ کو ان کی خدمت میں بغرض تعلیم بھیجا مگر اعلیٰ حضرت نے اپنی مصروفیت اور ایام آخری کے سبب نے انہیں اپنے خاص

تلمیذ وخلیفہ ملک العلما حضرت مولانا ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ کی صحبت میں رکھا اور آپ نے خوب اس سمندر علم وفن سے پیاس بجھائی اور قاضی وقت ہوئے۔ ایک کتاب بھی ''تمثال کربلا'' لکھی اور خوب لکھی ہے۔ میں ان کی صحبت پائی ہے۔
اب رہا میرا تعلیمی معاملہ، تو میری تعلیم میری آبائی خانقاہ میں قائم مدرسہ ''فیاض العلوم'' میں ہوئی جو آج بھی ہے وہاں میں نے حافظ شجاعت علی سے قاعدہ بغدادی ویسرنا القرآن کی تعلیم لی۔ پھر مولوی سید ابرار منعمی سے قرآن مقدس واردو کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ بعدہ مولانا سید محمد اعجاز الرب قادری جو مرے عم مکرم تھے، سے میزان، نحومیر، پنج گنج، ازہار، ہدایۃ النحو، ریاضی ونورالایضاح، فصول اکبری، علم الصیغہ وغیرہ اور کچھ عربی ادب کی کتابیں پڑھیں اور پھر اسی مدرسہ فیاض العلوم کراپ شریف سے وسطانیہ چہارم کا بھی امتحان دیا بعدہ والدگرامی سے بھی جو اس مدرسہ کے صدرالمدرسین تھے درس لیا۔ مدرسہ شرفیہ رفیع گنج میں کافیہ، قلیوبی، اثارالسنن، اخوان الصفا ودیگر کتابوں کا درس لیا۔ مزید اعلیٰ تعلیم کی طلب میں چندہ ماہ مدرسہ خیریہ سہسرام گیا اور وہاں شرح وقایہ، شرح جامی، قطبی، جلالین، مشکوۃ وغیرہ کتابیں پڑھیں بقیہ کتابوں کا نام اس وقت ذہن میں نہیں ہے پھر وہاں سے جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس میں داخلہ لیا اور حضرت شمس العلماء کی بارگاہ میں زانوئے ادب تہہ کیا آپ میرے مربی ومشفق اور نہایت ہی اعلیٰ کردار وصفات ستودہ کے استاد تھے۔ آپ کی عنایتیں وشفقتیں ہر وقت مرے ساتھ تھیں۔ ان کا ایک خادم عظیم الدین ہوا کرتا تھا میری اس سے بھی خاصی دوستی تھی۔ اکثر میں اسی عظیم الدین کے توسط سے حضرت سے چھٹی لیکر حمید الظفر بنارسی کے ساتھ کسی کسی مشاعرے اور کبھی بیت بازی و غیرہ میں چلا جایا کرتا تھا۔ کیا کہوں کیا کہوں کتنے پرکیف تھے وہ لمحات، خیر وہاں سے مدرسہ مصباح العلوم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور گیا وہاں تعلیمی سلسلہ جاری رہا اور حضرت بحرالعلوم استاذی مفتی عبدالمنان صاحب علیہ الرحمہ کی بے پناہ محبت شامل

حال تھی، حضرت سید شاہ شمیم گوہر ابو العلائی زیب سجادہ خانقاہ حلیمہ ابو العلائیہ سے بھی اس وقت سے آج تک اچھا رابطہ رہا اور ہے۔ وہاں بھی حضرت کوثر محمدی سے شاعری کا ماحول گرم رہا کرتا تھا۔ صبح ملتی تھی شام ملتی تھی دال روٹی مدام ملتی تھی ابھی تک پڑھ رہا ہوں، دیکھئے کب فارغ ہوتا ہوں۔ والد گرامی علامہ سید شاہ انعام الرب صاحب قبلہ کے وصال کے بعد مشائخ کرام وعلمائے ذوی الاحترام نے ان کے چہلم کے موقع پر رسم خانقاہی کے مطابق مسند سجادگی کی دستار باندھ دی، اب جاروب کش خانقاہ مظہریہ ابو العلامیہ ومظہریہ منعمیہ ہوں اور مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت بحیثیت خادم دین اللہ کے فضل سے کر رہا ہوں اور تادم واپسی ان شاء اللہ المولیٰ تعالیٰ کرتا رہوں گا۔

سوال: والد گرامی حضرت سید شاہ عبد الرب صاحب علیہ الرحمہ کی خدمات بھی نا قابل فراموش ہیں، تحریر تقریر شاعری بیعت وارشاد ہر جہت سے انہوں نے اپنے کردار کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں کیا ان کی کچھ یادگاریں محفوظ ہیں؟

جواب: ہمارے والد گرامی ملاء العلماء حضرت علامہ سید شاہ محمد انعام الرب اختر قادری ابو العلائی مصباحی قدس سرہ بلند پایہ عالم وعارف اور عہد ساز شخصیت کے حامل تھے۔ علامہ مدنی میاں، محدث کبیر علامہ ضیا المصطفیٰ، حضرت العلام عبد الشکور، ڈاکٹر شرر مصباحی ایسے ایسے ذی علم اور مشاہر آپ کے رفقائے درس تھے آپ آخری تعلیم بھی اشرفیہ میں ہوئی، وہاں آپ کی ذہانت فطانت، حاضر دماغی وشاعری مشہور تھی، حافظ ملت بھی ان کی اس صلاحیت کے سبب بہت متاثر تھے۔ فراغت والے سال کچھ ناراضگی کے سبب والد صاحب واپس وطن آ گئے تو حافظ ملت نے آپ کو خط لکھا کہ اگر آپ نہیں آئیں گے تو میں کسی کو دستار نہیں دوں گا، پھر والد صاحب تشریف لے گئے اور وہاں سے آپ کی دستار ہوئی۔

آپ کی شخصیت بڑی ذی علم تھی علمی یادگار میں ''جائزہ، بہاروں کا زخم، لا اعبد ما تعبدون، نعتوں وغزلوں وقطعات کا مجموعہ قابل ذکر ہے۔ آپ کو بیعت وارشاد سے کہاں وقت ملا کہ تصنیفی وتالیف کا کام کر پاتے۔ ہندو بیرون ہند لاکھوں مریدین کے درمیان جانا اور مسلسل سفر میں رہنے نے انہیں جسمانی اعتبار سے کافی کمزور کر دیا تھا پھر بھی جو کام انہوں نے اپنی مصروف ترین زندگی میں انجام دیا وہ ہمارے لئے کیا جماعت کے لئے اہمیت کا حامل ہے۔

سوال: آپ کی خانقاہ کی شاخیں کہاں کہاں ہیں؟

جواب: ہماری خانقاہ کی شاخ بہار، بنگال، جھارکھنڈ، اجمیر شریف، اتر پردیس، دلی وغیرہ میں قائم ہیں اور بحمد اللہ زندہ اور اہل سنت وجماعت کے مسلک پر قائم ہے۔

سوال: گفتگو کے درمیان بڑی روانی اور بے تکلفی کے ساتھ آپ فارسی اشعار استعمال فرماتے ہیں آپ کی زبان پہ فارسی کے اشعار دیکھ کر بھولی بسری یادیں تازہ ہو جاتی ہیں اب تو فارسی ہمارے نصاب سے ختم ہوتی جا رہی ہے آپ کے تعلیمی دور میں کون کون سی کتابیں داخل نصاب تھیں اور آپ نے فارسی کن سے پڑھی؟

جواب: جی حضرت اس فقیر کے ساتھ جو فارسی اشعار گوئی یا افہام تفہیم کا مسئلہ ہے تو یہ زبان میرے استاذ ومرشد والد گرامی کی محنت سے حاصل ہوئی ہے، پھر اس کا کچھ تاریخی پس منظر بھی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہماری خانقاہ میں آج بھی عربی کے علاوہ فارسی کی ایسی کتابیں ہیں جو کمیاب ہیں نایاب بھی ہیں۔ جب میں صحیح سے اردو نہیں پڑھ پاتا تھا، اس وقت مرے والد گرامی مجھے اس خاندانی ملفوظات ومکتوبات، نقوش وادعیہ واذکار وظائف کی ساری کتابیں جنکی تشریحات فارسی میں تھیں پڑھاتے تھے اور بتاتے تھے۔ پھر ہمارے جد امجد قائم اللیل والنہار حضرت سید شاہ محمد عبد الغفار قادری ابو العلائی قدس سرہٗ اور تلمیذ اول حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری درخانقاہ کبیریہ حضرت العلام قاضی عبد الستار علیہ الرحمہ نے درسیات یعنی گلستاں بوستاں واخلاق محسنی، یوسف زلیخا کے علاوہ دیوان صائب، دیوان حافظ، دیوان نویدی، مینا بازار، دیوان

غنی، بدر چاچ، وغیرہ پڑھیں۔ کتنا حافظ پر زور دوں پراگندہ روزی پراگندہ دل، دماغ الجھا ہوا ہے کچھ ایسے ہی ٹوٹی پھوٹی فارسی دانی کا سفر ان ذوات مقدسہ کی معیت وشفقت سے کسی صورت طے ہوا اور نہیں حضرات کی محنت کا ثمرہ ہے۔ جو فقیر کچھ کچھ ٹوٹی پھوٹی فارسی بولتا اور سمجھتا ہے۔

سوال: اب تو بعض خانقاہوں کا مزاج بدل رہا ہے، ان کی وسعت نظری توسع بے جا کا شکار ہو رہی ہے مگر یہ بہت بڑی بات ہے کہ آپ نے اپنی خانقاہ کو اس نئی روشنی سے بچا کے رکھا ہے جو اندھیرے کا نمائندہ ہے کیا اس طرز عمل پہ اس مزاج کی خانقاہوں کی طرف سے کسی ردعمل کا احساس ہوا؟

جواب: ہاں بقول کسے، ایک ہی گھر میں رہے پھر بھی شناسا نہ ہو سکے۔ ہمارے عہد میں بعض خانقاہی ایسے ہیں کہ خانقاہی بھی ہیں اور خانقاہ کے بزرگوں کے عقائد ونظریات سے علاقہ مطلوب سے خالی بھی ہیں۔ میں ان کے درمیان حق بات کہتا ہوں کہ یہی اپنی ذمہ داری بھی ہے، اور بزرگوں کی تعلیمات بھی۔ اس عمل کے سبب مجھے ان خواہ مخواہی حضرات کے ردعمل کا ایسا احساس ہے کہ احساس غم نہیں۔ آجکل بعض حلقوں میں "مسلک اعلیٰ حضرت" جو میرا وظیفہ شبانہ روز ہے کہ حوالہ سے بھی بڑی افراتفری کا ماحول پایا جارہا ہے، خدا ان لوگوں کو عقل سلیم دے جو اس نعرہ کے مخالف ہیں گو یا نعرہ اور عمل دونوں اعتبار سے بے راہ روی پائی جارہی ہے، کہیں اذان قبر، کہیں مسئلہ اقامت وغیرہ کے تعلق سے بہت سارے مشاہدات ہیں، مگر فقیر کو آج تک ان حضرات کی پرواہ ہی نہیں اور نہ ان کے لعن وطعن کا خیال ہے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ میں نے اپنی خانقاہ کے نظام کو بھلا دیا ہے۔ ہرگز نہیں، میرا خانقاہی نظام زندہ ہے اور میں پورے طور پر اس کا عامل ہوں مگر میں اس خانقاہی کی طرح نہیں جو صلح کلیت کا شکار ہو اور "اے مور خوش باد واے مار سلام علیک" کرتا پھرے "یہ منافقت ہے، آدمی کا اندر باہر یکساں ہونا چاہئے۔ کسی چیز کو حق سمجھ کر قبول کرنا اور حق پر قائم رہنا ہی شیوہ اہل ایمان ہے۔ میں تو ان شاءاللہ یک سر موا اپنے بزرگوں کی تعلیمات، اسلاف کے طریقہ زندگی، خواجگان چشت کے عقیدہ ونظریات جس کی تعبیر آج "مسلک اعلیٰ حضرت" سے ہو رہی ہے نہ ہٹوں گا بلکہ اس کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ کوشاں رہوں گا۔

سوال: جماعت اہل سنت میں ابھی اجتماعی طور پر کام کرنے کا جذبہ مفقود ہے یہی وجہ ہے کہ مخالفین کے یہاں "مسلم پرسنل بورڈ" اور "جمیعۃ العلما ہند" نام کی تنظیمیں ہیں مگر اپنے یہاں اس حوالے سے ابھی مکمل خاموشی ہے، مسلم پرسنل لا کانفرنس اور مسلم متحدہ محاذ" جیسی با اثر ملی اور مذہبی تنظیم کی تاریخ رکھنے کے باجود سرد مہری کا شکار ہونا یقیناً المیہ ہے، بہار میں ابھی ایسی بہت سی شخصیات موجود ہیں جو ان تنظیموں کو پھر سے متحرک کرنا چاہیں تو کر سکتی ہیں آپ کی طرف بھی اس تعلق سے نگاہیں اٹھتی ہیں اس سلسلہ میں آپ کیا کہنا چاہیں گے؟

جواب: میں تو جماعت اہلسنت کی بقا اور اس کے استحکام کے لیے یہی کہوں گا اب بہت سوچ چکے اُٹھئے اور علمی وعملی وتعمیری اقدام کیجئے، قد کا خیال کم کیجئے مسلک اعلیٰ حضرت اور کتاب وسنت کے احکام کے نفاذ اور ترویج دین کے لیے ہر ممکن قربانی پیش فرمائیے۔ یہ صحیح ہے کہ ہمارے پاس اسلاف کے کارناموں کی روشن قندیل موجود ہے اس کی روشنی میں یہ سفر شروع کیا جاسکتا ہے، اپنے اکابر سے مشورہ کر کے دیکھئے اگر وہ آمادہ پیکار ہیں سبحان اللہ، نہیں تو آپ ہی قدم آگے بڑھائیے، آپ خود کو تنہا نہیں پائیں گے، آج ہر دل میں یہ کسک موجود ہے صرف آواز لگانے کی دیر ہے میں بھی اس عمل میں آپ کی بھر پور مدد کروں گا جب جماعت ہی سلامت نہیں رہے گی تو ہم سلامت کہاں رہ پائیں گے اس لئے سوچئے سمجھئے اور کود پڑئے میدان عمل میں۔ اعلیٰ حضرت "بول بالے مری سرکاروں کے" فرما ہی دیا ہے، ہم بھی انہیں سرکاروں سے وابستہ ہیں پھر مدد کیوں نہیں ہوگی۔ انشاءاللہ ضرور ہوگی۔

سوال: کچھ دنوں قبل تک اکثر کالج میں رضویات پر کام

ہونے کی خبریں پڑھنے کو ملتی تھیں اب کسی کی نظر لگ گئی بعض افراد نے رضویات کے کام کو منفی نگاہ سے دیکھا اور اسے روکنے کے لئے یہ کہنا شروع کیا کہ اس کام کے سبب دیگر ہستیاں پردہ خفا میں چلی گئیں۔مگر حقیقت میں ایسا کچھ نہیں یہ ان کی منفی سوچ ہے مگر کام ہر موضوع پہ ہوا اور ہو رہا ہے، خود اعلیٰ حضرت پہ جو کام ہونا تھا وہ جماعت پہ اب بھی قرض ہے، اس قرض کو کیسے ادا کیا جائے، اعلیٰ حضرت داخلی اور خارجی دونوں سطح پر جماعتی شناخت ہیں ان پر مختلف جہات سے کام ہونے کا مطلب ہے جماعتی کام ہو رہا ہے، واضح رہے اس سے میری مراد جماعت کے دیگر افراد کی خدمات کو فراموش کرنا نہیں بلکہ منظم لائحہ عمل کے ساتھ ہر موضوع پہ کام کرنے کا ہے کیوں کہ رضویات کی وسعت میں یہ سارے موضوعات سمٹے ہوئے ہیں، مگر "امام اہل سنت" ہونے کے اعتبار سے اعلیٰ حضرت پر ہر جہت سے کام ہونا ضروری تھا اور ہے، ہمارے بزرگوں نے کیا بھی یہی ہے، نئے حالات میں بڑی فکری تبدیلیاں آئی ہیں جو بزرگوں کی سوچ سے میل نہیں کھاتیں آپ اس تعلق سے کیا فرماتے ہیں؟

جواب: جو لوگ دانستہ اعلیٰ حضرت پہ کام کو منفی رخ سے دیکھ رہے ہیں، وہ اپنی عاقبت کی خیر منائیں، کسی اللہ والے سے دل میں کینہ رکھنا عاقبت بخیر ہونے کی علامت نہیں، رضویات پہ کام ہو رہا ہے یہ سفر کبھی رکے گا نہیں مگر تلخ بات یہ ہے کہ مرکز کو بھی چاہیے کہ ایسے افراد کو رابطے میں رکھے، جو سرکار اعلیٰ حضرت کے مشرب و مسلک پر کچھ کرنا چاہتے ہیں، ان کو ہر ممکن تعاون دیا جائے، ان کی ہمت افزائی کی جائے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ماضی میں ایسا ہوا یا نہیں، مگر موجودہ صورت حال جو میری نظر کے سامنے ہے کہ رضویات پہ کام کرنے والے اپنے جذبہ سے کر رہے ہیں مرکز سے انہیں کوئی تعاون نہیں ہے، کام مکمل ہو جائے تو طباعت کا اہتمام نہیں ہے، اب بھی کتنی کتابیں چھپنے کے لئے تیار ہوں گی مگر ہوا کیا، وہ اب بھی کسی الماری میں بند ہیں۔ مرکز آج ان کام کرنے والوں کو متحد کر لے تو منظر ابھی بدل سکتا ہے، اور ایسا ہونا ضروری ہے۔ وہ کوئی پاگل ہی ہوگا جو آج اعلیٰ حضرت کی ذات اور ان کے برکات و داخلی و خارجی سطح پر جماعتی شناخت کا انکار کرے۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام بہت سارے اولیاء کرام کی محنت شاقہ اور مساعئ جمیلہ کا مرہون منت ہے مگر اس صدی میں فاضل بریلوی کا مقام کیا کہنا! انہوں نے حرمت سادات، عظمت اولیا اور تعلیمات اسلاف کو زندہ رکھا ہے اس کے لئے قلمی جنگیں لڑی ہیں اس احسان کو بھولنا اسلامی شیوہ نہیں۔

سوال: ابھی جماعت اہل سنت میں جو انتشار ہے وہ آپ سے مخفی نہیں اس انتشار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ ایسے عناصر ابھر کر سامنے آئے ہیں جو جماعت میں رہتے ہوئے صلح کلیت اور غیر مقلدین کے نظریات کو فروغ دے رہے ہیں، جیسے غیر مقلدین کے ائمہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی تعریف، جمع بین الصلوٰتین، قرأۃ خلف الامام کی تائید، مقلد ہتے ہوئے امام معین کی پیروی کے خلاف بیانات، اہل قبلہ کی تکفیر سے انکار، اس موضوع پر کتابوں کی اشاعت وغیرہ، ماہنامہ جام نور اور اور خانقاہ سراواں" الہٰ آباد کے ذمہ داران اور ان سے وابستہ افراد اس میں پیش پیش ہیں، یہ حقائق روز روشن کی طرح عیاں ہیں ڈھکے چھپے نہیں، مگر اتنا کچھ دیکھتے ہوئے بھی ہر طرف مصلحتانہ خاموشی چھائی ہوئی ہے، کیا یہ خاموشی جماعت کے لئے مفید ہے؟ آپ ان عناصر کو شرعی اور جماعتی اعتبار سے کس نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس بے راہ روی کے اسباب کیا ہیں؟ اس نئی وبا سے اہل سنت کو کیسے روکا جائے؟

جواب: ہاں جو لوگ مذکورہ سوالات کے مطابق گمراہی اور مصلحتانہ انداز اپنا کر اور خانقاہی لبادہ اوڑھ کر حق پوشی کر رہے اور صلح کلیت کا لوگوں کو جام پلا رہے ہیں وہ لگ میرے نزدیک لصوص دین ہیں اس لیے کہ صوفی اندر کبود باشی نیست، صوفی آں باشد کہ باصفا باشد۔ غیر مقلد وہابی، جماعت اسلامی کا ترجمان صوفی کیسے ہوگا؟ اس کی تو آدمیت بھی زیر غور رہے گی۔ یہ لوگ تصوف کے نام پر بدنما داغ ہیں، مکار ہیں، عیار ہیں۔ یہ عناصر ہمارے سامنے شرعی

واخلاقی ہراعتبار سے مجرم ہیں، انہیں شرم آنی چاہیے کہ جن نفوس قدسیہ کے نام پر یہ اپنا بازار سجا رہے ہیں ان کی ارواح طیبہ ان کے عمال وافکار سے نالاں کناں ہے۔ حق یہ ہے کہ

پوشیدہ مرقع اند ایں خامے چند
ہرگفتہ بطامات الف لامے چند
نارفتہ رہے صدق وصفا گامے چند
بدنام کنندہ نکونامے چند

وہابیہ دیابنہ سے میل وملاپ بھی رکھے اور پھر صوفی، یہ کیسے ہوسکتا ہے! افسوس ان کے افکار ونظریات پر اور ان کی مصلحتانہ کوشی پر ماتم کرنا چاہیے کہ

صوفی و سبز پوش شدی و شیخ چلہ دار
ایں جملہ تو شدی و لے مسلماں نہ شدی

حق تعالیٰ سے شرم کریں اور ایمان درست کریں۔ ان کے روکنے کے لیے ایک ایسی ہنگامی نشست بلائی جائے کہ جو مرکز اہل سنت بریلی شریف کے تاج الشریعہ کی جانب سے ہو اور وہ خود موجود رہیں اور سارے ایسے خانقاہی حضرات جو صحیح الاعتقاد اور ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت ہیں انہیں ان کی خانقاہ ودینی خدمت کے اعتبار سے عزت وتکریم، ان کی شایان شان پذیرائی کی جائے اور ان سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کمیٹی بنائی جائے، کام بانٹا جائے اور ایسے ایسے حضرات اپنی جماعت کے کھوج کھوج کر نکال لئے جائیں جو صاحب علم بھی ہوں اور صاحب قلم بھی۔ اور ''من ہم شیخم'' کا دماغ ختم کیا جائے اور مسلک اعلیٰ حضرت کی توسیع کے لیے تقسیم کار کر کے مرکز کو بھاری بوجھ ہلکا کیا جائے، مطلب یہ کہ مرکز کے افراد ان حضرات سے جو معتبر خانقاہی، یا علمائے کرام ہیں سے ملیں اور مشورہ کریں اور عرس اعلیٰ حضرت میں ایسے حضرات کے لیے خصوصی اہتمام ہو اور ان سے مثبت گفتگو کا ایک وقت متعین کر کے آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کیا جائے، ۔۔ جب تک منظم لائحہ عمل طے نہیں کیا جائے گا ان حالات پہ قابو پانا مشکل ہوگا۔ اللہ کریم ہے یقیناوہ ان بھکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پہ لانے کی کوئی سبیل نکالے گا۔

سوال: رواں صدی میں دہلی میں صوفی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں جماعت اہل سنت سے کلی طور پر متفق نہیں رہنے والے بعض نام نہاد صوفی بھی شریک ہوئے، کانفرنس کو جو رنگ دیا گیا تھا اس سے ہندوستان کے مشاہیر علما ومشائخ کا نالاں ہونا فطری امر تھا اور وہ ہوا، جس خدشہ کی بنیاد پر محتاط وذمہ دار علما ومشائخ نے اس کانفرنس کا خاموش بائیکاٹ کیا تھا، آپ چوں کہ خود صوفی خانقاہی اور اہل دل واہل نظر ہیں آپ ان محتاط علما ومشائخ کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں، بعض افراد نے اسے منفی رخ سے دیکھا اور کہا کہ ''پچاس سالوں میں ان لوگوں نے سوائے اختلاف کے کیا بھی کیا ہے؟ ایسا کہنے والے اپنے دعویٰ میں کس حد تک سچے ہیں؟

جواب: جو لوگ ایسا کہتے پھر رہے ہیں جیسا آپ فرمارہے ہیں تو وہ لوگ مری سمجھ سے احمق ہیں۔ صوفی کانفرنس کی مجھ کو خصوصی دعوت تھی مگر ''عمر گذری ہے اس دشت کی سیاحی میں ''صوفی کانفرنس کے توسط سے رانچی میں اس کے سربراہ آئے، تمام چوک چوراہے پر قدم قدم پر تصویر تھی۔ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ جن حضرات نے کانفرنس کا بائیکاٹ کیا وہ حق نگر حق بین ہیں۔ جو لوگ نادانستہ چلے گئے اللہ ہدایت دے۔

اب رہی بات صوفی کانفرنس کی، لفظ صوفی لگا کر ان انفاس قدسیہ کے ساتھ ان کے افکار ونظریات کے ساتھ انکے اطوار واخلاق واقدام کے ساتھ مذاق کیا گیا، صوفیت کیا ابھی ''ص'' کی ہوا نہیں لگی ہے، ان کارکنان صوفیا کانفرنس کو۔ صوفی اور مودی نوازی؟ بھائی میرے صوفی زبان نہیں ہے قلب ہے۔

صوفی نہ شود صافی قادرنہ کشد جامی
بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی

وہ کانفرنس صوفیانہ کانفرنس نہیں، سامرانہ کانفرنس تھی۔ اگر صوفی کانفرنس ہوتی تو میں بھی شریک ہوتا میں تو خاکپائے صوفیائے کرام ہوں، ان کا طریقہ طریقۂ نجات وسرمایۂ نجات ہے۔۔

ان کارکنان کانفرنس کا حال بقول کسے

ہمہ در علم سامری دارند
از بروں موسیٰ اردروں ماراند
ازرہ شرع وشرط برگشتہ
تشنۂ خون یکدیگر گشتہ

سوال: تاج الشریعہ علامہ شاہ اختر رضا خاں ازہری میاں قبلہ مدظلہ النورانی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کے جانشین ہیں اور جانشین بمنزلہ پیر ہی ہوتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ان کے بعض مریدین اس حقیقت کو عملاً تسلیم نہیں کرتے؟

جواب: حضور سرکار مفتی اعظم کے تمام مریدین ومتوسلین وگھر والوں کو چاہیے کہ وہ حضرت تاج الشریعہ بدر الحقیقہ علامہ شاہ اختر رضا خاں قادری ازہری میاں کو جانشین مانیں اور تنازع سے بچ کر قوم وملت کی فلاح وبہبود کے لیے چراغ منزل ونشانِ منزل بنیں اغیار کو بولنے کا موقع نہ دیں۔ طریقت میں جانشین بھی پیر ہو ہوتا ہے اس عرفان تو ہونا ہی چاہیئے آگے میں کیا کہوں میرے کہنے سے زیادہ وہ خود سمجھتے ہیں بس عمل میں لانے کا معاملہ ہے خدائے تعالیٰ وہ دن بھی لائے گا اور ایسا ضرور ہوگا۔

سوال: آج تصوف کے نام پر ایسی ایسی باتوں کو فروغ دیا جارہا ہے کل جس کے خلاف ہمارے اکابر نے مخلصانہ جدوجہد کی ہے، حسام الحرمین کی تصدیق سے انکار، تصدیق کے باوجود دیابنہ کی اقتدا میں نماز، ان کے دینی پروگراموں میں شرکت، اپنے یہاں دینی محافل میں ان کی دعوت وشرکت، رسائل اور کتابوں میں مضامین وتقاریظ وغیرہ، اہل سنت وجماعت میں اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں مگر تصوف اور صوفیہ کے نظریہ وسعت کی آڑ لے کر آج جماعت اہل سنت میں ان چیزوں کو جبراً داخل کیا جارہا ہے اور اس کے خلاف آواز بلند کرنے والے کو متشدد، شدت پسند اور جھگڑالو کہا جارہا ہے۔ یہ صورت حال بتارہی ہے کہ جماعت اہل سنت ابھی داخلی فتنوں سے دوچار ہے، آخر اس فتنہ سے نپٹنے کے لئے کون سا طریقہ کار اپنایا جائے؟

جواب: بقول آپ کے تصوف کے نام پر ایسی ایسی باتوں کو فروغ دیا جارہا ہے جس کے خلاف ہمارے اکابر نے مخلصانہ جدوجہد کی ہے۔ بھائی میرے جو لوگ ایسا کررہے ہیں خدا انہیں سمجھ دے، تصوف کا دامن ایسی بے ہودگی سے پاک ہے، یہ لوگ تصوف وکتاب وسنت کے دشمن ہیں، جو لوگ ایسا کررہے ہیں یا کہتے ہیں تصوف تو ''خرد کو بندہ عشق شہ امم رکھئے'' کا داعی ہے۔ تصوف تو کتاب وسنت کے مطابق **لا تلبسوا الحق بالباطل** کا نقیب ہے۔ احقاقِ حق وابطال باطل کا غماز ہے۔ پھر یہ حرکت کیا معنی؟

اب رہی بات حسام الحرمین شریف کی، تو وہ نہایت ہی معتبر اور اپنے موضوع پہ فیصلہ کن کتاب ہے۔ علمائے حرمین شریفین کے تصدیقات وفیصلہ حق کا مجموعہ ہے۔ اُس وقت بھی علمائے ربانیین نے اس کی افادیت وحقانیت کو تسلیم کیا بشمول مشائخ کرام اور آج بھی جو اُسے نہیں مانتا اسے اللہ سے ایمان کی بھیک مانگنی چاہیے۔ اس فیصلہ کن کتاب کو پڑھنے جاننے سمجھنے کے بعد بھی اگر وہابیہ ودیابنہ کے پیچھے نماز پڑھنا، اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز سمجھتا ہے یا پڑھتا پڑھاتا ہے تو اسے تجدید ایمان وتجدید نکاح وتجدید بیعت کرنا چاہئے۔

سوال: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا وصال ۱۳۳۷ھ میں ہوا ۱۴۳۷ھ میں اسے سو سال مکمل ہو جائیں گے، جماعت اہل سنت میں عالمگیر سطح پر ''جشن امام احمد رضا'' منانے کی تیاری چل رہی ہے۔ ہر تنظیم اور مدارس اپنے اپنے اعتبار سے اس کی تیاریاں کررہے ہیں اس سلسلہ میں یہ ضروری ہے کہ کوئی ایسا لائحہ عمل تیار کیا جائے جو اس جشن کو علمی یادگار اور تاریخ ساز بنادے، آپ اس جشن کی کامیابی کے لئے کن خطوط پہ کام پسند کریں گے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے سو سال مکمل ہونے پر جشن امام احمد رضا کا اہتمام ہونا ہی چاہئے۔

(بقیہ صفحہ ۴۳ پر)

امام احمد رضا قادری

عالم اسلام کے سادات کرام کی نظر میں

محمد ارشد نعیمی قادری لگرالوی بدایونی یوپی

عصر حاضر میں کچھ نام نہاد پیروں فرضی وجعلی مولویوں اور اپنے زعم میں خودکو کاروان اہلسنت کا اخص الخاص فرد سمجھنے والوں نے یہ بات ان عوام الناس کے اذہان وقلب میں قطب المکان غوث الزمان سراپا اخلاق نبوی مظہر اسرار مصطفوی ولی کامل عالم و عامل تاجدار طریقت امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی تغمدہ اللہ تعالی علیہ بفضل الحاوی کے بارے میں یہ بات پھیلائی ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی پٹھان قبیلے سے تعلق رکھنے والے صرف اورصرف ایک مولوی تھے اور کوئی مولوی ولیٔ ہوتا ہی نہیں معاذ اللہ۔

در اصل حاسدین اعلی حضرت، معاندین اعلی حضرت منکرین عظمت اعلی حضرت، عالم اسلام میں اعلی حضرت کی عظمت ورفعت دیکھ سن کر جل بھن رہے ہیں اس لئے اپنے ذہن پریشاں سے آئے دن یہ سوچتے رہتے ہیں کہ کسی طرح عالم اسلام کے پردوں سے عظمت اعلی حضرت کا چراغ گل ہو یا اس کی روشنی کم ہو مگر یہ دشمنان اعلی حضرت اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالی تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائینگے دشمن تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی زہد وورع، احتیاط فی الشرع میں گزری۔ آپ کے خدا داعشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بڑے بڑے عارفوں مشائخوں کی گردنیں جھکی رہ گئیں، علم وحکمت فضل وعزت زہد ومروت تقوی وطہارت وہ کون سا وصف ہے جو آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود نہ تھا۔ تحریری وتصنیفی خدمات جلیلہ جو آپ نے شجر اسلام کی آبیاری میں ہم کو عطا فرمائی وہ اپنی جگہ ایک مثال ہے جس کی نظیر ازمنہ ماضی میں تلاش بسیار کے بعد ہی نظر آئیگی۔ آپ نہ صرف اپنے وقت کے امام العلماء تاج الفقہاء شیخ المشائخ مفتی انام تھے بلکہ ولایت ومجددیت کے اعلی مقام پر فائز المرام بفضل رب الانام تھے، شرق وغرب ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے علمائے حق خصوصا حرمین الشریفین طیبین الطاہرین کے مشائخ عظام ولی کرام نے آپ کو مجدد وقت ولی وقت تسلیم کیا۔

دو وصف آپ کے اندر ایسے تھے جو کسب ومحنت سے حاصل نہیں ہو سکتے، ایک ولایت کا دوسرا مجدد کا۔ کسب ومحنت کے ذریعے کوئی عالم ومفتی بن سکتا ہے مگر ولی ومجدد نہیں بن سکتا یہ اوصاف خالص وہبی انتخاب الٰہی ہیں جیسا کہ ابو داؤد شریف کی حدیث پاک ہے ان اللہ یبعث لھذا الامہ علی راس کل مائتہ سنتہ من یجدد لھا دینھا (جلد اول) اللہ جل مجدہ ہر صدی میں ایک مجدد کو بھیجتا ہے جو اس کے دین کو نکھارتا ہے۔

اب میں ان نفوس قدسیہ کے اقوال و تاثرات پیش کرتا ہوں جنہوں نے اعلی حضرت کو غوث وقت، قطب وقت، ولی وقت، مجدد وقت تسلیم کیا اور دوسروں کو تسلیم کرنے کی تعلیم دی:

اقوال و تاثرات ایسے نفوس قدسیہ کے ہیں جو زمین پر حسب ونسب اور عز وشرف کے اعتبار سے تمام انسانوں میں افضل واکمل ہوتے ہیں، جن کو ہم اہل سادات شہزادگان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جانتے مانتے اور پہچانتے ہیں۔ جن کے متعلق احادیث پاک میں ظاہر وباہر ہے کہ میری اولاد کے حق کو ہلکا وہی سمجھے گا جو ان تینوں میں سے ایک ہوگا یا تو وہ حیض کا بچہ ہوگا یا وہ ولد الزنا ہوگا یا پھر منافق ہوگا۔

محدثین عظام نے اس حدیث پاک کی تشریح میں ارشاد فرمایا کہ اہل سادات کی حق بات کا منکر بھی ان کے حق نہ پہچانے والوں میں گردانا جائیگا۔ عالم اسلام کے بے شمار اہل سادات جو اپنے وقت کے قطب، غوث اور ولی وقت تھے، انھوں نے اعلی حضرت کی عظمت و رفعت کس انداز میں دنیا والوں کے سامنے ظاہر فرمائی اس کو دیکھیں اور آپ بھی اس کو قبولیت کی نگاہ سے دیکھیں کہ یہی ان کا حق ہے، ان شاء اللہ اعلی حضرت آپ کے دل کا نور ذہن کا سرور ثابت ہونگے۔ میں یہاں اختصار کے پیش نظر صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے ہی اقوال پیش کرتا ہوں جس سے یہ بات اظہر من الشمس واجلی من القمر ہوجائے گی کہ اعلی حضرت صرف مولوی تھے یا اور کچھ بھی تھے:

۱۔ **حضور سیدنا شیخنا سید محمد اسماعیل بن خلیل رضی اللہ عنہ** محافظ کتب مکہ مکرمہ کا ارشاد: ''اگر میں یہ کہوں کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی اس صدی کے مجدد ہیں تو یہ حق ہوگا''۔

۲۔ **حضور سیدنا شیخنا سید ابوالحسین مرزوقی رضی اللہ عنہ** مکہ مکرمہ کا ارشاد: ''معرفت حق کا ایسا دریا جس سے مسائل نہروں کی طرح چھلکتے ہیں علوم دینیہ کی حفاظت وصیانت میں مستحکم علم کلام، فقہ وفرائض پر حاوی مولانا محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی ہیں''۔

۳۔ **حضور سیدنا شیخنا سید محمد علوی مکی رضی اللہ عنہ** مفتی مالکیہ مکہ مکرمہ کا ارشاد: ''اعلیحضرت کی محبت اہلسنت کی پہچان اوران سے دشمنی اہل بدعات کی علامت ہے''۔

۴۔ **حضور سیدنا شیخنا سید سعید محمد المغربی رضی اللہ عنہ** مدینہ منورہ کا ارشاد: ''جن علمائے دین کے ہاتھوں شریعت مطہرہ تغیر وتبدیل سے محفوظ رہتی ہے انہی اللہ والوں میں ایک نام مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا بھی ہے''۔

۵۔ **حضور سیدنا شیخنا سید احمد مدنی رضی اللہ عنہ** مفتی مالکیہ مدینہ منورہ کا ارشاد: ''الشاہ شیخ احمد رضا خان بریلوی وہ عظیم شخصیت ہیں جنکو سرچشمہ علم معرفت کہا جاتا ہے''۔

۶۔ **حضور سیدنا شیخنا سید احمد حسینی علوی رضی اللہ عنہ** مدینہ منورہ کا ارشاد: ''امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کو فخر السلف قدوۃ الخلف کہا جاتا ہے''۔

۷۔ **حضور سیدنا شیخنا سید شریف احمد برزنجی رضی اللہ عنہ** مفتی شافعیہ کا ارشاد: ''جماعت اہل سنت کے مصلح وقائد الشاہ امام احمد رضا خان وہ عالم اسلام کے ہر اہل عشق و وفا صاحب علم وفضل کی ضرورت ہے''۔

۸۔ **حضور سیدنا شیخنا سید مصطفی غیطہ رضی اللہ عنہ** مدینہ منورہ کا ارشاد: ''حضرت شیخ امام احمد رضا خان عارف ربانی ہیں''۔

۹۔ **سیدنا شیخنا سید محمد یوسف رفائی** کویت کا ارشاد: ''حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی پوری زندگی خدمت اسلام میں گزری آپ کو سلسلہ قادریہ کے علاوہ سلسلہ چشتیہ سہروردیہ نقشبندیہ سے بھی اجازت وخلافت ملی ہیں یہ باتیں آپ کے عالم کامل صوفی وبزرگ ہونے پر دال ہیں''۔

۲۵۔ **حضور سیدنا شیخنا سید آل رسول احمدی مارہروی** کا ارشاد: ''اگر بروز حشر اللہ رب العزت مجھ سے یہ معلوم کرے گا کہ دنیا سے

کیالایا تو میں احمد رضا خان بریلوی کو پیش کردوں گا"۔

۲۷۔ حضور سیدنا شیخنا سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی کا ارشاد: "امام احمد رضا خان بریلوی اس زمانے کے مجدد برحق ہیں دور حاظر میں امام احمد رضا خاں بریلوی کا موقف ہی دین حق ہے مسلک و مذہب اعلی حضرت سے نا اتفاقی رکھنے والا میرے سلسلے کا مرید نہیں ہوسکتا"۔

۱۰۔ حضور سیدنا شیخنا سید احمد سعید کاظمی رضی اللہ عنہ پاکستان کا ارشاد: "اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ پر اعتراض کرنا دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں"۔

۱۱۔ حضور سیدنا شیخنا سید خلیل احمد کاظمی علیہ الرحمہ کا ارشاد: "اعلیحضرت امام اہلسنت کو ہمہ وقت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت اور سرکار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی پشت پناہی حاصل تھی"۔

۱۲۔ حضور سیدنا شیخنا سید ابوالبرکات احمد قادری رضی اللہ عنہ پاکستان کا ارشاد: "آج اسلام کی ڈگمگاتی کشتی کو ساحل مراد پہچانے والوں میں اعلی حضرت کا نام بڑا نمایاں ہے آپ بیشک چودھویں صدی کے مجدد ہیں"۔

۱۳۔ حضور سیدنا شیخنا سید شریف طاہر علاؤالدین القادری علیہ الرحمہ پاکستان کا ارشاد: "اعلیحضرت اپنے وقت کے امام ولی وقت مجدد وقت صوفی و بزرگ اور زبردست عاشق رسول تھے"۔

۲۰۔۱۴ حضور سیدنا شیخنا علامہ سید سراج الحق قبلہ پاکستان کا ارشاد: اعلیحضرت اپنے وقت کے مرجع علماء و مشائخ ہونے کے ساتھ ساتھ اعلی درجے کے عاشق رسول تھے۔

۲۱۔ حضور سیدنا شیخنا علامہ سید جماعت علی شاہ نقشبندی علی پور کا ارشاد: "مجھے ایک مرتبہ خواب میں سرکار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا میں نے بارگاہ غوثیت میں عرض کی حضور اس وقت دنیا میں آپ کا نائب کون ہے آپ نے ارشاد فرمایا بریلی کے مولانا احمد رضا خان ہیں"۔

۲۲۔ حضور سیدنا شیخنا مفتی سید دیدار علی صاحب قبلہ پاکستان کا ارشاد: "اعلیحضرت اپنے وقت کے عظیم بزرگ تھے"۔

۲۶۔ حضور سیدنا شیخنا سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی کا ارشاد: "بریلی کے امام احمد رضا خان قطب الارشاد ہیں"۔

۲۸۔ حضور سیدنا شیخنا سید وارث علی شاہ دیوہ شریف کا ارشاد: "مولانا احمد رضا خاں صرف ایک مولوی صاحب ہی نہیں بلکہ ایک عاشق رسول مولویوں کے مولوی مولاناؤں کے مولانا اور حضرتوں کے حضرت یعنی اعلی حضرت ہیں"۔

۲۹۔ سیدنا شیخنا سید محمد مقبول احمد صاحب علیہ الرحمہ کشمیر کا ارشاد: "اعلی حضرت اپنے وقت کے بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ اعلی درجے کے صوفی و بزرگ بھی تھے"۔

۳۰۔ حضور سیدنا شیخنا سید مفتی محمد آل مصطفی میاں صاحب علیہ الرحمہ ممبئ کا ارشاد: "اعلی حضرت کی ذات تمام دنیا کے سید زادوں کے لئے صد فخر و مباہات ہے ہم کو ان کی ذات پر فخر ہے"۔

۳۱۔ حضور سیدنا شیخنا صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادابادی علیہ رحمۃ الہادی کا ارشاد: "اعلی حضرت کا وجود خدا کی نعمت تھی آپ کا پیکر جمیل ایک وہبی فیض تھا جس کو سمجھنے سے عقل حیران ہے"۔

۳۲۔ حضور سیدنا پیر ضامن نظامی علیہ الرحمہ درگاہ محبوب الہی دہلی کا ارشاد: "اعلی حضرت کی ذات مجمع الصفات تھی وہ محدث وقت ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ طریقت بھی تھے انہوں نے بے شمار خلق خدا کو نیک راستے پر گامزن کیا"۔

۳۳۔ حضور سیدنا شیخنا سید محمد اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کا ارشاد: "مجھ کو اور سارے علمائے عرب وعجم کو اس بات کا اعتراف ہے کہ اعلی حضرت کی زبان وقلم کو اللہ رب العزت نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے زبان وقلم نقطہ

برابر خطا کرے اللہ نے اس کو دور کر دیا''۔

۳۴۔ **حضور سیدنا شیخنا سید محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ** بہار کا ارشاد: ''اعلیحضرت بہت بڑے عالم دین ہونے کے علاوہ عاشق رسول نائب غوث الوری بھی تھے''۔

۴۱۔ **حضور سیدنا شیخنا سید محمد دیدار علی صاحب قبلہ نقشبندی** اگرہ کا ارشاد: ''اعلی حضرت اپنے وقت کے مقتدائے مسلمین فخر العارفین ہادی الہادین نائب سید المرسلین شیخ طریقت امام ملت اور مجدد برحق تھے''۔

۳۶۔ **حضور سیدنا شیخنا سید شاہ مصباح الحسن چشتی علیہ الرحمہ** خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف کا ارشاد: ''مذہب حقہ اہلسنت جس کا معیار اس زمانے میں اعلی حضرت کی ذات ہے یہی مسلک میرا ہے میں اسی کا پابند ہوں اس سے ہٹنا بد مذہبی ہے میرا ہر مرید اعلی حضرت کا نام بہت ادب واحترام کے ساتھ ادا کرے کیونکہ اعلیحضرت سیدنا سرکار غوث اعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ کے محبوب نظر ہے''۔

۳۵۔ **حضور سیدنا شیخنا سید محمد مظفر حسین کچھوچوی علیہ الرحمہ** کا ارشاد: ''اعلیحضرت نے ہمیں ایمان کا ہتھیار بھی دیا اور ایمان کو پرکھنے کے لئے کسوٹی بھی۔ہم تو اپنے اور سارے جہان کے لوگوں کا ایمان پرکھنے کے لئے اسی کسوٹی کا استعمال کرتے ہیں اور وہ کسوٹی ہے اعلی حضرت کا نام اور ان کا موقف ومسلک''۔

۳۷۔ **حضور سیدنا شیخنا سید محمد عبدالحمید فاروقی قادری نقشبندی علیہ الرحمہ** بنارس کا ارشاد: ''خانقاہوں میں آج تالے پڑے ہوتے اگر اعلی حضرت نے اولیا اللہ کی عظمت و تقدس کی حفاظت میں اپنا خون جگر پیش نہ کیا ہوتا''۔

۳۸۔ **حضور سیدنا شیخنا سید محمد مدنی میاں اشرفی** کچھوچھوی کا ارشاد: ''اعلیحضرت نے پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت فرمائی اپکی ذات علم وفضل زہدو تقوی کا بحر بیکراں تھی آپ سے محبت سنیت کی پہچان ہے''۔

۳۹۔ **حضور سیدنا شیخنا سید معین الدین اشرف اشرفی** کچھوچھوی کا ارشاد: ''مجدد اسلام اعلی حضرت نے ہمارے دلوں کو عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے روشن کیا ملت پر یہ آپ کا عظیم احسان ہے''۔

۴۰۔ **حضور سیدنا شیخنا سید محمد اشرفی** کرناٹک کا ارشاد: ''اعلیحضرت کی ذات پاک ہر اہل ایمان کے لئے کسی علاقے کی تخصیص کے بغیر مرکز رشدوہدایت ہے''۔

۲۳۔ **حضور سیدنا شیخنا سید خورشید احمد گیلانیؔ** پاکستان کا ارشاد: ''بلاشبہ فاضل بریلوی عبقری عصر اور نابغہ روزگار تھے''۔

۲۴۔ **حضور سیدنا شیخنا مفتی سید ریاست علی قادری** پاکستان کا ارشاد: ''اعلی حضرت امام اہلسنت اور مجدد دین وملت ہیں''۔

۔ **حضور سیدنا شیخنا مفتی سید حامد جلالی** پاکستان کا ارشاد: ''اعلیحضرت بریلوی فنافی الرسول کی منزل پر تھے تاجدار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ کے اندر فنائیت کی حد تک تھی۔آپ صدق وصفا زہد وورع میں نمونہ سلف تھے''۔

۱۵۔ **حضور سیدنا شیخنا سید امیر الدین قادری** پاکستان کا ارشاد: ''اعلیحضرت عشق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک عکس ہے''۔

۱۶۔ **حضور سیدنا شیخنا سید غلام سدید الدین نقشبندی** سجادہ نشین سرگودھا کا ارشاد: ''اعلیحضرت کی زندگی کا ہر پہلو عشق مصطفی سے لبریز ہے''۔

۱۷۔ **حضور سیدنا شیخنا سید عبدالرحمن بخاری** پاکستان کا ارشاد: ''امام احمد رضا خان بریلوی کا وجود امت مسلمہ کے لئے خدا پاک کا خاص تحفہ ہے''۔

۱۸۔ **حضور سیدنا شیخنا مفتی سید تراب الحق صاحب** پاکستان کا ارشاد: ''اعلیحضرت کا نظیر آنکھوں نے نہ دیکھا''۔

۱۹۔ **حضور سیدنا شیخنا مفتی سید وجاہت رسول قادری**

پاکستان کا ارشاد: ''اعلیحضرت قرآن مجید کے احکام اور اس کے رموز و معانی کے عارف ہونے کے ساتھ ساتھ مومن صادق بھی تھے''۔

برادران ملت متذکرہ والا شواہد حسنہ و اقوال طاہرہ ان نفوس قدسیہ کے ہیں جن کی رگوں میں خون مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ان کا بدخواہ ضرور مردود یہ سب نفوس قدسیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل طاہر و مطہر سے ہیں جن کو دنیا سید پاک کے پاک نام سے پکارتی ہے۔

ان نفوس قدسیہ کے اقوال اس بات پر شاہد و عدل ہیں کہ ہمارے اعلیحضرت رضی اللہ عنہ نہ صرف ایک عالم و مولوی تھے بلکہ بہت بڑے عابد و زاہد متقی و عارف صادق و شاکر ہونے کے ساتھ ساتھ ولی کامل غوث وقت قطب وقت اور مجدد وقت بھی تھے۔

جس کا جتنا ظرف تھا اس نے ذات اعلیحضرت کو اسی طرح سمجھا ہر کس و ناقص کے فہم و درک سے ذات اعلی حضرت بری ہے۔ اللہ والوں کو وہی سمجھتا ہے جو خود اللہ والا ہو۔ شیطان کے اطوار و طرق پر گامزن رہنے والا کیسے اولیاء اللہ کی عظمت و رفعت شرف و عزت جاہ و حشمت زہد و طہارت کو سمجھ سکتا ہے۔

آج پوری دنیا کے حق پسند علما اس بات کو مان چکے ہیں کی اعلیحضرت حضرت اہلسنت کی پہچان ہیں۔

کچھ ادھر ادھر کی کھانے کمانے والے حق شناس علماء کے بدخواہ پیر و ملا نہیں مان رہے کہ اعلی حضرت بھی ولی باکمال عطائے رب ذوالجلال تھے۔ ان کے نہ ماننے کی واحد وجہ ان کے دل میں اعلیحضرت کی طرف سے کجی ہے، اگر اس کی اصلاح انہوں نے نہ کی تو یہ کجی ضرور ان کو دوزخ تک لے جائیگی۔ اس لئے کہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ جس نے میرے ولی سے دشمنی روا رکھی میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔

اب جو نام نہاد پیر و ملا عوام الناس کو یہ کہہ کر ورغلا رہے ہیں کہ احمد رضا خان بریلوی صرف ایک مولوی تھے ولی اللہ نہیں ۔ ایسے نام نہاد پیر و ملا متذکرہ والا سید زادوں کے اقوال پاک بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ اعلی حضرت کیا کیا تھے۔

اور اس بات کا بھی خوب دھیان رکھیں کہ جو اعلی حضرت کا مخالف ہوگا وہ پیر و عالم تو درکنار اہل سادات کے اقوال کی روشنی میں سنی تک نہیں ہوگا۔

اور اگر اہل سادات کے اقوال پاک کو کذب و تحقیر سے لیگا تو یہ اہل سادات کی توہین پر دال ہوگا اور اہل سادات کی توہین کرنے والا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اہل سادات کے حق کو ہلکا سمجھنے والا اقرار پائیگا جو تین حالتوں سے خالی نہ ہوگا۔

ا۔ یا تو منافق ہوگا۔ ۲۔ یا ولدالزنا ہوگا۔ ۳۔ یا پھر طفل حائضہ ہوگا۔

اعلی حضرت کے مخالفو! ذرا غور کرو کہ اعلیحضرت کی مخالفت نے تم کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ تم خود کو پیر مغاں علامتہ الزماں ولی دوراں اور عاشق غوث الوری سمجھے ہوئے ہو۔۔۔ یاد رکھو ۔۔۔ کسی بھی ولی کی شان میں ہلکی سے ہلکی بات بولنے والا اس کی شان کو ہلکا لینے والا، اس کی کسی دوسرے سے برائی سننے والا اللہ و رسول جلت عظمتہ و صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہوتا ہے اور جو اللہ و رسول کا دشمن ہوگا وہ کیسے ولی اللہ ہوسکتا ہے۔

اس لئے اعلی حضرت کو سمجھنے کی کوشش کریں، ان کی کتب کا مطالعہ کریں، ان کے متعلق جو شکوک و شبہات آپ کے اندر ہیں دور کریں۔ اگر فہم و درک کی ذرا بھی ضیا آپ کے اندر ہے تو دیکھیں کہ اعلیحضرت کون ہیں ان کا ہمارے اوپر کتنا احسان ہے جس کا بدلا ہم رہتی دنیا تک ادا نہیں کر سکتے۔

ہر گز ہر گز کسی ایسے کی بات مت سنیں جو منکر اعلی حضرت ہے، اہل سادات کے اقوال پاک کی روشنی میں ان کا منکر ضرور راہ راست سے دور ہے۔

اعلی حضرت کی عظمت و رفعت کو دیکھ کر عاشقان رسول جھوم اٹھتے ہیں، جلتے بھنتے نہیں، تاریخ گواہ ہے کہ اعلی حضرت کی شان میں گستاخانہ اقوال بولنے والوں پر کیسے کیسے شدائد غائلہ مصائب ہائلہ اللہ کی طرف سے آئے، اس سے بڑھ کر اور کیا عذاب ہوگا کہ

وہ منکر اعلیٰ حضرت جب اس دنیا سے گئے تو دنیا والوں نے ان کو ضال و مضل جاہل وا جہل کے زمرے میں گردانا۔ العیاذ باللہ

حاصل کلام یہ کہ اعلیٰ حضرت اپنے وقت کے قطب وقت بھی تھے، غوث وقت بھی، ولی وقت بھی تھے اور مجدد وقت بھی۔

اللہ عزوجل ہم کو اپنے فضل وکرم سے اپنے محبوبین کا محب بنائے اور ہمارا خاتمہ مسلک اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت پر فرمائے۔

لکھنے میں اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو دامن عفو میں جگہ دے کر میری زبان سے خود کے لئے تشکر و امتنان کے جمل کی امید رکھیں۔

□□□

بقیہ انٹرویو: علامہ علقمہ شبلی۔۔

یہ ان کا جشن نہیں جماعت اہل سنت کا جشن ہوگا جسے ان کی تعلیمات، ان کی جدوجہد اور ان کے ایثار وقربانی سے نئی زندگی اور حیات تازہ ملی۔ اس سلسلہ میں ان کی کتابوں کی اشاعت ہونی چاہئے، رضویات کا ایک جامع سیٹ تیار ہونا چاہئے، ان کے تصوف پر مبنی رسائل وفتاویٰ کو شائع کیا جانا چاہئے، سائنس پر انہوں بہت کچھ لکھا ہے اس پر سال بھر تک مختلف یونیورسٹی کے پروفسروں کی مدد سے سیمینار و مذاکرہ کا اہتمام ہونا چاہئے۔ کام کرنے والے افراد موجود ہیں ان کو جوڑنا ہوگا میں نے پہلے کہا کہ مرکز اگر ان تمام صلاحیت مند افراد کو سمیٹ لے تو پھر سے ایک نیا انقلاب آجائے۔

سوال: دو ماہی الرضا اپنے ایک سالہ تکمیل پہ یہ انٹرویو نمبر شائع کر رہا ہے، اس کے دوسرے شماروں نے بھی جماعت اہل سنت کے حلقوں میں بڑی پذیرائی حاصل کی، آپ الرضا کے توسط سے قارئین کو کیا پیغام دینا چاہیں گے۔

جواب: دو ماہی "الرضا" کے قارئین کرام کو میں اپنا حقیر سا مشورہ یہی دونگا کہ ہزاروں مخالفت ہوں اڑے رہیے۔ اور جہاں رہیے وہاں ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت بن کر مخالفین کے لیے شمشیر براں بن رہیے۔ خود بھی بچیے اور بدعقیدہ نام نہاد صوفیوں سے مکاروں سے اہلسنت کو بھی عوام کو بھی بچایئے۔

□□□

بقیہ: مسلم پرسنل لا، دستور ہند اور۔۔۔۔۔

دس ہزار ایسے جاں نثار ڈھونڈ نکالنا مشکل ہے جو سڑکوں پر اتر کر حکومت وقت کے دیرینہ خواب کو زمیں دوز کرنے کی عزیمت کے حامل ہوں۔

ہاں! اسی سرزمین پر ایک ایسی شخصیت بھی ہے جسے اپنوں کے ساتھ ساتھ دیگر جماعتوں میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ویسے بھی ہندوستانی مسلمان مزاجاً سنی بریلوی زیادہ ہیں۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا قادری ازہری بریلوی ایک مقناطیسی شخصیت کے مالک ہیں، اصول پسند ہیں، سیاست سے دور رہتے ہیں، اعلیٰ حضرت کے خانوادے کے چشم وچراغ ہیں، سنیوں کے مرد خاموش ہیں، بہت کم بولتے ہیں مگر جب بولتے ہیں تو ایوانوں میں زلزلہ آجاتا ہے۔ انہوں نے اس حساس مسئلے میں اپنا سکوت توڑتے ہوئے مردانہ وار حکومت کا نام لیکر اسے للکارا اور شریعت میں مداخلت سے باز رہنے کی تاکید کی۔ ضرورت ہے کہ بغیر کسی تعصب کے تحفظ شریعت کے لیے ان کے دست وبازو کو مضبوط کیا جائے اور ان کے قدم سے قدم ملا کر مسلم پرسنل لا کے تحفظ کی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جائے۔

حکومت نے جو یہ تاثر دے رکھا ہے کہ کچھ ناعاقبت اندیش صوفیوں کی طرح پوری سنی جماعت بھی ان کی جیب میں ہے۔ حکومت کسی مغالطے میں نہ رہے سنی مسلمانوں کو کسی سرکاری صوفی کے زرخرید نہیں ہیں بلکہ غلامان غریب نواز ہیں اور غریب نواز کی زندگی اس بات کا ببانگ دہل اعلان کرتی ہے کہ ظلم وجبر کے آگے جھکا نہیں جاتا بلکہ اسے اپنی نعلین سے زمین دوز کیا جاتا ہے۔

آیئے قدم اٹھائیں، شانہ سے شانہ ملائیں، اپنے قائد کے دست وبازو کو مضبوط کریں اور حکومت کو بتادیں کہ جس دستور کو اب تک سو سے زیادہ بار بدلا جاچکا ہے اس کے نفاذ کے لیے اس شریعت کو نہیں بدلا جاسکتا جو چودہ سو سال سے غیر متبدل ہے اور قیامت تک غیر متبدل رہے گی۔ اگر اس کو بدلنے کی کوشش کی گئی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ بدلنے والے خود تاریخ کے کوڑے دان میں پھینک دیے جائیں۔

□□□

(پانچویں قسط)

احمد رضا صابری

انٹرنیٹ پر افکارِ رضا کے دریچے

گذشتہ سے پیوستہ۔۔۔۔

Works on alahazrat in English Language:

اس سیکشن میں دو کتابیں پیش کی گئی ہیں، لیکن دونوں ہی اردو زبان میں ہے۔ جبکہ سیکشن کے مطابق انگلش کتابیں پیش کیا جانا تھا۔ شاید کچھ ٹیکنیکل خامی کی وجہ سے یہاں پیش نہیں ہو سکی۔

- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی: ابوالمقصود قادری
- مخدوم بہار۔ محدثِ بریلوی کی نظر میں: مولانا نثار احمد مصباحی

Books and Articles on Alahazrat in Other Languages:

- Imaam-e-Ahle Sunnat Hazrat Sayyiduna Ash Shah Ahmed Raza Khan (Biography in Dutch Language)
  Mujaddid-e-Azam Dien-o-Millat Imaam-e-Ahle Sunnat Hazrat Sayyiduna Ash Shah Ahmed Raza Khan Fazil-e-Bareilly Radi Allaho Anho
  Met dank aan Allaamah Maulana Mahfooz Anwar Ali Qadri voor het
- beschikbaar stellen van de Engelse versie van het boek.
  Een Nederlandse vertaling van Alhaaj Mohamed Juzoef Yahya Tangali Qadri
- Imam Ahmad Raza en topologie
  Engelse versie samengesteld door:
  Dr. Maulana Abdul Naim Azizi
  Met dank aan: Raza Academy, Jasoli, Braily, (U.P.) India
  Nederlandse vertaling: Mohamed Juzoef Tangali Qadri MBA MA BA PgD Law, PgC Islamic Finance & Banking

ویب سائٹ کے مین مینو Main Menue کے قرآن سیکشن میں قرآن پاک کا ترجمہ کنزالایمان مع تفسیر خزائن العرفان پیش کیا گیا ہے جو کہ نہایت ہی کارآمد اور لائق تحسین ہے۔ جبکہ قرآن کے متعلق تصنیفات میں اعلیٰ حضرت کی کچھ مندرجہ ذیل کتابو کا لنک پیش کیا گیا ہے:

- **ارتفاع الحجب عن وجوہ قرآءۃ الجنب**
  بحالت جنابت قرآن پاک پڑھنے والے کی قرات کی مختلف صورتوں سے پردہ اٹھانا۔ جنبی کی قرأت سے متعلق وہ تحقیقات جو دوسری جگہ نہیں ملیں گی
  تصنیف لطیف: از اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن
- **إلجام الصاد عن سنن الضاد**
  ضاد کے طریقوں سے روکنے والے کے منہ میں لگام دینا۔
  حرف ضاد کے احکام اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ
- **نعم الزاد لروم الضاد**
  حرف ضاد کے پڑھنے کا صحیح طریقہ: حرف ضاد کی تحقیق
  تصنیف لطیف: از اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت الشاہ

امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن

''اعلیٰ حضرت پر دیگر کتب ومقالہ جات''

اس باب میں مندرجہ ذیل کتب ومقالہ کا لنک پیش کیا گیا ہے:

- تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت: محمد صادق قصوری، پروفیسر مجید اللہ قادری
اعلیٰ حضرت کے پچاس خلفاء کے اسماء وحالات زندگی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ یہاں بحمدہ تعالیٰ نہ کبھی خدمت دینی کوکسب معیشت کا ذریعہ بنایا گیا۔ نہ احباب علمائے شریعت یا برادران طریقت کوایسی ہدایت کی گئی بلکہ تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دست سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعت دین وحمایت سنت میں جلب منفعت مالی کا خیال دل میں بھی نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصا لوجہ اللہ ہو
- اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی: علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری علیہ الرحمہ
اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کی تاریخ گوئی پر بہترین تحریر۔
- امام احمد رضا اور غریب نواز۔ رضی اللہ عنہما: کوثر امام قادری
- امام احمد رضا اور بیان نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم: مولانا محمد علی رضا قادری
- امام احمد رضا حدیثِ نبوی کی روشنی میں: مولانا عبدالعزیز احمد اشرفی بستوی علیہ الرحمہ
- امام احمد رضا۔ ایک گوہر آبدار: میاں نذیر اختر
- اسمائے کتب اعلیٰ حضرت کا علمی جائزہ: حافظ محمد شکیل اوج
- بریلوی۔ دور حاضر میں اہل سنت کا علامتی نشان: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ
- سلسلہ قادریہ رضویہ کے فروغ میں امام احمد رضا کا کردار: مولانا شفیق اجمل قادری
- خطاب اس کا جس نے اعلیٰ حضرت کو دیکھا: مولانا محمد شہزاد قادری ترابی
- دورِ حاضر میں افکارِ رضا کی اہمیت وضرورت: میاں عطا محمد نعیمی
- احمد رضا بریلوی کی شہرت کے اسباب: شبنم خاتون
- مجددِ ملت کا مشن۔ نتائج کے اعتبار سے: لطیف احمد چشتی
- امام احمد رضا اور احیائے دین: منظور حسین بہاوری
- امام احمد رضا نشان سنیت: سید انجم علی رضوی
- امام احمد رضا ایک تاریخ ساز شخصیت: ولانا عبدالجبار رہبر اعظمی
- امام احمد رضا اور ہماری ذمہ داریاں: ولانا حامد القادری
- مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی: مولانا محمود احمد قادری۔ کانپور
- امام احمد رضا کے گیارہ مکتوبات:
- تقاریظ امام احمد رضا: سید صابر حسین شاہ بخاری
- مختلف علمائے اہل سنت کی بچاس کتب پر امام احمد رضا کی لکھی ہوئی تقاریظ پر تحقیق:
- یاد اعلیٰ حضرت: علامہ عبدالحکیم شرف قادری
اس کتاب میں امام المتکلمین مولانا نقی علی خان والد ماجد اعلی حضرت کے افادات پر مشتمل کتاب فضل العلم و العلماء بھی شامل ہے اور جناب اعظم چشتی کی تحریر کردہ منقبت بھی کتاب کا حصہ ہے۔ علم وحکمت کو کیا ہے شناسائے جنوں، ہے وہ فیضان رضا واللہ فیضان رضا
- خلفائے محدث بریلوی: تصنیف: ڈاکٹر مسعود احمد
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خلفاء کا تعارف، حالات زندگی اور کارنامے۔ مولانا حامد رضا خان، مولانا مصطفےٰ رضا خان، مفتی تقدس علی خان، سید محمد محدث کچھوچھوی، علامہ ظفر الدین بہاری، مولانا برہان الحق جبلپوری، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مولانا ضیاء الدین مدنی اور قاضی عبدالوحید فردوسی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے علمی کارناموں کی تفصیل۔
- افکارِ شیخ محدث دہلوی و شیخ محدث بریلوی علمی تحقیقی جائزہ: ڈاکٹر محمد یونس قادری
- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی: زاہد سراج القادری
- امام احمد رضا اور علماء مکہ: محمد بہاؤ الدین شاہ
- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور علماء شام: خلیل احمد رانا
- حسام الحرمین کے سو سال: ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی
علمائے مکۃ المکرمہ اور علمائے مدینۃ المنورہ کی تصدیقات پر مشتمل

کتاب حسام الحرمین کے سو سال مکمل ہونے پر تاثرات۔

جبکہ مین مینو Main Menue کے حدیث سیکشن میں مندرجہ ذیل کتابوں کا لنک پیش کیا گیا ہے:

- جامع الاحادیث جلد اول

المختارات الرضویہ من الاحادیث النبویۃ والاثار المرویۃ

جلد اول کتاب کے مقدمے پر مشتمل ہے جس میں حجیت حدیث، منکرین حدیث کے شبہات اور ان کا ازالہ، حفاظت حدیث، علم حدیث کی تدوین، فن حدیث کی نامور شخصیات، ان کی سیرت وکردار اور ان کے تفصیلی کارہائے نمایاں پر گرانقدر تحقیقی کام شامل ہے۔ اس کے علاوہ حدیث و اصول حدیث، انواع کتب حدیث، مراتب ارباب حدیث اور طبقات کتب حدیث پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

- جامع الاحادیث جلد دوم

المختارات الرضویہ من الاحادیث النبویۃ والاثار المرویۃ

- جامع الاحادیث جلد سوم

المختارات الرضویہ من الاحادیث النبویۃ والاثار المرویۃ

جلد سوم میں کتاب الجنائز، کتاب الزکوۃ، کتاب الصوم، کتاب النکاح، ، کتاب الطلاق، کتاب البیوع، کتاب الایمان والنذور، ، کتاب الحدود والدیات، ، کتاب الہجرت والجہاد، کتاب الخلافہ، کتاب الرؤیاء کتاب الاطعمۃ والاشربۃ، کتاب الاضحیۃ، کتاب الصید والزبائح اور مرض ودوا سے متعلق احادیث جمع کی گئی ہیں۔

- جامع الاحادیث جلد چہارم

المختارات الرضویہ من الاحادیث النبویۃ والاثار المرویۃ

جلد چہارم میں کتاب الادب، کتاب الحیوانات، کتاب التوبۃ، کتاب الزہد، کتاب الدعوات، کتاب الذکر، کتاب الفرائض، کتاب الساعۃ اور کتاب الفضائل سے متعلق احادیث کا بیش بہا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔

- جامع الاحادیث جلد پنجم

المختارات الرضویہ من الاحادیث النبویۃ والاثار المرویۃ

جلد پنجم کتاب المناقب پر مشتمل ہے۔ اس میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے خصائص وفضائل، معجزات، تصرفات و اختیارات، ، تعظیم رسول، نور مصطفی، علم غیب، ولادت، بعثت، وصال کے بارے میں احادیث جمع کی گئی ہیں اس کے علاوہ فضائل انبیاء، فضائل شیخین اور فضائل صحابہ پر بھی حدیثوں کا ذخیرہ اکٹھا کیا گیا ہے

- جامع الاحادیث جلد ششم

المختارات الرضویہ من الاحادیث النبویۃ والاثار المرویۃ

اس جلد میں پچھلی پانچ جلدوں کی مکمل فہرست مرتب کی گئی ہے جس میں فہرست آیات کریمہ، فہرست اطراف حدیث، فہرست عنوانات، فہرست مسائل ضمنیہ، حالات راویان حدیث، فہرست کتب، ماخذ ومراجع اور فہرست اسمائے راویان حدیث شامل ہیں۔

- جامع الاحادیث جلد ہفتم

المختارات الرضویہ من الاحادیث النبویۃ والاثار المرویۃ

اس جلد میں جن احادیث پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن کے افادات درج ہیں ان میں شامل ہیں: ایمان واسلام، کتاب اللہ میں ہر چیز کا بیان، ستر ہزار بے حساب جنت میں، سو میں سے ننانوے دوزخی، ہزار میں سے نو سے ننانوے دوزخی، یاجوج ماجوج کی تحقیق تورات اور علم غیب، سنت رسول کی اہمیت، کتاب اللہ امت کے حق میں تبیان نہیں، ایک پر سو سے زیادہ احادیث سے ثبوت، منکرین علم غیب کی مستدل احادیث اور جواب، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منکرین کو پہچانتے تھے، آیت لا اعلم الغیب کے پانچ جواب، قرآن میں آخری آیت کونسی نازل ہوئی، حضور اور آپ کی امت کے فضائل، سفینہ نوح اور سلیمان علیہما السلام، حضور اور علم کتابت اور امی کا معنیٰ، حضور کو شعر کا علم تھا، علم بالملکہ کا معنیٰ، وہ احادیث جو وزن عروضی پر وارد ہوئیں، بحور اور ان کے ہم وزن احادیث (جاری۔۔۔)

مسلم پرسنل لا

دستور ہند اور ہندی مسلمان

مفتی غلام مصطفی نعیمی، مدیر اعلیٰ سوادِ اعظم دہلی

تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے، آج سے تقریباً 30 سال پہلے شاید پہلی بار ملک کی سب سے بڑی عدالت نے شاہ بانو کیس کا سہارا لے کر شریعت مطہرہ کی حدود میں زبردستی داخل ہونے کی جسارت کی تھی۔ کانگریس نے چور دروازے سے سنگھ پریوار کے اس خفیہ منصوبے پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا جس کو مسلمانوں کے اس ازلی دشمن کی شہ رگ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ بہرحال اس وقت تک مسلمانوں کا خون اتنا ٹھنڈا نہیں ہوا تھا کہ عدلیہ و پارلیمنٹ جیسے انسانی اداروں کا تسلط خدا اور سول کے دین کے معاملے میں برداشت کر لیتے۔ وہ سینہ سپر ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اسلام دشمن طاقتوں کی سازشوں کا شیش محل ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گیا۔

اس تاریخی ہزیمت کے بعد کانگریس تو خیر شریعت اسلامیہ کے حوالے سے کسی براہِ راست حملے کی پوزیشن میں نہیں رہی مگر اس کی ہمنوا دیگر جماعتوں نے اپنی اپنی نام نہاد غیر سیاسی تنظیموں (N,G,O,s) کے ذریعے اس سازش کو پروان چڑھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ ہمارے ملک میں کوئی ایک ایسی سیاسی یا غیر سیاسی جماعت موجود نہیں ہے جو زندگی کے کسی بھی شعبے میں دین کی مداخلت کو برداشت کر سکتی ہو؟ لہٰذا ریشہ دوانیوں کا سلسلہ بھی ختم نہیں ہوا، اور پھر ایک دن نام نہاد سیکولر طاقتوں کو دھول چٹاتے ہوئے سنگھ پریوار کی منظور نظر بھاجپا ملک کی گردن پر سوار ہو گئی۔

بھاجپا اور اس کا سیاسی منشور:

بھاجپا آر ایس ایس کی سیاسی جماعت ہے اور آر ایس ایس کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے۔ بھاجپا پہلے جن سنگھ کے نام سے ہندوستان کے سیاسی افق پر آئی اور بعد میں بی جے پی یعنی بھارتیہ جنتا پارٹی کے نام سے آگے بڑھی۔ ایک طویل زمانے تک بھاجپا کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں کر پائی لیکن بعد میں کچھ "سیکولر پارٹیوں" کی مہربانی سے اس جماعت نے حیرت انگیز ترقی کرتے ہوئے لوک سبھا میں اپنی سیٹوں کی تعداد دو [۲] سے بڑھا اٹھاسی [۸۸] تک پہنچا دی جس کے کھلے ذمہ دار وہ سیاسی لیڈران تھے جنہیں "دانشور مسلمانوں" نے مسلمانانِ ہند کا سب سے بڑا مسیحا مان لیا تھا اور آج بھی اسی جماعت "جنتا دل" کے لیڈران الگ الگ پارٹیاں بنا کر مسلمانوں کے ووٹوں سے تخت و تاج کے مالک بنے ہوئے ہیں۔

بی جے پی کا خمیر جس مسلم دشمنی کے جذبے کے تحت تیار ہوا تھا اس کا اثر نہ کبھی ختم ہوا اور نہ ہی کبھی کمی واقع ہوئی۔ اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے بی جے پی نے کبھی کوئی خفیہ ایجنڈا نہیں رکھا انہوں نے اپنے منشور کا اعلان کھلے عام کیا، اس کے لیڈروں

نے ڈنکے کی چوٹ پر کہا، ہر موقع پر کہا کہ وہ اقتدار میں آئے تو ان کے منشور کا سب سے اہم حصہ یہ تین نکات ہوں گے۔

(1) اقتدار میں آتے ہی اجودھیا میں عالی شان رام مندر بنائیں گے۔

(۲) کشمیر کو ہندوستان سے جوڑنے والی دفعہ 370 کو دستور سے خارج کریں گے۔

(3) پورے ملک میں یونیفارم سِول کوڈ (Uniform sivil code) نافذ کریں گے۔

یہ تین بڑے مطالبات تھے جو بھاجپا والے دیگر سیاسی جماعتوں سے کرتے رہتے تھے۔ پچھلی حکومتوں نے، جن میں کانگریس وہ جماعت ہے جس نے سب سے زیادہ عرصے تک ملک پر حکومت کی ہے۔ اگر بی جے پی کے مطالبے پر کان نہیں دھرے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ ان مطالبات کے خلاف تھے بلکہ بعض سیاسی مجبوریوں کے باعث وہ ایسا سمجھتے تھے کہ ان پر عمل کرنے کا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔ بہر حال بی جے پی نے ''انصاف وترقی'' کے نام پر الیکشن لڑکر تمام سیاسی جماعتوں کو بیک فٹ پر دھکیل دیا اور آسانی کے ساتھ اقتدار پر قابض ہوگئی۔ حکومت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی بھاجپا اپنے اصلی رنگ میں آگئی اور ''انصاف وترقی'' کا نعرہ ایک طرف پھینک کر اس نے پورے ملک کو بھگوا رنگ میں رنگنے کے لیے ضروری اقدامات شروع کر دیے۔ اسی حکمت عملی کے تحت تین طلاق کے بہانے انہوں نے دستور کے ''رہنماہدایات'' کے باب میں درج دفعہ 44 کے حوالے سے یکساں سِول کوڈ کا معاملہ گرم کر دیا اور اس بار لگتا یہی ہے کہ اگر ہم نے اس مصیبت سے بند کمروں میں رہ کر نپٹنے کی کوشش کی تو اس ملک میں صرف نام کے مسلمان بچیں گے اصل اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

دستور ہند کے رہنما اصول اور یکساں سول کوڈ:

ہندوستان کا دستور تین اہم چیزوں پر مشتمل ہے جو درج ذیل ہیں:

(1) سوشلسٹ (Socialist) یعنی دستور عوامی ہوگا کسی کے لیے کوئی تخصیص نہیں ہوگی دستور کی نگاہ میں امیر وغریب سب برابر ہوں گے۔

(2) سیکولر (Secular) یعنی ملک کا دستور غیر مذہبی ہوگا یعنی کسی خاص مذہب کا اس پر غلبہ نہیں ہوگا۔

(3) ڈیموکریٹک (Democratic) یعنی سبھی فیصلے عوامی اور جمہوری ہوں گے، جمہوریت ہی ہر فیصلے کی اصل وبنیاد ہوگی۔

دستور ہند کا ایک باب ہے ''رہنما اصول'' جسے آئین کی زبان میں Directive Principle ڈائریکٹو پرنسپل کہا جاتا ہے۔ اس باب میں ایک دفعہ آرٹیکل 44 جس میں کہا گیا ہے کہ:

> ''حکومت مملکت ہندوستان کے سارے علاقوں میں تمام شہریوں کے لیے یونیفارم سول کوڈ ترتیب دینے کی کوشش کرے گی۔''

دستور کے اسی رہنما اصول کی آڑ لیکر بی جے پی پورے ملک میں یکساں سول کوڈ کو نافذ کرنے کی تیاری میں ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ دستور کے Directive Principle میں بہت سارے ایسے اصول بھی درج ہیں جن کا حصول کسی طور ممکن نہیں ہے۔ اسی لیے دستور کی دفعہ 37 کے ذریعے یہ وضاحت کردی گئی کہ ''اس حصے میں درج رہنما اصول عدالتوں کے ذریعے قابل قبول نہیں ہیں۔'' یعنی کوئی بھی انسان عدلیہ سے یہ حکم حاصل نہیں کرسکتا کہ فلاں اصول کو نافذ کیا جائے اور نہ ہی کسی عدالت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خود سے کسی رہنما اصول کو نافذ کرنے کا حکم جاری کرے۔

کچھ اہم رہنما اصول اور حکومتوں کا رویہ:

دستور میں تحریر کچھ ایسے اہم رہنما اصول بھی ہیں جنہیں اگر نافذ کر دیا جائے تو ملک کی عوام کو بہت زیادہ فائدہ ہوگا مگر حکومتوں نے ان کے نفاذ میں کبھی دل چسپی نہیں دکھائی لیکن اپنی مسلم دشمن

پالیسی یا ووٹوں کی حرص میں آئے دن مسلم پرسنل لا کے خلاف آوازیں اٹھاتے رہتے ہیں۔ اگر اگر ان کی نیتیں صاف ہیں تو وہ دیگر رہنما اصولوں کے بارے میں کیوں عملی اقدامات نہیں کرتے؟

ملاحظہ کریں دستور کے ایسے ہی چند رہنما اصول جو ملک کے عوام کے لیے حد درجہ فائدہ مند ہیں مگر ان سے ہر حکومت صرف نظر کرتی ہے۔

رہنما اصول جو نفاذ کی راہ دیکھ رہے ہیں:

(۱) آرٹیکل [47] میں نشہ آور چیزوں پر مکمل پابندی کا اصول درج ہے لیکن آج تک کسی بھی حکومت نے اس اصول کو نافذ کرنے کی جرأت نہیں دکھائی۔ حالانکہ ہر سال نشہ سے مرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہوتی ہے، گاڑیوں کے ایکسی ڈینٹ ہوتے ہیں، جھگڑے مار پیٹ، قتل وغارت گری کا ایک اہم سبب نشہ آور چیزوں کا استعمال ہوتا ہے کتنے گھر اسی نشہ کی نحوست کی وجہ سے اجڑ جاتے ہیں، کتنی بیٹیاں نشہ کی وجہ سے برباد ہوجاتی ہیں مگر کبھی کسی حکومت نے نشہ پر مکمل پابندی کی بات نہیں کی۔ ہاں نشہ کے کاروبار سے ٹیکس وصول کر خزانہ اکٹھا کرنے کے لیے "محکمہ آبکاری" ضرور بنا دیا ہے۔

(۲) دستور کے آرٹیکل [39,A] میں کہا گیا ہے کہ نظام قانون کو اس طرح پروان چڑھایا جائے گا کہ ہر شہری کو انصاف حاصل کرنے کے مساوی مواقع ملیں گے۔

کیا آزادی کے بعد سے اب تک کوئی ایسا میکانزم بنایا گیا کہ جس سے امیر وغریب کو انصاف کے حصول کے لیے یکساں مواقع مل سکیں؟ کیا آج ایک غریب انسان حصول انصاف کی خاطر ملک کی عدالت عالیہ سپریم کورٹ میں جانے کی ہمت جٹا سکتا ہے؟ سپریم کورٹ کے وکیلوں کی فیس ادا کرنے کی ہمت ایک غریب تو کیا ایک مڈل کلاس انسان بھی دکھا سکتا ہے؟ کہاں ہے اس رہنما اصول کا نفاذ جس سے سبھی کو حصول انصاف کا یکساں موقع مل سکے؟ کسی بھی حکومت نے اس سلسلے میں کبھی کوئی سنجیدہ اقدام نہیں کیا۔

(۳) آرٹیکل [39,E] میں کہا گیا ہے کہ پیٹ کی آگ بجھانے اور دووقت کی روٹی کمانے کے لیے کسی کو ایسا کام نہ کرنا پڑے جو اس کی عمر اور اس کی طاقت سے مناسبت نہ رکھتا ہو۔

کسی حکومت کو شہر کی گلیوں میں پیٹ کی آگ بجھانے کی خاطر ضعیف العمر بوڑھے رکشا چلاتے نظر نہیں آتے؟ اپنے گھروں کا خرچ چلانے کی خاطر اپنے بچپن کی امنگوں کو بھول کر کوڑا کرکٹ چنتے چھوٹے چھوٹے بچے کسی حکومت کو دکھائی نہیں دیتے؟ آزادی کے 70 سال بعد بھی اس رہنما اصول پر آج تک کوئی عمل نہیں کیا گیا، کتنے بزرگوں کا بڑھاپا حکومت کی سردمہری کی وجہ سے اپنی بے بسی کا رونا روتا ہے، کتنے بچوں کا بچپن حکومت کی بے رخی کی داستان کہتا ہے۔ لیکن آج تک حکومتوں نے کبھی نہ بوڑھوں کے بڑھاپے پر رحم کھایا اور نہ ہی کسی حکومت کو بچوں کی امنگوں کا خیال رہا۔ ہاں اپنی مسلم دشمن پالیسی کی وجہ سے یکساں سول کوڈ کا شگوفہ ضرور چھیڑا جاتا رہا اور موجودہ حکومت کا یہ اقدام بھی اسی کا ایک نمونہ ہے۔

موجودہ تنازع اور تفصیلات:

اس وقت جس بات کو لیکر سنگھی میڈیا اور غیروں کے آلہ کار شور مچا رہے ہیں اس کی قدرے تفصیل اس طرح ہے:

کچھ نام نہاد مسلم عورتیں جن میں زیادہ تر دین ومذہب سے بیزار ہیں، انہوں نے سپریم کورٹ میں اس بات کو لیکر کیس کیا ہے کہ ایک ہی مجلس میں تین طلاق، ایک سے زیادہ شادی پر پابندی عائد کی جائے اور عورت کو بھی طلاق دینے کا اختیار دیا جائے۔ اسی مسئلے کو لیکر سپریم کورٹ کی دو رکنی بینچ نے جو جسٹس وکرم جیت سنگھ اور شیوا کیرتی سنگھ پر مشتمل ہے۔ اسی بینچ نے حکومت سے حلف نامہ داخل کرا اپنا موقف پیش کرنے کا حکم دیا۔ جس پر مودی حکومت نے حلف نامہ دیتے ہوئے طلاق ثلاثہ اور ایک سے زیادہ شادی پر پابندی عائد کرنے پر زور دیا ہے۔

چونکہ بی جے پی مسلمانوں کے تعلق سے پہلے ہی کوئی نرم

گوشہ نہیں رکھتی ہے اس لیے اس مسئلے پر بھی اس نے آر پار کی لڑائی کی ٹھان لی ہے ۔جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ اس کے کئی بڑے وزیر روی شنکر پرشاد، ارون جیٹلی ، وینکیا نائڈو صاف کہہ چکے ہیں کہ ہم اس مسئلے پر جھکنے والے نہیں ہیں اور اب طلاق ثلاثہ وتعدد ازواج کے خاتمہ کا وقت آگیا ہے۔خود وزیر اعظم نے ایک سیاسی ریلی میں یہ اعلان کیا ہے کہ وہ اس مسئلے میں کھل کر ان نام نہاد مسلم عورتوں کے ساتھ ہیں جو دراصل حکومت کے ہی اشارے پر یہ کھیل کھیل رہی ہیں۔اب چونکہ حکومت کا موقف بہت کھل کر سامنے آچکا ہے ۔ یہ بات بھی بہت صاف ہے کہ کسی بھی سیاسی پارٹی کو مسلم پرسنل لا سے کوئی خاص ہمدردی نہیں ہے ۔کیوں کہ یہ ان کے لیے کوئی بہت بڑا اہم مسئلہ نہیں ہے۔اس لیے اب جو کچھ کرنا ہے وہ ہمیں خود ہی کرنا ہوگا۔

کیا ہے پرسنل لا؟:

دستور ہند سے تھوڑی بہت واقفیت رکھنے والے افراد یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ ہمارے ملک میں رائج قانون کی دو اہم قسمیں ؛1۔سول کوڈ(Civil Code)اور کریمنل کوڈ(Criminal Code) کہلاتی ہیں۔کریمنل کوڈ کے اندر جرائم کی سزائیں اور بعض انتظامی امور آتے ہیں ۔ یہ سارے قوانین تمام اہالیان وطن پر یکساں طریقے پر نافذ ہوتے ہیں۔اس میں کسی طرح کی تفریق نسل ومذہب یا علاقہ کی بنیاد پر نہیں کی گئی ہے۔

سول کوڈ کے دائرے میں وہ قوانین آتے ہیں جن کا تعلق انسانی معاشرے اور اس کے تمدنی و معاملاتی مسائل سے ہے۔اس میں بھی زیادہ تر قوانین سبھی افراد کے لیے یکساں ہیں ،ہاں !سول کوڈ کے ایک حصے میں ملک کی بعض اقلیتوں کو ان کے مذہب کے مطابق کچھ مخصوص معاملات میں ان کے مذہبی قوانین پر عمل کرنے کی آزادی دی گئی اور دستور میں اس کی حفاظت کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔اسی کو پرسنل لا کی آزادی کا نام دیا گیا ہے۔دستور کی اسی آزادی کے تحت مسلمانوں کو بھی شریعت اپلی کیشن ایکٹ میں یہ حق دیا گیا ہے۔

مسلم پرسنل لا:

اسلامی قوانین کا وہ حصہ جس کا تعلق مسلمانوں کی معاشرتی اور ان کی عائلی زندگی سے ہے جس کو خاندانی تعلقات بھی کہا جاتا ہے۔جس میں نکاح ،طلاق، وراثت، ہبہ، خلع، حضانت، متبنی ،ولایت ،وصیت اور وقف جیسے اہم قوانین آتے ہیں انہیں کو دستور کی زبان میں مسلم پرسنل لا(Muslim Personal Law) کہا جاتا ہے۔کسی کے ذہن میں یہ وہم وگمان نہ رہے کہ ملک میں مسلمانوں کے لیے شرعی قوانین نافذ ہے یہ تو صرف شدت پسندوں کا پروپگنڈہ ہے۔حقیقت صرف اتنی ہے کہ شریعت کا صرف بمشکل دو فیصد حصہ ہی دستور میں مسلمانوں کے لیے منظور کیا گیا ہے۔جس کو مسلم پرسنل لا کہا جاتا ہے اور اس معمولی سے اسلامی حصہ کو بھی شدت پسند برداشت نہیں کر پار ہے ہیں۔

دستورِ ہند اور پرسنل لاز:

یہ بات بھی خوب ذہن نشین رہے کہ وطن عزیز میں صرف مسلمانوں کو ہی ان مذہبی عائلی قوانین پر عمل کی اجازت نہیں دی گئی ہے بلکہ ملک کی دیگر مذہبی قوموں کو بھی ان کے پرسنل لاز پر عمل کی اجازت دی گئی ہے۔دستور میں آرٹیکل[25]اور[26]کے تحت باضابطہ اس کی حفاظت کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔

وطن عزیز ہندوستان میں انگریزوں کے دور سے ہی ہر مذہبی کمیونٹی کو ان کے پرسنل لا پر عمل کی اجازت تھی۔جس وقت انگریزوں نے اس ملک کی باگ ڈور سنبھالی تھی تو اس ملک میں مسلمانوں کی حکومت ہونے کی وجہ سے نظام شرعیہ نافذ تھا جسے انگریزوں نے آہستہ آہستہ ختم کر دیا۔اسلامی قوانین کو منسوخ کرنے کی مہم میں انہوں نے سب سے پہلے 1866ء میں فوجداری کا اسلامی قانون ختم کیا اس کے بعد انہوں نے قانون شہادت کو ختم کیا اور اس کے بعد قانونِ معاہدات کو بھی انہوں نے ختم کر دیا۔اسلامی قوانین کی منسوخی کا یہ عمل ہوتے ہوتے ''عائلی قوانین'' تک آن پہنچا جس کا تعلق

معاشرتی وخاندانی امور سے تھا۔ معاشرتی امور میں نکاح، طلاق اور وراثت جیسے اہم قوانین تھے۔

انگریزوں نے عائلی قوانین کا جائزہ لینے اور اس کے منسوخ کرنے کے لیے ایک تحقیقاتی پینل بنایا جسے رائل کمیشن (Royal Commission) کا نام دیا گیا۔

اس کمیشن نے ملک کی مختلف قوموں کے افراد، ان کے مخصوص رسوم ورواج اور معاشرتی شناخت کے حوالے سے اپنی تحقیق مکمل کی اور حکومت کو بتایا کہ معاشرت مذہب کا ایک حصہ ہے اگر اس کو بدلنے کی کوشش کی گئی تو پورے ملک میں انگریزوں کے خلاف غم وغصہ کی آگ پھیل جائے گی اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہر قوم کو اس کے مذہبی عائلی قوانین پر عمل کی اجازت دی جائے۔ اس کمیشن کی رپورٹ کی بعد حکومت نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور اس طرح انگریزی دورِ حکومت میں کسی بھی قوم کے عائلی قوانین کو بدلنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

ملک میں دیگر اقوام کے پرسنل لاز:

وطن عزیز میں شدت پسند افراد اور سنگھی میڈیا مسلسل یہ شور مچاتا ہے کہ ملک سے شرعی قانون کو منسوخ کیا جائے۔ ابھی حال ہی میں پوری پیٹھ کے شنکراچاریہ نے حکومت سے یہ اپیل کی ہے کہ ملک سے شریعت قانون کو ختم کیا جائے۔ ابھی گرو جی چپ بھی نہ ہونے پائے تھے کہ آر ایس ایس کے اہم لیڈر نے یہ مطالبہ کیا کہ اگر کچھ قومیں اپنے پرسنل لاز پر عمل کرنا چاہیں تو ان سے ووٹ دینے کا حق چھین لیا جائے۔

سب جانتے ہیں کہ ان دونوں مذہبی لیڈروں کا اشارہ کس کی جانب تھا۔ اس لیے ضروری ہے کہ عوام کے سامنے یہ بات بھی آجائے کہ اس ملک میں صرف مسلمانوں کے لیے ہی کوئی پرسنل لا نہیں ہے بلکہ ملک میں بسنے والی دیگر قوموں کے لیے بھی دستور میں پرسنل لا کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ اس ملک میں مسلمانوں کے علاوہ اور کتنی قوموں کے پرسنل لاز ہیں لیکن ان پر کبھی کسی نے نہ تو غور کیا اور نہ اعتراض۔ ملاحظہ کریں پرسنل لاز کی فہرست:

(۱) کرناٹک میں برہمن اپنی سگی بھانجی سے شادی کرسکتا ہے۔ جبکہ دیگر اقوام میں اس شادی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) بینک میں کوئی بھی شخص کسی دھاردار ہتھیار یہاں تک کہ شیونگ بلیڈ بھی نہیں لے جاسکتا لیکن سکھ قوم کو اس سے چھوٹ ملی ہوئی ہے اور وہ اپنے ہتھیار کے ساتھ بینک میں جاسکتے ہیں۔

(۳) ٹو وہیلر گاڑی پر مرد وعورت دونوں کے لیے حکومت ہند نے ہیلمیٹ پہننا لازم کردیا ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں جرمانہ بھرنا پڑتا ہے مگر سکھوں کے مذہبی اعتقاد کی وجہ سے انہیں اس قانون سے الگ رکھا گیا ہے اور وہ بغیر ہیلمیٹ کے گاڑی چلا سکتے ہیں۔

(۴) کسی بھی عوامی مقام پر ننگا گھومنا پھرنا قانوناً جرم ہے لیکن جین دھرم کے عقیدے کا لحاظ کرتے ہوئے ناگا سادھوؤں کو عوامی مقامات پر ننگے جانے کی اجازت دی گئی ہے۔

(۵) سوم ناتھ اور پشوپتی ناتھ مندر میں غیر ہندوؤں کا داخلہ منع ہے۔

(۶) کیرل میں شراب بیچنے کا لائسنس صرف کرشچین کو مل سکتا ہے کسی ہندو کو نہیں۔

(۷) آسام کے چار اضلاع میں صرف قبائلی ہی زمین خرید سکتے ہیں باقی کسی بھی ہندوستانی کو وہاں زمین خریدنے کی اجازت نہیں ہے۔

(۸) انڈین آرمی میں ایک سکھ تو داڑھی رکھ سکتا ہے لیکن ایک مسلمان کو آرمی میں داڑھی رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

(۹) ائیر لائنس میں ایک سکھ پائلٹ تو پگڑی باندھ سکتا ہے لیکن غیر سکھ کو اس کی اجازت نہیں ہے۔

(۱۰) ناگا قوم جس کا تعلق ناگالینڈ سے ہے۔ وہاں کے باشندے حکومت ہند سے مسلسل برسرِ پیکار تھے اور کسی طور حکومت کے ساتھ چلنے کے روادار نہ تھے اخیر میں

انھوں نے دستور میں اپنے پرسنل لا کو منظور کرایا پھر ملک کی مین اسٹریم میں داخل ہوئے۔ ناگا قوم سے جو معاہدہ حکومت ہند نے کیا اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

دستور میں ترمیم کرتے ہوئے آرٹیکل [371] کے تحت ناگا قوم کو یہ ضمانت دی گئی کہ

(۱) ناگاؤں کے مذہبی وسماجی رسوم۔

(۲) ناگا قوم کے مروجہ قوانین اور ضوابط

(۳) ناگاؤں کے رواجی قانون کے مطابق سول اور فوجداری مقدمات کی سماعت اور فیصلوں کے نظام کے متعلق پارلیمنٹ کے کسی قانون کا اطلاق ناگا ریاست پر نافذ نہیں ہوگا۔

(۱۱) ناگا قوم کے بعد میزو قوم نے بھی آزاد میزو ریاست کے لیے حکومت ہند کے خلاف بغاوت کردی اور مسلح ہو کر حکومت کے خلاف اتر آئے۔ حکومت نے پہلے تو ان کو طاقت کے ذریعے دبانا چاہا لیکن جب طاقت کا حربہ کامیاب نہ ہوا تو ان کو مذاکرات کی میز پر بلایا۔ چند شرائط کی بنیاد پر میزو قوم نے معاہدہ کیا اور اس کے بعد ہندوستانی شہریت قبول کی اور تبھی انہوں نے ہندوستان کا حصہ بننا قبول کیا۔ میزو قوم کے مطالبات کو مانتے ہوئے دستور میں ایک بار پھر ترمیم کی گئی اور دفعہ [371,G] کے تحت میزو قوم کے پرسنل لا کو تحفظ فراہم کیا گیا۔

یہ فہرست تو صرف ایک نمونہ ہے ورنہ اس ملک میں قدم قدم پر اتنے الگ الگ رسم ورواج پائے جاتے ہیں کہ آپ ان پر پابندی لگانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ لیکن اس کے باوجود کہ ملک میں ہر قوم وقبیلہ کا اپنا اپنا پرسنل لا ہے کوئی کچھ نہیں بولتا مگر مسلمانوں کے پرسنل لا پر سب کی نگاہیں ٹیڑھی ہوتی ہیں ،کیا یہ واضح طور پر مسلمانوں سے تعصب برتنا نہیں ہے؟

لاکمیشن کا سوال نامہ یا تعصب کا پٹارا؟

لاکمیشن نے تمام شہریوں کے لیے ایک سوال نامہ جاری کیا ہے جس میں یکساں سول کوڈ (Comman Civil code) کے بارے میں لوگوں کی رائے طلب کی ہے۔ اس سوال نامہ میں کل 16 سوالات کیے گئے ہیں جن میں گیارہ سوال تو ایسے ہیں جن کا جواب ہاں یا نا میں طلب کیا گیا ہے، یعنی آپ ہاں کہیں یا نا کہیں دونوں صورتوں میں حکومت کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ ان سوالات میں اکثر کا تعلق مسلمانوں سے ہے۔ یہاں لاکمیشن کی بددیانتی صاف ظاہر ہوتی ہے ایک طرف کہا جاتا ہے کہ سوال نامہ تمام شہریوں کے لیے ہے لیکن سوالات پوچھے جاتے صرف مسلم پرسنل لا کے متلعق۔ سوال نامہ میں بمشکل ایک دو سوال ہی ہندو اور عیسائی کمیونٹی سے پوچھے گئے ہیں۔ سوالات کو پڑھتے ہوئے پہلی ہی نظر میں لاکمیشن کا تعصب صاف نظر آتا ہے جیسا کہ ایک سوال میں پوچھا گیا ہے:

مسلم سماج سے تین طلاق کا خاتمہ کردیا جائے۔

اس میں مناسب ترمیم کی جائے۔

یا پرانے قوانین کو باقی رکھا جائے۔

لاکمیشن کی نیت کا فتور پہلی ہی نظر میں دکھائی پڑتا ہے۔ حکومت کی شہ پر لاکمیشن نے یکساں سول کوڈ کا مدعا اٹھا کر ملک میں بسنے والی سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں کو ہراساں کرنے کی کوشش کی ہے اس سے پہلے بھی لاکمیشن ایسی حرکتیں کرتا رہا ہے جو سراسر مسلم دشمنی کو بیان کرتا ہے۔

لاکمیشن کی نیت کا فتور:

لاکمیشن پہلے سے ہی اس تاک میں ہے کہ کسی نہ کسی طرح سول کوڈ کو نافذ کر کے کو مسلمانوں کو پریشان کیا جائے اور مذہبی تشخص کو مٹا دیا جائے۔ اس سلسلے میں یہ واقعہ لاکمیشن کا تعصب ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے۔ مارچ ۱۹۷۳ء میں بنگلور میں منعقد ایک پروگرام میں بولتے ہوئے لاکمیشن کے سابق چیرمین مسٹر گجند رگڈکر سابق جسٹس آگ انڈیا نے کہا تھا:

''مسلمانوں کو یکساں سول کوڈ کو قبول کرنے کے لیے اپنے آپ کو آمادہ کرلینا چاہیے۔ اگر انہوں نے خوش دلی کے ساتھ یہ تجویز منظور نہیں کی تو قوت کے ذریعے یہ قانون نافذ کیا جائے گا۔'' (مسلم پرسنل لا کا مسئلہ نئے مرحلہ میں۔ از منت اللہ رحمانی)

لاکمیشن کے سابق چیرمین کا یہ بیان ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ لاکمیشن کا مقصد صرف سول کوڈ کے نفاذ کی راہیں ہموار کرنا اور مسلمانوں کو ڈرا دھمکا کر اس کے لیے راضی کرنا ہے۔ موجودہ سوال نامہ بھی اسی نظریے کی عکاسی کرتا ہے جس کا اظہار مسٹر گجندر گڈکر نے کیا تھا۔

تحفظ شریعت کے لیے ہماری ذمہ داریاں:

یہ بات ملک کا ہر خاص وعام جان چکا ہے کہ موجودہ حکومت جو بڑے بڑے بلند بانگ دعوؤں کے ساتھ اقتدار میں آئی تھی۔ صرف ڈھائی سال کی مدت میں ہی عوام کے سامنے ایکس پوز ہو چکی ہے اور سب لوگ اچھی طرح جان چکے ہیں کہ اس حکومت کے پاس ترقی کے لیے کوئی واضح نظریہ نہیں ہے۔ ملک کی ترقی کی رفتار دھیمی پڑتی جا رہی ہے، کسان بدحالی کا شکار ہیں، لاقانونیت بڑھتی جا رہی ہے، کاروباری اچھے دنوں کی تلاش میں پریشان ہیں، ایک عام آدمی کے لیے روزی روٹی کا حصول مشکل سے مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ ایسے میں اپنی کمزوریوں کا چھپانے اور عوام الناس کو اصل مسائل سے ہٹانے کے لیے حکومت اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئی ہے۔

کبھی لو جہاد، کبھی دادری، کبھی سرجیکل اسٹرائک، کبھی گورکشا، کبھی یوگا کے نام پر عوامی ذہنوں کا بھٹکانے کی پوری کوشش ہو رہی ہے اسی کوشش کی تازہ کڑی میں یکساں سول کوڈ کا مدعا اٹھا کر مذہبی کشیدگی کو بڑھا کر اپنی ناکامیوں کو چھپانے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ اس موقع پر ہماری ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ ہم اس معاملے کو اتنا ہلکا نہ سمجھیں کہ معاملہ یوں ہی ختم ہو جائے گا۔ بلکہ حکومت کے ارادوں کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا مشکل نہیں ہے کہ حکومت آسانی اس مسئلے میں دبنے کے موڈ میں نظر نہیں آتی، ویسے بھی یکساں سول کوڈ کا نفاذ بی جے پی کے انتخابی منشور کا ایک حصہ ہے۔ ایسے میں بہت دانائی اور حکمت کے ساتھ تحفظ شریعت کی مہم چلانی ہے۔

حکومتی مداخلت کے خلاف ہمارا ردّ عمل:

جب سے یہ معاملہ سامنے آیا ہے تب سے ملک کے اندر تمام مذہبی حلقوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی ہے اور ہر طرف احتجاجی مظاہرے، دھرنے جلسہ وجلوس کے ذریعے اپنے غم وغصے کا اظہار کیا جا رہا ہے اور اگر خود ستائی کو بھی کسی سنجیدہ تحریک کے لیے جز ولاینفک تسلیم کر لیا جائے تو بہت کچھ ہو رہا ہے۔ بیانات داغے جا رہے ہیں، کانفرنسیں ہو رہی ہیں، وارننگ دی جا رہی ہے مگر حکومت پوری شان بے نیازی کے ساتھ اپنے راستے پر مسلسل آگے بڑھ رہی ہے۔ اور کوئی بھی دانا بینا شخص جس کی نظر افقِ سیاست پر اٹھنے والے گرد وغبار اور دیکھتے ہی دیکھتے چھا جانے والے طوفانوں پر ہے، یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر ہمارے ارباب علم ودانش بہت جلد اپنی خوش فہمیوں کے خول سے باہر نہ نکلے تو ان کا دامن صرف داغدار نہیں ہوگا بلکہ وہ بمع اپنے حواریوں کے تاریخ کا گمنام حصہ بن جائیں گے۔

ہمارے پاس نہ تو جماعتوں کی کمی ہے اور نہ ہی قائدین کی، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ قائدین کی کثرت ہی ہمارے اچھی خاصی پریشانیوں کی وجہ ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ لیکن محض نام سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر ناموں سے ہی کچھ کام چلنے والا ہوتا تو اب تک ارشد مدنی ایوان کے در و دیوار اکھاڑ کر پھینک چکے ہوتے، منت اللہ رحمانی کے بیٹے ولی رحمانی صاحب بہت کچھ کر چکے ہوتے مگر یہاں عوام پر اثر انداز ہونے کے لیے جس درجے کے اعتبار کی ضرورت ہے اس کا فقدان یہاں صاف نظر آتا ہے۔ ارشد مدنی بمع رابع حسنی ندوی بمع جلال الدین عمری اور ولی رحمانی ظاہری طور پر سیاسی وملی امور میں بڑے نام مانے جاتے ہیں مگر خود ان کی جماعتوں سے (**بقیہ صفحہ ۴۳ پر**)

مسلم پرسنل لا
Muslim Personal Low
کیا ہے۔۔۔!!

مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا)

تقریباً ایک ہزار سال تک ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت و بادشاہت قائم رہی۔ مسلم سلاطین و حکام نے بلا تفریق مذہب وملت ہر ایک اہل وطن کے ساتھ عدل وانصاف کی وہ روایت قائم کی کہ دنیا کی شاہی وجمہوری حکومتیں آج تک اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ ہر ہندوستانی معاشی طور پر خوشحال تھا، دولت وثروت کی ایسی فراوانی کہ ہندوستان ساری دنیا میں ''سونے کی چڑیا'' کے لقب سے متعارف ومشہور تھا۔ پھر انگلینڈ کے عیسائیوں نے ہندوستانی امرا وحکام کو آپس میں لڑا کر اور مختلف عیاریوں کے ذریعہ ہندوستان کی اسلامی بادشاہت کو ختم کردیا۔ انگریزی حکومت، ملک ہند میں جاری اسلامی قوانین کو رفتہ رفتہ کالعدم قرار دینے کی کوشش میں لگی رہی۔ چنانچہ ۱۸۶۲ء میں اسلام کا فوجداری قانون ختم کردیا گیا۔ اس کے بعد قانون شہادت اور قانون معاہدات کو منسوخ کردیا گیا۔ اب معاشرتی وعائلی قوانین مثلاً نکاح، خلع، طلاق، میراث وغیرہ امور میں تبدیلی لانے کے لیے غور وفکر کا سلسلہ شروع ہوا۔ برٹش گورنمنٹ نے غور وفکر کے لیے رائل کمیشن (Royal Commission) مقرر کیا۔ اس کمیشن نے یہ رپورٹ پیش کی کہ معاشرتی قوانین میں تبدیلی براہ راست مذہبی امور میں مداخلت کے مترادف ہے، جسے مسلمان برداشت نہیں کرسکیں گے اور حکومت کے استحکام کو خطرہ لاحق ہوجائے گا۔ اس رپورٹ کی بنیاد پر ہندوستان کی انگریزی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ معاشرتی وعائلی مسائل میں مسلمان، قانون شریعت پر اور ہندو قوم، شاستر پر عمل کرے گی۔

شریعت اپلی کیشن ایکٹ
(Shariat Application Act, 1937)

اسی درمیان ایک واقعہ پیش آگیا کہ ایک لڑکی نے اپنے باپ کی میراث کے لیے کورٹ میں مقدمہ دائر کردیا کہ میرے بھائی نے مجھے باپ کی میراث سے محروم کردیا ہے، جبکہ مذہب اسلام میں بہن کو بھائی کا نصف حصہ ملتا ہے۔ اس پر بھائی نے عدالت میں بیان دیا کہ ہم نسلی طور پر فلاں ہندو قوم سے ہیں، جس میں لڑکیوں کو باپ کی میراث سے حصہ نہیں ملتا ہے۔ یہی رواج آج تک ہمارے خاندان میں چلا آرہا ہے۔ برطانوی قانون میں رواج کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ اس لیے جج نے لڑکے کے حق میں فیصلہ کردیا۔ یہ فیصلہ اسلامی شریعت کے خلاف اور عورتوں کے ساتھ ظلم کے برابر تھا۔ اس لئے علما ومشائخ کی مشترکہ کوششوں سے ۱۹۳۷ء میں ''شریعت اپلی کیشن ایکٹ (Shariat Application Act, 1937)'' بنا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ نکاح، طلاق، خلع، ظہار، مبارات، فسخ نکاح، حق پرورش، ولایت، حق میراث، وصیت، ہبہ اور شفعہ سے متعلق معاملات میں اگر دونوں فریق مسلمان ہوں تو شریعت محمدی کے مطابق فیصلہ ہوگا، خواہ عرف ورواج کچھ بھی ہو۔

آزاد ہندوستان کا دستور وآئین

(Constitution of India)

ملک ہند کی آزادی کے بعد اہل ہند نے وزیر قانون ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی قیادت میں ایک مستقل ملکی دستور مرتب کیا، جس میں برٹش گورنمنٹ کے بھی بہت سے دفعات وقوانین باقی رکھے گئے اور بہت سے جدید اصول وضوابط بھی ترتیب دیئے گئے۔ ۲۶/ جنوری ۱۹۴۹ء سے اس جدید دستور کا نفاذ ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک ہند کا دستور وآئین، دنیا کے تمام جمہوری ملکوں کے دستور پر فوقیت رکھتا ہے۔ دستور ہند کی دفعہ 25 میں ہر قوم اور ہر طبقہ کو مذہبی وتمدنی آزادی دی گئی۔ اسی طرح دستور کی دفعہ 26,27,28,29 30 میں ان امور کی وضاحت کی گئی ہے۔ دستور کی دفعہ 16& 15 میں بھی اس کی تشریح ہے۔ دفعہ 25 درج ذیل ہے۔

25-(1)Subject to public order,morality and health and to the other provisions of this part, all persons are equally entitled to freedom of conscience and the right freely to profess, practise and propagate religion.(The Constitution of India p.13)

بنیادی حقوق

(Fundamental Rights)

ملکی دستور کے حصہ سوم (part III) میں دفعہ 12 سے 35 تک بنیادی حقوق کا بیان ہے۔ ان میں مرکزی حکومت یا ریاستی حکومت کو تبدیلی وتغیر کا اختیار نہیں دیا گیا ہے۔ اگر کوئی حکومت ان میں سے کسی قانون کو رد کرتی ہے تو حکومت کا فیصلہ ہی باطل قرار پائے گا، لیکن ان دفعات کو ہندوستانی دستور تحفظ کی ضمانت دے چکا ہے۔ دفعہ 13& 12 میں اس کی مفصل وضاحت موجود ہے۔ دفعہ 13 کا سیکشن 2 مندرجہ ذیل ہے۔

13-(2)The state shall not make any law which takes away or abridges the rights conferred by this part and any law made in contravention of this clause shall, to the extent of the contravention, be void.(The Constitution of India p.6)

ہندوستانی پارلیامنٹ کے بعض فیصلے

آزادی ہند کے بعد ہندوستانی پارلیامنٹ میں بعض فیصلے ایسے ہوئے جو اسلامی شریعت سے متصادم تھے۔ اسی طرح ہندوستانی کورٹ کے بھی بعض فیصلے "مسلم پرسنل لا" کے خلاف تھے۔ مسلم علما ومشائخ اور عمائدین وقائدین نے اس جانب اہل حکومت کی توجہ دلائی، پھر ان فیصلوں میں ترمیم کی گئی۔ ان تمام فیصلوں کا احاطہ چند صفحات میں مشکل امر ہے۔ اس لئے چند مثالیں سپرد قرطاس کی جاتی ہیں۔

متبنیٰ بل

سال ۱۹۷۱ء میں لوک سبھا میں "متبنیٰ بل" پاس ہوا۔ اس بل کے اعتبار سے بلاتفریق مذہب وملت ملک کی تمام قوموں کے لیے "متبنیٰ" (گود لیا ہوا بچہ) کو اولاد کا درجہ دیا گیا اور منہ بولے بیٹے کو مرد وعورت کے ترکہ میں حقیقی بیٹے کی طرح وارث قرار دیا گیا۔ پھر ۱۹۷۲ء میں راجیہ سبھا میں بھی یہ بل پاس ہو گیا اور وزیر قانون گوکھلے نے اعلان کیا کہ یہ یکساں سول کوڈ کی حیثیت سے تمام شہریوں پر نافذ ہوگا۔ چونکہ یہ ملکی قانون، اسلامی شریعت کے خلاف تھا، کیونکہ منہ بولا بیٹا ترکہ کا وارث نہیں ہوتا۔ اس لئے مسلم قائدین کی تحریک اور بحث ومباحثہ کے بعد ہندوستانی حکومت نے اس بارے میں رائے عامہ حاصل کرنے کے لیے پارلیامنٹ کی ایک جوائنٹ سلیکٹ کمیٹی بنائی۔ پھر اس کمیٹی نے مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ حکومت کے سامنے پیش کیا اور ۱۹/ جولائی ۱۹۷۸ء کو جنتا دل کی حکومت نے مسلمانوں کے

مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے یہ بل واپس لے لیا اور وزیر قانون نے پارلیامنٹ میں اعلان کیا کہ اسلامی شریعت میں متبنیٰ کو وراثتی حقوق حاصل نہیں ہیں، اس لئے اس بل کو واپس لیا جاتا ہے۔ پھر کانگریس حکومت نے ۱۹۸۰ء میں دوبارہ اس بل کو پارلیامنٹ میں پیش کیا، لیکن مسلم زعماء و قائدین کی کوششوں کے سبب مسلمانوں کو اس قانون سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔

اوقاف کی آمدنی پر ٹیکس

سال ۱۹۸۰ء میں حکومت نے ایک بل پاس کیا، جس کی رو سے اوقاف کی آمدنی پر بھی ٹیکس کو لازم قرار دیا گیا۔ پھر مسلم قائدین نے وزیر اعظم اندرا گاندھی سے ملاقات کر کے اس بل کو ختم کروایا۔

شاہ بانو کیس

شاہ بانو بیگم، اندور (مدھیہ پردیش) کی ایک مسلم خاتون تھی۔ سال ۱۹۳۲ء میں اندور (مدھیہ پردیش) کے مشہور و معروف وکیل محمد احمد خاں سے اس کی شادی ہوئی تھی۔ یہ پانچ بچوں کی ماں اور ۶۲/ سالہ خاتون تھی۔ اس کے شوہر اسے خرچ کے لیے ہر ماہ دوسو روپے ماہانہ دیا کرتے تھے، پھر انہوں نے کہا کہ یہ عورت اپنا اور ہمارے بچوں کا خیال نہیں رکھتی ہے۔ اس لیے اس نے خرچ دینا بند کر دیا۔ شاہ بانو نے نان ونفقہ کے لیے اپریل ۱۹۷۸ء میں اندور کے لوکل کورٹ میں کریمنل قانون کے سیکشن ۱۲۵/ (Criminal Procedure Code / Act 125) کے تحت مقدمہ درج کروایا اور اپنے شوہر سے پانچ سو (500/) روپے ماہانہ خرچ کا مطالبہ کیا۔ اس کے شوہر نے نومبر ۱۹۷۸ء میں شاہ بانو کو طلاق دیدیا اور کہا کہ مسلم پرسنل لا کے اعتبار سے مطلقہ خاتون (عدت کے خرچ کے علاوہ) نان ونفقہ کی حقدار نہیں۔ پھر اندور کے لوکل کورٹ نے شاہ بانو کو ہر ماہ پچیس روپے (25) ماہانہ خرچ دینے کی ہدایت کی۔ یکم جولائی ۱۹۸۰ء کو شاہ بانو نے مدھیہ پردیش ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر دیا۔ ہائی کورٹ نے ایک سو اناسی روپے، بیس پیسے (179.20) ماہانہ خرچ دینے کا فیصلہ کیا، تب اس کے شوہر نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کیا کہ شاہ بانو، اب اس کی بیوی نہیں ہے، بلکہ وہ اسے طلاق دے چکا ہے اور "مسلم پرسنل لا" کے اعتبار سے مطلقہ عورت (عدت کے بعد) نان ونفقہ کی حقدار نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ شاہ بانو کو خرچ نہیں دے سکتا، نیز اس کی دوسری بیوی بھی ہے۔ ۲۳/ اپریل ۱۹۸۵ء کو سپریم کورٹ کے پانچ ججوں پر مشتمل ایک بنچ نے شاہ بانو کیس میں مطلقہ کے لیے تاحیات یا تا نکاح ثانی شوہر پر نفقہ کو لازم قرار دیا اور مدھیہ پردیش ہائی کورٹ کے فیصلہ کو برقرار رکھتے ہوئے محمد احمد خاں کے اپیل کو خارج کر دیا، ساتھ ہی اس قانون کو عورتوں کے حقوق کی حفاظت کرنے والا ظاہر کرنے کی کوشش ہوئی اور "مسلم پرسنل لا" کا لحاظ نہ کیا گیا۔

اس موقع پر ہندوستان بھر میں مسلمانوں نے پرزور احتجاج، جلسے اور عظیم الشان کانفرنسیں کیں۔ تمام مسلمانوں نے پورے ملک میں "مسلم پرسنل لا" کی حفاظت کے لیے سلسلہ وار تحریکیں چلائیں۔ مسلم قائدین نے ہندوستان کے وزیر اعظم راجیو گاندھی سے بھی ملاقات کی۔ بالآخر کانگریس حکومت نے ۶/ مئی ۱۹۸۶ء کو " قانون تحفظ حقوق مسلم مطلقہ خواتین "Muslim Women (Protection of Rights on Divorce) Act 1986 پارلیامنٹ میں پاس کیا۔ کانگریس پارٹی اس وقت بھاری اکثریت کے ساتھ پارلیامنٹ میں براجمان تھی۔ سال ۱۹۸۴ء کے لوک سبھا انتخاب میں اسے تاریخی فتح حاصل ہوئی تھی۔ کل ۴۰۳/ سیٹ کانگریس کو ملی تھی، جبکہ بی جے پی کو صرف دو سیٹ ملی تھی۔

سال ۱۹۳۲ء میں شادی ہوئی تھی اور سال ۱۹۷۸ء تک اس کے بچے سب جوان ہو چکے تھے۔ شاہ بانو کے تین جوان بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ اس عمر میں تو بچے ہی ماں باپ کو خرچ دیا کرتے ہیں۔ خود شاہ بانو کی عمر اس وقت باسٹھ ۶۲/ سال تھی، اس عمر میں عورتوں کو نہ شوہر کی ضرورت ہوتی ہے، نہ اس کے خرچ کی۔ پھر ۱۹۸۰ء کے عشرہ میں ایک وکیل پیشہ آدمی سے

پانچ سو روپے کا مطالبہ بھی ایک بڑا مطالبہ ہے۔اس مقدمہ کے پیچھے کن لوگوں کا ہاتھ تھا؟ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے وکیلوں کی فیس سن کر انسان کا دماغ گھومتا ہے، پھر شاہ بانو اتنی رقم کہاں سے لاتی تھی؟ شاہ بانو کے دونوں قدم قبر تک پہونچ چکے تھے، وہ اندور سے دہلی سپریم کورٹ تک کا چکر کیوں لگا رہی تھی؟ ''تحفظ حقوق مسلم مطلقہ خواتین بل'' پارلیامنٹ میں پاس ہونے کے بعد مختلف سیاسی پارٹیوں نے اس قانون کو تنقیدوں کا نشانہ کیوں بنایا؟ شاید کوئی سوچی سمجھی سازش تھی۔آج سائرہ بانو کیس کا معاملہ بھی ویسا ہی سمجھ میں آتا ہے۔جب ملکی دستور میں ''عائلی مسائل'' میں ہر ہندوستانی قوم کو اپنے ''پرسنل لا'' پر عمل کی اجازت ہے تو یقینی طور پر عائلی قوانین عام قوانین سے مستثنیٰ قرار پائیں گے، ورنہ پھر دستور ہند ہی میں تعارض و تضاد تسلیم کرنا ہوگا کہ بعض دفعہ کے اعتبار سے ''عائلی مسائل'' قابل عمل اور بعض دفعہ کے اعتبار سے نا قابل عمل قرار پاتے ہیں۔

شاہ بانو کے مقدمہ میں ''مسلم مطلقہ بیوی'' کو (بعد عدت) نان ونفقہ دینے کا خلاف اسلام قانون جاری کیا گیا، پارلیامنٹ کا پاس کردہ ایکٹ بھی نا قابل عمل قرار پایا، بلکہ خود اس ایکٹ میں خامیاں دکھلائی گئیں، حد تو یہ ہے کہ خداوندی قانون میں حرف گیری کی گئی۔جب نکاح وطلاق وغیرہ عائلی امور میں قوم مسلم کو ان کے ''پرسنل لا'' پر عمل کی اجازت دستور میں موجود ہے تو پھر حیلوں، بہانوں کے ذریعہ مسلمانوں کو اسلامی شریعت سے دور کرنے کی کوشش یقیناً ایک مذموم کوشش تھی۔مسلمانوں کی ساری کاوشیں بھی رائیگاں ہوئیں۔اب اس مرتبہ مذہب اسلام کے احکام ومسائل میں سے طلاق ثلاثہ، تعدد ازدواج، حلالہ وغیرہ پر حملہ ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ ثم ان شاء الرسول ﷺ کامیابی نہیں ملے گی۔

سال ۱۹۹۲ء میں شاہ بانو کی موت ہوئی۔دہلی میں علما ودانشوروں کے سمجھانے پر شاہ بانو نے خود ہی اپنے شوہر سے نان ونفقہ طلب نہ کیا اور اندور واپس آ کر ایک پریس کانفرنس کے ذریعہ اس نے اعلان کر دیا کہ چونکہ اس کا مطالبہ اسلامی شریعت کے خلاف تھا، اس لیے وہ اب اپنے شوہر سے نان ونفقہ کا مطالبہ ترک کر رہی ہے۔وہ بولی کہ اگر شریعت کے خلاف میں نان ونفقہ کا مطالبہ کروں گی تو میں عذاب کا حقدار بن جاؤں گی، پھر لوگ مجھے مثال بنا کر شریعت کی خلاف ورزی کریں گے۔

شاہ بانو کیس کے وقت ہندوستانی مسلمانوں نے ملکی پیمانے پر جو کچھ کوششیں کیں، ان سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوا، بلکہ ایک بڑا تاریخی نقصان یہ ہوا کہ فرقہ پرست قوتوں نے مذہب کے نام پر ہندوؤں کو متحد کرنا شروع کیا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سال ۱۹۸۴ء کے لوک سبھا الیکشن میں بی جے پی پارٹی کو پارلیامنٹ کی صرف دو سیٹ ملی تھی اور سال ۱۹۸۹ء کے لوک سبھا الیکشن میں بی جے پی کو پارلیامنٹ کی ۸۵/سیٹوں پر کامیابی ملی۔پھر اسی کے نتیجہ میں ۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کی شہادت ہوئی اور ہندوستانی اقوام کو بتا دیا گیا کہ ملک ہند میں ہندو قوم کی اکثریت (Majority) ہے، یہاں قوم ہنود کی بالا دستی قائم ہوگی، آج یا کل دوسری قوموں کو خموشی اختیار کرنی ہوگی۔گرچہ ملک ہند کا دستور جمہوری ہے، لیکن ان قوانین واصول کی غلط تشریح وتاویل کرنا کونسا مشکل امر ہے؟

مذہب اسلام کے قوانین

مذہب اسلام نے جو قوانین انسانوں کو عطا فرمایا ہے، اس سے بہتر قانون نہ تو قانون کی کسی کتاب میں دستیاب ہو سکتا ہے، نہ ہی کسی قانون ساز کی عقل اس سے عمدہ قانون بنا سکتی ہے۔ہاں، ان قوانین کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔اسلام دین فطرت ہے، اس کے تمام اصول وضوابط فطرت انسانیہ کے مطابق وموافق ہیں۔جب ایک مرد کا کسی عورت سے زوجیت کا رشتہ قائم ہو تو محض اسی رشتہ کی بنیاد پر شوہر نان ونفقہ وسکنیٰ کا ذمہ دار ہوتا ہے اور جس رشتہ کی بنا پر وہ ذمہ دار ہوا، جب وہی رشتہ ٹوٹ جائے تو عقلی طور پر بھی وہ بری الذمہ قرار پاتا ہے۔

فوجداری قانون 125

سال ۱۹۷۳ء میں یہ قانون بنایا گیا۔ والدین، اولاد، بیوی یا مطلقہ اگر خود سے اپنی کفالت کے قابل نہ ہوں تو اس قانون کے تحت مقدمہ درج کرا سکتے ہیں۔ آج بھی انڈین کورٹس میں مسلم مطلقہ بیوی کی جانب سے دائر کردہ نان ونفقہ کے کیس (Maintenance Case) کا فیصلہ نہ تو "مسلم پرسنل لا" کے اعتبار سے ہوتا ہے، نہ ہی پارلیامنٹ میں پاس شدہ "قانون تحفظ حقوق مسلم مطلقہ خواتین" (Muslim Women (Protection of Rights on Divorce) Act 1986) کا کچھ لحاظ کیا جاتا ہے۔ بلکہ اسی قانون (Criminal Procedure Code / Act 125) کے تحت فیصلے کیے جاتے ہیں۔ قانون ۱۲۵ / درج ذیل ہے۔

Chapter IX Section 125-Order for maintenance of wives, children and parents.(1) If any person leaving sufficient means neglects or refuses to maintain-(a) his wife, unable to maintain herself, or (b) his legitimate or illegitimet minor child, whether married or not, unable to maintain itself, or (c) his legitimate or illegitimete child (not being a married daughter) who has attained majority, where such child is, by reason of any physical or mental abnormality or injury unable to maintain itself, or (d) his father or mother, unable to maintain himself or herself, a magistrate of the first class may, upon proof of such neglect or refusal, order such person to make a monthly allowance for the maintenance of his wife or such child, father or mother, at such monthly rate as such magistrate thinks fit, and to pay the same to such person as the magistrate may from time to time direct.(Code of Criminal Procedure, 1973)

سائرہ بانو کیس

سائرہ بانو، کاشی پور (اترا کھنڈ) کی ایک پوسٹ گریجویٹ پینتیس سالہ خاتون ہے، اس کے دو بچے ہیں۔ ایک چودہ سالہ بیٹا اور ایک بارہ سالہ بیٹی ہے۔ قریباً سولہ سال قبل اس کی شادی الہ آباد کے ایک پراپرٹی ڈیلر رضوان احمد سے ہوئی تھی اور آغاز امر سے ہی میاں بیوی کے تعلقات خراب رہے۔ وہ قریباً ایک سال سے اپنے میکے میں رہ رہی تھی۔ اس کے شوہر نے ۱۰/ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو الہ آباد سے اس کے میکے میں تحریری طلاق نامہ بذریعہ ڈاک بھیجا۔ خیال رہے کہ عام طور پر اس طرح کی طلاق باہمی اختلاف کے ایک طویل ترین مرحلہ کے بعد ہی شوہر بھیجتا ہے، ورنہ کوئی مرد طلاق دینے کے لیے شادی نہیں کرتا لیکن عورتیں عام طور پر اپنا جرم چھپا کر مردوں کو بدنام کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور اہل سماج بھی عورتوں کی یکطرفہ طرفداری کرنے لگتے ہیں۔ ہاں، کبھی مرد کی بھی غلطی ہوتی ہے۔ لیکن ہندوستانی سماج یکطرفہ عورتوں کی طرف جھک جاتا ہے۔ ایسی صورت میں کورٹ یا پنچایت سے طلاق کا فیصلہ لینا مشکل ہوجاتا ہے اور مرد کو خود سے طلاق دینا پڑتا ہے۔ ہندو مرد ایسے مواقع پر بلا طلاق ہی اپنی بیوی کو چھوڑ دیتا ہے، کبھی دوسری شادی کر کے اپنی الگ زندگی گذارنے لگتا ہے۔

سائرہ بانو نے طلاق پڑنے پر سپریم کورٹ میں مذہب

اسلام کے طریق طلاق یعنی زبانی وتحریری طلاق، حلالہ اورتعدداز دواج کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا اور سپریم کورٹ سے ان امور کے بارے میں فیصلہ طلب کیا۔ پھر سپریم کورٹ نے ''لا کمیشن آف انڈیا'' سے اس بارے میں رائے طلب کی، جس کی آخری تاریخ ۱۵/نومبر ۲۰۱۶ء ہے۔ اسی کے تناظر میں لا کمیشن نے ایک سوالنامہ جاری کیا ہے، تاکہ یکساں سول کوڈ نافذ کیا جاسکے۔ بظاہر اتنی ہی تفصیل ہے، اصل حقائق کی جانکاری کے لیے تحقیقات کی ضرورت ہے۔ ہاں، رب تعالیٰ کی رحمت سے اور تاجدار کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکت سے یہ امید ضرور ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ مخالفین کو ناکامی وذلت ہوگی۔ ہندوستان میں سائرہ بانو'' شریعت اسلامیہ'' کے خلاف مقدمہ دائر کرنے والی پہلی خاتون ہے۔ مغربی تعلیم سے متاثر اور مغربیت زدہ ماحول میں پرورش پانے والے بہت سے مردوخواتین بھی اسلامی شریعت پر طرح طرح کی تنقیدیں کرتے رہتے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں۔

ہندوکوڈ بل

(Hindu Code Bills 1955,56)

مذہب اسلام کے اصول وضوابط کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے اور شریعت اسلامیہ خداوندی قانون کا نام ہے جو آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم کو دستیاب ہوئی، لیکن ہندوقوم کے اصول وقوانین کی بنیاد ان کی تہذیب وثقافت اور رسم ورواج پر ہے۔ اس لیے ''ہندو پرسنل لا''(Hindu Personal Law) میں اصلاح کی خاطر چند قوانین سال ۱۹۵۰ء میں پاس ہوئے، پھر جواہر لعل نہرو نے سال ۱۹۵۵ء و ۱۹۵۶ء میں درج ذیل چار ایکٹ (Act) پارلیامنٹ سے پاس کرایا، تاکہ قومی اصلاح ہوسکے۔ ان چاروں ایکٹ کا مجموعہ ''ہندوکوڈ بلس'' کہلاتا ہے۔

1-Hindu Marriage Act 2-Hindu Succession Act 3-Hindu Minority and Guardianship Act 4-Hindu Adoptions and Maintenance Act

ہندوسماج میں طلاق کا کوئی تصور نہیں تھا، جس کے سبب میاں بیوی میں سے جو جدائی حاصل کرنا چاہے، وہ خودکشی پر مجبور ہوتا، کبھی شوہر دوسری شادی کرلیتا اور بیوی کو بے سہارا چھوڑ دیتا، کبھی بیوی خود الگ زندگی گذارتی، کبھی شوہر بیوی کو چھوڑ کر الگ زندگی گذارتا۔ اس لئے ہندو میریج ایکٹ میں میاں بیوی میں سے ہر ایک کو ایکٹ میں مذکورہ وجوہات کی بنا پر کورٹ کے ذریعہ طلاق حاصل کرنے کی اجازت دی گئی۔

ہندوکوڈ بل کی گواہی

جس طرح قوم ہنود کو اپنے پرسنل لا پر عمل کی اجازت ہے، اسی طرح قوم مسلم کو بھی اپنے پرسنل لا پر عمل کی اجازت ہے۔ ہندوکوڈ بل خود ثابت کرتا ہے کہ مسلمان، عیسائی، یہودی اور مجوسی اپنے اپنے پرسنل لا پر عمل کریں۔ ہندو میریج ایکٹ میں لکھا گیا کہ یہ قانون ہندو، جینی، بدھسٹ، سکھ وغیرہ کے لیے ہے، مسلمان، عیسائی وغیرہ اس سے مستثنیٰ ہیں، یعنی مسلمان، عیسائی، یہودی وغیرہ کو اپنے پرسنل لا پر عمل کریں۔ ہندو میریج ایکٹ کی وہ شق درج ذیل ہے۔

(1)This act applies (a) to any person who is a Hindu by religion in any of its forms or developments, including a Virashaiva, a Lingayat or a follower of the Brahmo, prarthana or Arya Samaj, (b) to any person who is a Buddist, Jaina or SIkh by religion, and (c) to any other person domiciled in the territories to which this Act extends who is not a Muslim, Christian, Parsi or Jew by religion.(Hindu Marriage Act, 1955)

□□□

یونیفارم سول کوڈ کی آڑ میں
ملک کو ہندو راشٹر بنانے کی سازش

■ محمد راحت خاں قادری
بانی وناظم دار العلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف

میرا پیارا وطن ہندوستان ہے اس کو آزاد کرانے میں ہمارے بزرگوں نے اپنے خون کی قربانی پیش کی ہے۔ جب پورا ہندوستان ظلم وزیادتی کی انگریزی چکی میں پس رہا تھا اس وقت بھی ہندوستان کے باشندوں میں فکر ونظر، رنگ ونسل، تہذیب و تمدن، ثقافت و زبان اور قومی مفادات و جغرافیائی تعلق میں اختلاف تھا اس کے باوجود ہر مذہب وتہذیب، ہر ثقافت وتمدن اور ہر رنگ ونسل سے تعلق رکھنے والے تمام ہندوستانی انگریزوں کے خلاف متحد ہوکر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ہر ایک کو معلوم تھا کہ ہمارا ملک سیکولرازم کی راہ پر گامزن رہے گا اور علمائے کرام کی جد و جہد صرف اور صرف ملک میں نفاذ شریعت کے مقصد سے تھی۔ مسلمان وہ تو اپنا سب سے قیمتی سرمایہ ایمان واسلام ہی کو سمجھتا ہے، اپنے ایمان واسلام کی حفاظت کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے بلکہ جب ضرورت پڑتی ہے تو ایمان واسلام کی حفاظت کے لیے کچھ بھی کر گزرنے میں دریغ نہیں محسوس کرتا ہے۔ جس کو ہمارے اس دعوے میں ذرہ برابر شبہ ہو وہ تاریخ کو اٹھائے اور دیکھے کہ نہ جانے کتنی تاریخوں کو ہم نے صرف قربانیوں سے رقم کیا ہے۔ جو قوم اپنے دین وایمان کو اتنا قیمتی تصور کرتی ہو ان کے بارے میں یہ خیال تک نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے اس (ایمان واسلام کی حفاظت کے) یقین و اعتماد کے بغیر اپنے آپ کو میدان کارزار میں پیش کیا ہو۔

مسلم پرسنل لا کے تحفظ کی یقین دہانی:

آزادی سے پہلے ہی لیڈروں نے بار بار "مسلم پرسنل لا" کے تحفظ اور اس میں عدم مداخلت کی یقین دہانی کرانا شروع کردی تھی۔ مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی جی نے بھی گول میز کانفرنس لندن ۱۹۲۱ء میں پوری وضاحت وصراحت کے ساتھ اسی کو بیان کرتے ہوئے یوں کہا تھا:

"مسلم پرسنل لا" کو کسی بھی قانون کے ذریعہ چھیڑا نہیں جائے گا۔"

"مسلم پرسنل لا" کی بقا وحفاظت کے لیے "قانون تحفظ مسلم شریعت" 1937ء (Shariat Appliction Act 1937) میں پاس کیا گیا اور اس کو آئین ہند کا حصہ بنا دیا گیا۔

1938ء میں ہری پور میں کانگریس نے اعلان کیا:

"اکثریت کی طرف سے "مسلم پرسنل لا" میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔"

آئین ہند میں مسلم پرسنل لا کی اہمیت:

26 رجنوری 1950ء کو ہمارے ملک میں دستور کا نفاذ ہوا۔ آزادی ہند کے بعد جب دستور ہند کو مرتب کیا گیا تو قانون کے سب سے اہم حصہ بنیادی حقوق کی فہرست میں ایسی دفعات

بھی رکھی گئیں جس سے ''مسلم پرسنل لا'' کی حفاظت ہوتی ہے۔ بنیادی حقوق (Fundamental Rights) مندرجہ ذیل ہیں:

(1) برابری کا حق (Right To Equality)

(2) آزادی کا حق (Right To Freedom)

(3) مذہبی آزادی (Right To Freedom Of Religion)

(4) تہذیبی اور تعلیمی حقوق (Cultural Educational Right)

(5) جائداد رکھنے کا حق (Right Of Property)

(6) دستوری داد رسی کا حق (Right To Constitutional Remedy)

(7) استحصال کے خلاف حق (Right Against Exploitation)

مذہب کی آزادی کا حق

ہمارے ملک کی یہ خصوصیت ہے کہ یہاں غیر مذہبی (Secular Democracy) قائم ہے، یعنی اسٹیٹ کا کوئی مذہب نہیں ہے اور ہر مذہب کو یکساں حیثیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے تمام باشندے خواہ وہ کسی بھی مذہب کے پیروکار ہوں مشترک شہریت میں منسلک ہیں۔ ہر ہندوستانی شہری کو اسٹیٹ سے متمتع ہونے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ مذہب یا ذات پات یا کسی خاص علاقے یا ریاست میں پیدا ہونے سے کسی ہندوستانی کو شہریت کے کسی بھی حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا ہے۔

دفعہ 25:(1) پبلک آرڈر، اخلاقیات، صحت عامہ اور اس قسم کے دوسرے احکام کے تابع رہ کر تمام لوگوں کو ضمیر کی آزادی، مذہب کے اختیار کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی اشاعت کا مساوی حق ہوگا۔

(2) یہ آرٹیکل کسی ایسے مروجہ قانون کو متاثر نہیں کرے گا اور نہ ریاست کے لیے کسی ایسے قانون سازی کے لیے مانع ہوگا، جس کے ذریعہ:

(الف) کسی مذہبی رسم کے معاشی، مالی، سیاسی یا کسی سیکولر پہلو کو منضبط یا محدود کیا جائے۔

(3) اس میں دی ہوئی دیگر دفعات کے تابع ہر شہری کو مذہبی عقائد پر قائم رہنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کی اجازت ہوگی۔

بنیادی حقوق کو ناقابل تنسیخ بنانے کے لیے دستور کے آرٹیکل 13(2) میں یہ بات صاف کردی گئی کہ حکومت کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتی جو باب 3 (مذہبی آزادی (Right To Freedom Of Religion) میں بنیادی حقوق کے خلاف ہو، یا اس میں کسی قسم کی کوئی کمی ہو۔ دستور کی انہیں دفعات کی رو سے ''مسلم پرسنل لا'' مسلمانوں کے لیے ناقابل تنسیخ وتبدیل بنیادی حق ہے اس میں تبدیل وتنسیخ کے لیے اقدام کرنا گویا کہ مسلمانوں کو ان کے بنیادی حق سے محروم کرنا اور آئین ہند کی کھلی مخالفت کرکے مسلمانوں کے دینی ومذہبی، ایمانی واسلامی جذبے کو ٹھیس پہنچانا ہے۔

یکساں شہری قانون

یونیفارم سول کوڈ (Uniform Civil Code)، یکساں سول کوڈ، کامن سول کوڈ یا یکساں شہری قانون آج ہمارے ملک ہندوستان میں زیر بحث ہے۔

یونیفارم سِول کوڈ ابھی تجاویز کے مراحل کا مسافر ہے۔ یہ بذات خود تو کوئی قانون نہیں ہے لیکن ایک ایسے قانون کی تدوین کے لیے راہ ہموار کررہا ہے جس کے تحت ہندوستان کے تمام عائلی مسلم قوانین کو ختم کرنا مقصود ہے جن کے ماخذ قرآن وحدیث اور فقہ ہیں۔ جمہورِ ہند کے دستور کے آرٹیکل ''5'' تا ''19'' کے تحت ذکر کیے گیے تمام اختیارات کو غیر دستوری قرار دیتے ہوئے ان پر عمل آوری کو تعزیری جرم قرار دیا جائے گا۔ مذہب مہذب کے

اسلامی قوانین جو نکاح وطلاق، مہر ووراثت اور ترکہ ووقف وغیرہ سے متعلق ہیں جن کو عائلی قوانین کہا جاتا ہے انھیں کے مجموعے کا نام مسلم پرسنل لا ہے جس کی بقا وحفاظت کے لیے ''قانون تحفظ مسلم شریعت'' (Shariat Appliction Act 1937) میں پاس کیا اور اس کو آئین ہند کا حصہ بنا دیا گیا۔ 1938ء میں ہری پور میں کانگریس نے اعلان کیا: ''اکثریت کی طرف سے مسلم پرسنل لا میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔''

یونیفارم سول کوڈ یہ ہے کہ مملکت ہندوستان کے سارے علاقوں میں تمام شہریوں کے لیے یکساں قانون ترتیب دے۔ دستورِ ہند نے آرٹیکل (37) کے ذریعہ یہ بھی واضح کیا ہے کہ اس حصہ میں درج رہنما اصول کورٹ کے ذریعہ قابل نفاذ نہیں ہوں گے، یعنی یہ نہیں ہوگا کہ کوئی شخص کورٹ سے یہ حکم یا ہدایت حاصل کرلے کہ فلاں اصول کو نافذ کیا جائے یا اس کی تعمیل کی جائے۔

دستور کے رہنما اصول (Directive Principle) کی دفعہ 44 میں یہ کہا گیا ہے:

''ریاست کوشش کرے گی کہ پورے ملک میں شہریوں کے لیے یکساں شہری قانون نافذ ہو''۔

پارلیمنٹ میں جب مذکورہ دفعہ کو پڑھا گیا تو اس پر طویل بحث چھڑ گئی، مسلم ارکان پارلیمنٹ نے اس دفعہ میں اضافہ وترمیم کا مطالبہ کیا اور متعدد ترمیمیں پیش کیں جن کو ڈاکٹر امبیڈکر نے یہ کہہ کر خاموش کرنے کی کوشش کی:

''یہ محض حکومت کو اختیار دیا جارہا ہے، جس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ محض شخصی قوانین کو ختم کردینا ضروری ہوگا، خواہ ملک کے مسلمان، عیسائی یا کوئی اور فرقہ اس سے کتنا ہی کیوں نہ اختلاف کرے کسی کو یہ خطرہ نہیں ہونا چاہیے کہ صرف اختیار کے مل جانے کی وجہ سے حکومت اس پر عمل کے لیے اصرار کرے گی۔

حکومت کے اختیار عملاً ہمیشہ محدود ہوا کرتے ہیں۔ خواہ لفظی طور پر آپ انہیں کتنا ہی لامحدود کردیں، کیوں کہ حکومت اپنے اختیارات کا استعمال اس طرح نہیں کرسکتی، جس کے نتیجہ میں مسلمان بغاوت پر آمادہ ہوجائیں، اگر کسی وقت حکومت ایسا کرنے کی سوچے تو اسے فاتر العقل کہنا چاہیے۔''

کہ پورے ملک میں مسلمانوں نے ''یونیفارم سول کوڈ'' کے خلاف مورچہ کھول رکھا ہے اور صاف لفظوں میں حکومت کو متنبہ کیا جاچکا ہے کہ ہمارے شرعی معاملات میں دخل نہ دے کیوں کہ یہ دخل اندازی مسلمان کسی بھی قیمت پر برداشت نہیں کرسکتا۔ اب اگر ہمارے ملک کی حکومت ایسے حالات میں بھی ''یونیفارم سول کوڈ'' کو نافذ کرنے پر تلی رہے تو اس کو ڈاکٹر امبیڈکر کے الفاظ میں ''فاتر العقل'' ہی کہا جائے گا۔

سول کوڈ کے پردے میں:

ہندوستانی لیڈر ہمارے وطن عزیز ہندوستان کو دن بدن پستی کی جانب ڈھکیلنے کے لیے کوشاں ہیں۔ حکومت کا مطلب ومقصد سول کوڈ کا سہارا لے کر ہندوؤں کے قوانین اور رسم ورواج کو ہندوستان میں بسنے والے تمام افراد پر مسلط کرکے ہندوستان کو ہندوراشٹر بنانے کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانا مقصود ہے۔ اس کا اندازہ سابق مرکزی وزیر قانون مسٹر پاٹسکر کے مندرجہ ذیل اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے 1955ء میں ایک سوال (کہ پورے ملک میں یونیفارم سول کوڈ کس طرح نافذ کیا جائے گا؟) کے جواب میں ایک پریس کانفرنس میں یوں دیا تھا:

> ''ہندو قوانین میں جو اصلاحات کی جارہی ہیں وہ مستقبل قریب میں ہندوستان کی تمام آبادی پر نافذ کی جائیں گی اگر ہم ایسا قانون بنانے میں کامیاب ہوگیے جو ہماری پچیاسی (85) فیصد آبادی کے لیے ہو تو باقی آبادی پر اسے نافذ کرنا مشکل نہ ہوگا، اس قانون سے پورے ملک میں یکسانیت پیدا ہوگی۔''

جب ''ہندو پرسنل لا'' کوئی شکل وصورت میں ڈھالنے کی کوشش کی جارہی تھی اس وقت مسٹر پاٹسکر ہی نے 25

؍اگست 1955ء کو اپنی ریڈیائی تقریر میں یوں کہا تھا:
''ہم نے آئین کے نفاذ (26؍جنوری 1950ء) کے بعد اسپیشل میرج ایکٹ (Special marrige act) ہندو میریج ایکٹ (Hindu marrige act) پاس کیے ہیں، اب ہندو قانون وراثت کا مسودہ پارلیمنٹ میں زیرِ غور ہے، یہ سب ضابطۂ دیوانی کو یکساں بنانے کے اقدامات ہیں۔''

مذکورہ دونوں اقتباسات سے صاف ظاہر ہے کہ یونیفارم سول کوڈ کی آڑ میں کوئی دوسرا کھیل کھیلا جارہا ہے۔ ایسا تماشہ برپا کرنے والے لیڈروں اور حکومت کے ذمہ داروں کو پہلے اس بات پر سروے کرانے کی ضرورت ہے کہ مذہبی تعلیم سے دوری کے باوجود بھی مسلمان ابھی اتنا بے حس وحرکت نہیں ہوا ہے کہ اس کے مذہبی نظریات پر ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں پابندی عائد کردی جائے اور وہ خاموشی سے دیکھتا رہے یا چند دن احتجاج و مطالبہ کرکے خاموش ہوجائے بلکہ مسلمان حکومتی ایوانوں میں کھلبلی مچانا بھی اچھی طرح جانتا ہے۔ لہذا حکومت ہماری مذہبی آزادی کے بنیادی حق پر بری نظر نہ ڈالے اور ہمیں دستور کے مطابق مکمل مذہبی آزادی کے ساتھ ہی رہنے دیا جائے اسی میں ملک وملت کی بقا اور اس کے فوائد مضمر ہیں۔

کیا ''یونیفارم سول کوڈ'' کا نفاذ ضروری ہے؟

ہمارا ملک سیکولر ہے یہاں کی عدلیہ کا کوئی مذہب نہیں۔ سیکولرازم کا یہ مطالبہ تو ہرگز نہیں ہے کہ ہندوستان میں ''یونیفارم سول کوڈ'' کو لازمی طور پر نافذ ہی کیا جائے، نہ سیکولرازم کا یہ مفہوم ہے کہ ریاست کے چپے چپے سے مذہبیت کے تمام نقوش ورجحانات کو محو کردیا جائے، سماج سے مذہبی روایات اور افراد کے دلوں سے مذہبی تعلیمات کو کھرچ کھرچ کر مٹادیا جائے۔ سیکولر ریاست کا مطلب صرف یہ ہے کہ حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہوگا، وہ کسی مذہب کی طرف دار نہیں ہوگی، کسی مذہب کے ماننے یا نہ ماننے کی وجہ سے کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا۔ ہر فرد کو مذہب کے قبول کرنے کی آزادی ہوگی، یہ مفہوم دستورِ ہند سے واضح ہوتا ہے اور اسی مفہوم کے پیش نظر یہاں قوانین بنائے گیے ہیں اس کے بعد یہ سوال نہیں اٹھتا کہ سیکولرازم کا لازمی تقاضہ ''یونیفارم سول کوڈ'' ہے۔

یونیفارم سول کوڈ کی بحث چھیڑنا سنگھ اور آر ایس ایس کی سوچی سمجھی سازش ہے اس مسئلہ کو زیر بحث لاکر ہندوستانی عوام کے ساتھ ظاہرا ہمدردی کا اظہار ہے حقیقت میں ان ضروری باتوں سے پردہ پوشی کرنا مقصود ہے جن کے حل کے لیے گورنمینٹ کوئی پختہ لائحۂ عمل ابھی تک تیار نہیں کرسکی ہے۔ طلاق ثلاثہ کے مسئلہ کو اچھال کر لیڈران اپنی سیاسی زمین کو ہموار کرنے کی ناکام کوشش کررہے ہیں۔

ذرا انصاف کی نظر سے ٹھنڈے دل سے سوچیے! غور وفکر کیجیے! کیا صرف مسلم خواتین ہی ہر قسم کے مظالم کی شکار ہیں، کیا دوسری قوموں کی خواتین کے ساتھ کوئی ظلم وزیادتی نہیں ہورہی ہے؟ کیا دنیا کی کسی دوسری قوم میں خاتون کو مہر دیے جانے کا انتظام ہے؟ ہندوستانی حکومت نے عورتوں کی ہمدردی کے لیے مہر کی طرح کون سا قانون پاس کیا؟ اس تعلق سے پارلیمنٹ میں کیا اور کب بحث کی گئی؟ اس وقت ہماری حکومت کی طرف سے تین طلاق کے معاملے کو اس طرح اچھالا گیا ہے جس سے ایسا لگتا ہے کہ ہندوستانی حکومت کے لیے سب سے بڑی پریشانی اور سب سے خطرناک چیلنج ہندوستانی مسلمان عورتوں کو ملنے والی طلاق ہے۔ اس معاملے کو سیاسی فقیروں نے اتنا بھاری بنا دیا ہے کہ اب اس کے سامنے ہندوستان کے تمام معاملات بے وزن ہوکر دب سے گیے ہیں۔ جب کہ حقیقت حال یہ ہے کہ ہمارے ملک کے لوگ بہت سی پریشانیوں میں گرفتار ہیں ان کا کوئی اچھا حل تلاش کرنے میں ہماری حکومت ناکام ہے۔

اندازے کے مطابق دنیا میں ہر چالیس (40) سکنڈ میں ایک انسان خودکشی کرکے مرتا ہے۔ قومی جرائم ریکارڈ ایجنسی (National

Crime Records Beureau) کی رپورٹ کے مطابق صرف ہندوستان میں ہر چار (4) منٹ میں ایک انسان خودکشی کررہا ہے۔ پھانسی، زہر اور بندوق وغیرہ کے ذریعہ ہر سال تقریبا آٹھ لاکھ (8,00,000) سے دس لاکھ (10,00,000) تک لوگ خودکشی کرکے مرتے ہیں۔خودکشی کرنے والوں میں مردوں کے مقابلے عورتوں کی تعداد تین گنا زیادہ ہے۔

عالمی پیمانے پر تقابل کیا جائے تو صرف ہمارے ملک ہندوستان میں اکیس (21) فیصد لوگ خودکشی کرتے ہیں باقی پوری دنیا میں خودکشی کرنے والوں کی تعداد اناسی (79) فیصد ہے۔ ہمارے پیارے ملک ہندوستان میں روزانہ تقریبا سات سوسات (707) لوگ خودکشی کرکے اپنی قیمتی اور انمول جانوں کو ضائع کردیتے ہیں۔کیا کبھی حکومت نے ان کے روک تھام کے لیے کوئی مثبت اور ٹھوس قدم اٹھایا؟

این،سی،آر،بی (نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو National Crime Records Beureau) کی رپورٹ کے مطابق سال 2014ء میں تقریبا 60,000 شادی شدہ مردوں اور 27,000 عورتوں نے خودکشی کی۔طلاق کے بعد 550 مردوں اور 410 عورتوں نے خودکشی کی ہے۔کیا حکومت نے اس پر غور کیا کہ طلاق کے بعد مرنے والوں کی تعداد عورتوں کی زیادہ ہے یا مردوں کی؟ اگر تعداد مردوں کی زیادہ ہے تو حکومت نے اس کے حل کے لیے کیا مثبت قدم اٹھایا اور کیا تدبیریں کیں؟ کب اس کو سیاسی لیڈروں نے موضوع بحث بنایا؟

خودکشی کے اسباب:

اس سے بڑا اور ظلم کیا ہوگا کہ انسان خودکشی کرنے کے لیے مجبور ہوجائے حکومت کو چاہیے کہ وہ پہلے ایسے ظلم اور زیادتیوں کی روک تھام کرے کہ جن کی وجہ سے انسان برداشت کی تمام سرحدوں کو پار کرکے موت کو گلے لگالیتا ہے۔خودکشی کے اسباب پر غور وفکر کیا جائے اور ان کو دور کرنے کی حتی الامکان کوشش کی جائے اس کے لیے کوئی ٹھوس لائحۂ عمل تیار کیا جائے۔

ملک میں کسانوں کے ساتھ ظلم:

2013ء کے سروے کے مطابق ہر ایک کسان پریوار پر تقریبا سیتالیس ہزار (47,000) روپیے قرض ہے۔ اکتالیس (41) فیصد کسانوں کے پریواروں کے پاس وی پی ایل یا اس سے نچلے درجہ کے کارڈ ہیں اور چوالیس (44) فیصد کسان پریواروں کے پاس منریگا کارڈ ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک کے کسانوں کی اکثریت غریبی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔اندازے کے مطابق گاؤں کی آبادیوں میں خودکشی کرنے والوں میں ستر (70) فیصد کسان پریوار والے ہوتے ہیں۔یعنی گاؤں میں نوے ہزار پانچ سو چھیاسی (90,586) افراد جو خودکشی کرنے والے ہیں ان میں سے ستر (70) فیصد یعنی تریسٹھ ہزار چار سو دس (63,400) لوگوں کی خودکشی کے معاملات کسانوں سے متعلق ہیں۔اس اعتبار سے ہندوستان کے گاؤں میں کسانوں کے گھر روزانہ ایک سو چوہتر (174) اور ایک گھنٹے میں سات (7) لوگ خودکشی کرتے ہیں اور یہ حالات کسی ایک صوبے کے نہیں ہیں بلکہ پورے ملک میں ہی ایسے حالات پیدا ہوچکے ہیں۔

کسان وہ قوم ہے کہ جن کا احسان ہر قسم کے پیشہ والوں پر ہے، کسان اپنے خون پسینے کو بہاکر، گرمی کے موسم میں گرمی کی شدت کو برداشت کرکے، جاڑوں میں سردی کو سہ کر، رات دن ایک کرکے اناج اور غلہ پیدا کرتا ہے۔ ہمارے ملک میں ان کے ساتھ بھی دھاندلی کی جاتی ہے۔ایک طرف ان کے اناج و غلہ کی خریداری کے لیے سینٹر قائم کیے جاتے ہیں دوسری جانب ان سینٹرز پر غلہ کی خریداری کو روک کر حکومتی لیڈروں کے نمائندے غلہ و اناج خریدنے کے لیے نکل پڑتے ہیں اب مجبوراً کسانوں کو اپنی خون پسینے کی کمائی اونے پونے دام میں بیچنی پڑتی ہے کیوں

کہ گورنمنٹ نے جو ریٹ متعین کیا ہے اس کو حاصل کرنے کے لیے ان کو رکنا پڑے گا اور قرضہ وغیرہ کی مجبوریوں کی وجہ سے کسان اب مزید رکنے کی حیثیت میں نہیں ہوتا ہے۔

عورتوں پر ظلم وزیادتی:

ہندوستانی عورت گھر سے لے کر آفس تک کہاں محفوظ ہے؟ گھروں میں کبھی وہ باپ کی ہوس کا شکار بن رہی ہے کبھی بھائی اور چچا کی گندی نظروں کے تیر اس کو گھائل کرتے ہیں۔ گھر سے باہر جب سروس کے لیے جاتی ہے منیجر و آپریٹر سے لے کر دیگر سروس پارٹنرز کے لیے وہ کھیلنے کا سامان ہوتی ہے۔ جب مندر میں پہنچتی ہے تو وہاں آسارام، بابا رام پال اور سوامی نتیانند کی طرح بہت سے شیاطین موجود ہوتے ہیں جو اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کرنے سے نہیں چوکتے۔

بے روزگاری اور بھک مری:

دوسرے ممالک کو بطور امداد ہماری حکومت ہزاروں کروڑ تک دے دیتی ہے لیکن اپنے ملک کی عوام کے لیے کوئی ٹھوس انتظامات نہیں کیے جاتے دوسرے طبقے کے لوگوں کو چھوڑیئے صرف گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کو دیکھیے کتنوں کو روزگار ملتا ہے اور کتنے بے روزگاری و بھک مری کا شکار ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ چوری کرتے ہیں، ڈکیتی ڈالتے ہیں اور پیسوں کے حصول کے لیے دوسروں کی جانوں کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اگر گورنمنٹ کی طرف سے ان کی بے روزگاری کو دور کرنے کے لیے کوئی ٹھوس قدم اٹھایا گیا ہوتا تو ہمارے ملک میں چوری، ڈکیتی اور قتل و غارت گری کی اتنی وارداتیں ہرگز نہ ہوتیں۔ اور بے روزگاری میں بھی بہت سی کمیاں ہو چکی ہوتیں۔

جہیز کی مانگ:

ہر گھنٹے میں ایک عورت کو جہیز کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے۔ پچھلے تین سالوں میں چوبیس ہزار سات سو اکہتر (24,771) عورتوں کو جہیز کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے، یہ تعداد ان عورتوں کی ہے جن کی باقاعدہ قانونی اعتبار سے تھانوں میں رپورٹ درج کی گئی ہے۔ مہیلا، بال وکاس منتری، مینکا گاندھی نے کہا کہ 2012,2013 اور 2014ء میں جہیز کی وجہ سے ماری گئی عورتوں کی تعداد آٹھ ہزار دو سو تینتیس (8,233)، آٹھ ہزار تراسی (8,083) اور آٹھ ہزار چار سو پچپن (8,455) ہے۔

کوئی بھی اچھی چیز جب تک دائرے اور حدود میں رہے تب تک وہ بہتر ہے جب وہ دائرے سے نکلے اور حدود کو تجاوز کرے تو بہت نفع بخش چیز بھی جان کی دشمن بن جاتی ہے۔ عورت کی آزادی کے نام پر عورت کو اس مقام پر پہنچا دیا کہ اب ہر جگہ کام کرنے کے لیے آپ کو عورت ملے گی۔ دکانیں، آفس، فیکٹریاں اور کارخانے وغیرہ کون سی ایسی جگہ ہے کہ جہاں عورت کو داخل کر کے اس کی آبرو کے ساتھ کھلواڑ نہ ہوا ہو۔

پہلے انہیں سیاسی لیڈروں اور سرمایہ داروں نے دکھا دکھا کر جہیز دینا شروع کیا، جس کی وجہ سے ملک میں جہیز کا رواج عام ہوتا گیا، اب ہر غریب اور امیر کو اپنی بیٹی کی شادی کے خواب کو دیکھنے کے لیے بہت سے جہیز کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ جس کی کئی لڑکیاں ہوتی ہیں تو وہ انہیں کی فکر میں گھٹتا رہتا ہے اور بہت سے لوگوں کے دلوں کی دھڑکنیں تک اس خوف سے ختم ہو جاتی ہیں کہ وہ جہیز کا انتظام کہاں سے کریں گے۔ جہیز کی مانگ ملک میں اس قدر بڑھ چکی ہے کہ بہت سی لڑکیوں پر بڑھاپا صرف اس وجہ سے آجاتا ہے کہ ان کے والدین مروجہ جہیز کا انتظام نہیں کر سکتے۔

زنا بالجبر

زنا بالجبر کے معاملہ میں عالمی پیمانے پر اگر ہندوستان کو دیکھا جائے تو وہ ممالک جن میں سب سے زیادہ زنا بالجبر کی واردات ہوتی ہیں ان میں اس کو چوتھا مقام حاصل ہے۔ این سی آر بی (نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو) کی رپورٹ کے مطابق سال 2013ء میں ملک بھر میں تقریبا چوبیس ہزار نو سو تیئیس

(24923) معاملات زنا بالجبر کے وہ ہیں جو درج کیے گیے ہیں۔

جب بھی آپ اخبار کو دیکھیں تو ملک کے کئی حصوں کی ایسی خبریں آپ کو ضرور ملیں گی کہ جن میں عورت کی اجتماعی یا انفرادی آبرو ریزی کا ذکر ہوگا۔ یہاں تک کہ تین چار سالہ بچیاں تک ہوس کے پجاریوں سے محفوظ نہیں ہیں۔

جہالت:

یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ ان پڑھ یا کم پڑھے لکھے لوگ بغیر غور وفکر کیے ہوئے خود کشی کر لیتے ہیں اور تجربات بھی یہی بتاتے ہیں ہندوستان میں 2004ء کے سروے کے مطابق خود کشی کرنے والے لوگوں میں سے نوے (90) فیصد وہ لوگ تھے جو یا تو بالکل ان پڑھ یا کم (دسویں تک) پڑھے لکھے تھے، پڑھے لکھے صرف چھ (6) فیصد تھے۔

ہمارے ملک کے تعلیمی اداروں کے حالات کسی پر پوشیدہ نہیں ہیں کچھ ادارے وہ ہوتے ہیں کہ جن میں سیاسی لیڈر اور سرمایہ دار ہی اپنے بچوں کو پڑھا سکتے ہیں، یہ ادارے حکومت کے قائم کردہ نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کی باگ ڈور حکومت سے الگ کسی اور کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ایسے اداروں میں تو تعلیم پر دھیان دیا جاتا ہے لیکن ان میں اتنی زیادہ فیس ہوتی ہے کہ غریب تو دور کی بات متوسط درجہ کا انسان بھی اپنے بچوں کو نہیں پڑھا سکتا۔ دوسرے وہ ادارے ہوتے ہیں جن کی باگ ڈور حکومت کے ہاتھ میں ہوتی ہے لیکن ان میں پڑھانے والے اکثر نا اہل اور غیر ذمہ دار ہوتے ہیں جو صرف برائے نام خانہ پری کے لیے جاتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو خانہ پری کے لیے بھی نہیں جانا پڑتا ہے۔ ایسے حالات میں کیا تعلیمی ترقی ہو سکتی ہے اور کیسے ہندوستان کے باشندے تعلیم یافتہ ہو سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ بہت سی چیزیں ہیں جن کی اصلاح کے لیے حکومت کو فوری اقدامات کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ ان مذکورہ باتوں پر عدلیہ اور حکومت کو غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کے حل کے لیے جلد سے جلد کوئی ٹھوس اور مثبت قدم اٹھایا جائے۔

اگر ہندوستان سے لڑاؤ اور راج کرو، نفرت پھلاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی کو ختم نہ کیا گیا تو یہ ملک کبھی بھی ترقی نہیں کر سکے گا۔ ملک کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ اس ملک کے تمام باشندوں کے ساتھ حکومت یکساں سلوک کرے ذات، پات اور رنگ ونسل کا کھیل کھیلنے والے ملک کے ہرگز وفادار نہیں ہو سکتے بلکہ ایسے لوگ ہمارے ملک کے خوب صورت چہرے پر بدنما داغ ہیں۔

اسلام میں عورت کا مقام:

اسلام میں عورت کی قدر و قیمت ایسی بھی نہیں ہے کہ عورت کمانے کے لیے جائے ہاتھ میں کدال لے کر زمین کو کھودتی پھرے، بچوں کو پیٹھ پر باندھ کر، اینٹوں کو سر پر لاد کر چار پانچ منزل کے اوپر پہنچائے، وہ روزانہ دفتروں کے چکر کاٹتی رہے اور دوسروں کے چکر میں پھنستی رہے، ریسٹورینٹ (Restaurant) مال (Mall) اور ہوٹل (Hotel) میں نیم عریاں ہو کر دوسروں کے سامنے جام و مینا چھلکانے کے لیے جھکتی پھرے، ہوس کے پجاری اس کی لائی ہوئی چیز کی طرف دھیان نہ دے کر اپنی آنکھوں کو اس کے جسم میں گاڑ دیں، عورت اتنی پریشانیاں، مصیبتیں اور مشقتیں اٹھا کر بلکہ اپنی عزت وعصمت کو داؤ پر لگا کر کچھ پیسے کما کر لائے اور شوہر اس کی کمائی سے عیاشی کرے اور اپنی ڈیوٹی میں خوش رہے۔

اسلام نے عورت کو اتنی بلندی اور عظمت عطا کی ہے جس کی نظیر کسی دوسرے مذہب میں نہیں مل سکتی۔ اسلام اس بات کا قائل ہے کہ عورت کو مہارانی بنا کر رکھا جائے شوہر پر لازم وضروری ہے کہ وہ اس کے کھانے پینے، رہنے سہنے اوڑھنے بچھانے کا انتظام کرے۔ خود کما کر لائے اور بیوی کو کمانے نہ بھیجے بلکہ بٹھا کر کھلائے اور اس کو کسی بھی قسم کی پریشانی نہ ہونے دے۔

اسلام کے نظام طلاق کی خوبی:

عورت کو شوہر کے ساتھ اتنا مجبور کر دینا کہ شوہر کے مرنے کے بعد بھی اس کو مرد کی ارتھی پر جلانے کے جتن کیے جائیں۔ جہاں ایسی صورت حال ہوتی ہے وہاں عورت کو مظلوم کہا جاتا ہے اور کہنا بھی چاہیے۔ جہاں میاں اور بیوی کے درمیان تلخیاں اور دوریاں جب اتنی بڑھ جائیں کہ اب ایک ساتھ رہنے کی کوئی صورت نہ ہو اور وہاں طلاق کی طرح چھٹکارے کا کوئی آپشن بھی نہ ہو تو ایسی جگہوں اور ایسے قانون و رواج کے ماننے والوں سے آپ کو یہ خبریں خوب ملیں گی کہ فلاں جگہ پر عورت کی ساڑی میں یا گیس سلینڈر میں آگ لگ گئی جس کی وجہ سے عورت جل کر مر گئی یا چھت کے اوپر سے پیر پھسلنے سے موت ہوگئی۔ الحمدللہ! ایسی خبریں اسلام کے قانون کو ماننے والے مسلمانوں میں سننے کو نہیں ملتی ہیں۔

مرد عورت کو طلاق دے کر خود تو شادی کر لے لیکن عورت اس کے بارے میں سوچے بھی تو مجرم قرار دی جائے جس قوم میں ایسا رواج ہوتا ہے اس میں خودکشی کی وارداتیں زیادہ ہوتی ہیں اور عورتیں عیاشی کے دھندے کو اختیار کر لیتی ہیں۔

جب میاں بیوی کے درمیان نبھاؤ کی کوئی صورت نہ رہے رشتوں میں کڑواہٹ آجائے، ایک ساتھ رہنا مشکل ہوجائے تو ایسی صورت میں اسلام نے میاں بیوی کو بالکل مجبور نہیں کیا ہے بلکہ آپشن کے طور پر طلاق کو رکھا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو صرف مجبوری میں ایک طلاق دے اور خود غور و فکر کرے کہ اس کا یہ قدم ٹھیک ہے یا نہیں اور عورت کو سوچنے سمجھنے کا موقع دے کہ وہ اپنی غلطیوں اور کمیوں سے باز آجائے۔ اگر مرد کو اپنی غلطی سمجھ میں آتی ہے تو اپنی غلطی کو مان کر پھر سے عورت کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی کو شروع کر سکتا ہے اور اگر عورت کے اندر کمیاں ہیں اور وہ اپنی کمیوں کو چھوڑنے پر راضی ہے تو شوہر اس کو اپنی بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے۔ شریعت نے اس ایک طلاق کا بھی طریقہ اور ضابطہ متعین کیا ہے جس کو علما اور مفتیان کرام سے سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک ساتھ بلاوجہ دو طلاقیں یا تین طلاقیں دینے کو شریعت نے گناہ قرار دیا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر کوئی ایک ساتھ تین طلاقیں دے گا تو وہ نہیں پڑیں گی۔ بلکہ جس طرح سے کسی کو بلاوجہ قتل کرنا شریعت میں جرم ہے اور ہمارے ہندوستان کے آئین میں بھی جرم ہے تو اگر کوئی کسی کو قتل کرے گا تو جرم ہونے کے باوجود بھی جس کا قتل کیا گیا ہے اس کی جان تو چلی ہی جائے گی ہاں قتل کرنے والا شریعت کے اعتبار سے اور ہمارے ہندوستان کے آئین کے اعتبار سے بھی مجرم قرار دیا جائے گا۔ بالکل اسی طرح اگر کوئی ایک ساتھ دو طلاقیں یا تین طلاقیں دے گا تو وہ واقع ہوجائیں گی اور ایسا کرنے والے کو اسلامی شریعت کے اعتبار سے مجرم قرار دیا جائے گا۔

ہندوستانیوں کے ازدواجی حالات پر 2011ء کے سروے کے مطابق طلاق شدہ ہندوستانی عورتوں میں اڑسٹھ(68) فیصد ہندو اور تین فیصد سے کچھ زیادہ(3.3) مسلمان ہیں۔ اس سروے میں صرف ان عورتوں کی تعداد ہے جن کو طلاق دے دی گئی ہے ورنہ بہت سی وہ عورتیں ہیں کہ جن کو لٹکا کر رکھا گیا ہے جیسے موجودہ وزیر اعظم کی اہلیہ۔

مذہب مہذب اسلام کے ہر ایک حکم میں ہزاروں حکمتیں ہیں لیکن جس کے دل میں کفر و حسد اور تعصب و شرک موجود ہو تو وہ اس کی خوبیوں کو کیا دیکھے اور کیا اعتراف کرے۔ ہر ایک کا ذوق الگ ہوتا ہے جو جیسے ماحول میں رہتا ہے اس کی طبیعت بھی اسی کی عادی ہوتی ہے مثلاً سمندر اور دریا میں رہنے والے جانوروں کا ذوق یہ ہے کہ اس کو خشکی نہیں بھا سکتی اور خشکی میں رہنے والوں کا ذوق یہ ہے کہ وہ سمندر اور دریا میں زندگی نہیں گزار سکتے جس طرح سے گندگی اور نجاست میں رہنے والے کیڑے مکوڑے صاف ستھرے پانی میں نہیں جی سکتے کیوں کہ وہ ان کی طبیعت کے مطابق نہیں۔ بلا تمثیل اسلام کے نظام طلاق میں ہزاروں خوبیاں ہیں لیکن وہ ان کو نظر نہیں آسکتیں جو برائیوں کے عادی ہو چکے ہوں۔

□□□

تین طلاق کا شرعی حکم

مفتی مقصود عالم فرحت ضیائی

ایک مجلس میں بیک وقت دی گئی تین طلاق کے واقع ہو جانے پر جمہور صحابہ، تابعین اور چاروں اماموں کا اجماع واتفاق ہے۔ اس کے خلاف کرنا اجماع کی مخالفت اور زنا کا دروازہ کھولنا ہے، جو کسی حال میں درست نہیں۔

تفسیر صاوی میں ہے کہ علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو تین طلاقیں الگ الگ دے یا ایک ہی مجلس میں یکبارگی دے تینوں طلاق واقع ہو کر شوہر عورت کو حرام کر دے گی (تفسیر صاوی پارہ نمبر ۲) شرح مسلم امام نووی میں ہے کہ امام شافعی، امام مالک، امام اعظم، امام احمد اور جمہور علماء سلف وخلف کا یہی مذہب ہے (شرح مسلم ج ۱، ص ۴۷۸) بیہقی اور طبرانی میں سوید ابن غفلہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی عائشہ کو ایکدم تین طلاقیں دے دیں جب انہیں خبر ملی کہ وہ امام حسن کے فراق میں بہت روتی ہیں تو آپ بھی رو پڑے اور فرمانے لگے کہ اگر میں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ جو کہ اپنی بیوی کو الگ الگ یا ایکدم تین طلاقیں دے دے تو وہ عورت بغیر حلالہ کے اس کے لیے جائز نہیں، تو میں ضرور رجوع کر لیتا (سنن کبری للبیہقی، ج ۷، ص ۳۳۶ کتاب الطلاق) حضرت حبیب بن ابی ثابت کی روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے دی ہیں انہوں نے فرمایا کہ تین طلاقوں نے اسے تجھ پر حرام کر دیا، باقی طلاقیں اپنے اور اپنی بیویوں میں بانٹ دے (سنن کبری للبیہقی، ج ۷، ص ۳۳۶) امام جعفر صادق اپنے جد امجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ایک دم تین طلاقیں دے تو بغیر حلالہ کے حلال نہیں (للبیہقی، ج ۷، ۳۳۵) اسی مقام پر ابویعلی سے بھی یونہی مروی ہے۔ محمد ابن ایاز بکیر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے تنہائی میں ایکدم تین طلاقیں دیدیں تو ابن عباس اور ابو ہریرہ نے فرمایا جواز نکاح کی کوئی صورت نہیں، بغیر حلالہ کے۔ اس نے کہا ایک ہی لفظ سے تین طلاقیں دی تھیں۔ ابن عباس نے فرمایا تیرے قبضہ میں جو تھا تم نے اکٹھا ہی دیدیا (سنن کبری، ج ۷، ص ۳۳۵) ابن عباس سے کسی نے کہا کہ سو طلاقیں دیدی ہیں، فرمایا تین لے لو اور ستانوے چھوڑ دو (بیہقی، ج ۷، ص ۳۳۷)

فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں کہ مجھے میرے شوہر نے یمن جاتے وقت تین طلاقیں ایک دم دیدیں ان تینوں کو حضور ﷺ نے جائز رکھا (ابن ماجہ ابواب الطلاق) حاکم ابن ماجہ ابوداؤد نے عبداللہ ابن علی ابن یزید ابن رکانہ سے

روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ میرے دادا رکانہ نے اپنی بیوی کوطلاق دی یعنی انت طالق طالق طالق کہا۔ اس کے بعد بارگاہ اقدس علیہ السلام میں پہونچے اوراس بارے میں سوال کیا کہ میں نے ایک کی نیت کی تھی حضور نے حلفیہ بیان لیا انہوں نے عرض کیا قسم ہے رب کی میں نے نہ نیت کی مگر ایک کی حضور نے رجوع کروادیا (ابن ماجہ وابوداؤد اطلاق البتہ) اگر ایک دم تین طلاقوں سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی توحضور رکانہ سے حلفیہ بیان کیوں لیتے ؟

ثابت ہوا کہ نیت تین کی ہوتی تو تینوں کا وقوع جائز ہوتا، اس حدیث کے بارے میں ابن ماجہ فرماتے ہیں "یہ حدیث کیا ہی تشریف الاسناد ہے" ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابن جریج کے مقابلے یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس بارے میں بے شمار روایتیں ملتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے تو یہ قانون ہی بن گیا کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی ہوں گی، اس زمانے سے لیکر آج تک اسی پر عمل درآمد ہے۔ عبداللہ ابن مسعود (موطا امام مالک ۱۹۹) المصنف لعبد الرزاق، ج ۶ ص ۳۹۵) حضرت علی (کنز العمال للمتقی، ج ۹، ص ۶۷۳) عثمان بن عفان (المستدرک للحاکم) عبادہ ابن صامت (المصنف لعبد للرزاق ج ۶، ص ۲۹۳) الدر المنثور للسیوطی، ج ۶، ص ۲۳۲۔ تاریخ بغداد للخطیب ج ۱۴، ص ۲۲۸۔

سوال ہوگا کہ اللہ نے دوطلاق کا ذکر کیا ہے اس کے بعد رکھنے یا چھوڑ دینے کا ذکر کیا فا کے آنے کے سبب انکشاف ہوا کہ الگ الگ دیا جائے۔ آیت میں الگ الگ دینے کا تذکرہ ہے تین دیدے تو واقع ہوگا یا نہیں؟ اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس حدیث کے متعلق کیا کہا جائے گا جس میں یہ ہے کہ زمانۂ نبوی وصدیقی میں تین طلاق ایک مانی جاتی تھی اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ ابن عباس نے اس کے بعد تین طلاق کے واقع ہونے پر فتویٰ دیا ہے انہوں نے منسوخ ہونے کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ (السنن لابی داؤد، ج ۱، ص ۲۹۷) السنن للنسائی، ج ۲، ص ۱۰۳۔ السنن الکبری للبیہقی، ج ۷، ص ۶۰۲) اس لیے تو حضرت عمر کے قانون بنانے پر کسی نے انکار نہیں کیا اور اجماع واتفاق کرلیا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقی دور میں طلاق بتہ دینے کا رواج تھا مگر دور فاروقی میں صورت بدل گئی۔ اس لیے حکم بھی بدل گیا، غیر مدخولہ کے لیے تین کو ایک مانا جاتا تھا جیسا کہ ابوداؤد کتاب الطلاق میں ہے۔ رکانہ کے پوتے کی روایت صحیح ہے اور اس میں بتہ کی قید ہے اس طرح جن جن روایتوں کو تین طلاق کے ایک ہونے پر پیش کی جاتی ہے وہاں وہاں صحابہ کے اجماع سے ایک کا حکم ساقط ہوجاتا ہے چونکہ صحابۂ کرام وتابعین عظام کا احادیث کے خلاف اجماع نہیں ہوتا اس لیے چاروں اماموں نے حکم دیا کہ بیک وقت تین طلاق دینے سے تینوں طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

سوائے ابن تیمیہ کے کسی نے ایک کا حکم تین دیا، بہتر تو یہ ہوتا کہ بیک وقت تین طلاق دینے پر پابندی لگائی جاتی، نہ اس کو ایک مان کر زنا کاری میں مبتلا کیا جاتا۔ مگر کیا کیجئے گا یہ وہ لوگ ہیں جو کبھی موسیقی کی حلت پر زور دیتے ہیں کبھی اجنبیہ کو دودھ پلانے اور رضائی بیٹا بنالینے کی اجازت دیتے ہیں کبھی میکپ لگا کر شمع محفل بن جانے کا اذن عام دیتے ہیں کبھی عورتوں کو مسجد میں لیجا کر مسجد کے وقار وتقدس پر حرف لگاتے ہیں۔ خیر ان دلائل سے ثابت ہوگیا کہ تین طلاق بیک وقت دینے سے تین طلاق واقع ہوجاتی ہے اس کے بعد بیوی شوہر پر حرام ہے جب تک حلالہ نہ کرالے۔ شوہر اول کے لیے حلال نہیں ہوسکتی ہے۔ قرآن احادیث اجماع امت اور محدثین ومفسرین وائمہ سے یہی ثابت ہے اس کے خلاف کرنا زنا ہے۔

□□□

مسلم پرسنل لا

جمیعۃ العلما سے چند سوالات

جمعیہ کے ذمہ داران اگر مخلص ہیں تو کانفرنس کرنے کے بجائے اپنا واضح اعلامیہ جاری کریں

مولانا محمد طیب
دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی، مسئول الادارہ ماہنامہ المشاھد لکھنئو

اس میں شبہ نہیں کہ تمام کلمہ گو فرقوں میں اہل سنت و جماعت سے وابستہ لوگ ہی اسلام کی اصل تعلیمات وعقائد اور معمولات پر ہمیشہ سے قائم رہے ہیں۔ رہی بات علماء دیو بند کی تو اگر چہ ان کے اکابر اور اساطین کا علمی و روحانی سلسلہ اہل سنت اور مشائخ چشت کے اجلہ صوفیاء کی طرف منسوب ہونے کا دعوی کیا جاتا ہے مگر یہ بھی ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ یہ لوگ ایسے تبدیل ہوئے کہ خود اپنے شیخ طریقت اور پیشوا عالم ربانی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب اور راستے سے منحرف ہوگئے، یہاں تک کہ حضرت شیخ کو خود اپنے ان مریدین اور خلفا کے خلاف محاذ کھولنا پڑا۔

چنانچہ حضرت حاجی صاحب قبلہ رحمت اللہ علیہ کی معرکہ آرا تصنیف "فیصلہ ہفت مسئلہ" اس کی بین دلیل ہے۔

اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ ان حضرات نے حاجی صاحب کے برخلاف اپنے نظریات وافکار کا قبلہ اسماعیل دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کو بنالیا۔ جبکہ یہی وہ کتاب ہے جس نے برصغیر کے مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ کر کے رکھ دیا، اور اس کے باوجود خواص میں تو نہ کے برابر البتہ عوام میں علماء دیو بند نے اس کتاب کے نظریات کو عام سے عام تر کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا تھا۔

حالانکہ اس کتاب میں شرک کی ایسی بھٹی بنائی گئی تھی جس میں اہل سنت کے بہت سارے قدیم متواتر ومتوارث معمولات ومراسم وغیرہ کو یک لخت جھونک دیا گیا، بطور خاص اولیاء و صالحین سے اکتساب فیض، ان سے وابستگی اور توسل، نذر و نیاز۔

اور اسی پر بس نہیں بلکہ علماء دیو بند نے اپنے طور پر بھی بہت کچھ گل کھلایا۔ چنانچہ ایسے ایسے تفردات وعجائب لیکر آئے جنھیں ہمارے باپ دادا نے بھی نہیں سنا تھا تحذیر الناس حفظ الایمان براہین قاطعہ اور اس طرح کی دیگر کتب علماء دیو بند بہت ساری گستاخانہ اور تصوف شکن عبارتوں سے بھری پڑی ہیں، جن پر بحث ومباحثہ مناظرہ اور ردو ابطال اور ان کی تاویل وتوضیح کرنے کرانے میں تقریبا ڈیڑھ صدی کا طویل عرصہ گزر چکا ہے۔

ہاں یہ اور بات ہے کہ زیادہ دقیق اور اہم علمی واعتقادی مسائل بطور خاص اہل علم کے درمیان دائر رہے۔ مگر نیاز، فاتحہ، عرس، چادر اور اولیاء اللہ سے وابستگی کے معاملات عوام کے درمیان خوب پھیلائے گئے۔ نتیجتا آج برصغیر میں حال یہ ہوگیا ہے کہ یہی نذر و نیاز جیسے رسوم ہی دیو بندی اور غیر دیو بندی کے درمیان نشان امتیاز سمجھے جاتے ہیں۔

اس دعوے کی تائید خود اس بات سے ہوتی ہے کہ ملک کے طول وعرض میں رہنے بسنے والے دیو بندی مکتب فکر کے لوگ محبین

اولیاء اللہ کو ''قبر پرست'' جیسے قبیح لقب سے پکارا کرتے ہیں۔

ہر کسی کو اس کا اعتراف ہے کہ آج بالخصوص ہندوستان میں مسلمانوں کی قوت کمزور ہونے کا کلیدی سبب یہی سنی دیوبندی تنازعہ ہے، جس کا خاتمہ نہایت ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر نہ تو اتحاد ممکن ہے اور نہ ہی مسلمانوں کی طاقت بحال ہوسکتی ہے۔

لیکن حیرت ہے کہ اتحاد کی بات ایسے ماحول میں کی جارہی ہے جب کہ عالمی سطح پر وہابیت کو چاروں خانے بالکل چت کیا جارہا ہے اور اس کی الٹی گنتی شروع ہوچکی ہے۔

ایسے گاڑھے وقت میں جمعیۃ علماء ہند کے لوگ تصوف کا لبادہ اوڑھ کر یکا یک نمودار ہورہے ہیں اور سرزمین ہند میں موجود ''صوفی ازم'' کے مرکز اجمیر شریف سے اپنے تعلقات قائم کرنے اور سرکار غریب رضی اللہ عنہ کی دہائی دینے میں لگے ہوئے ہیں۔

بہر حال اگر جمعیۃ کے اندر اخلاص کارفرما ہے اور کوئی سیاسی غرض مخفی نہیں تو یقینا قدیم مذہب کی طرف رجوع لانا اہم اور قابل قدر اقدام ہے اور دیر آید درست آید کا مصداق ہے۔

اس حوالے سے میڈیا میں جن باتوں کا اشتہار کیا جارہا ہے اور حضرت خواجہ غریب نواز کی نگری میں جمعیت علماء ہند کی حالیہ سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے اتحاد عام کی ایک امکانی صورت نظر آرہی ہے، جس کو عالم وجود میں لانا وقت کا بڑا تقاضا ہے۔

لیکن ان تمام امور کے پس منظر و پیش منظر پر عوامی ذہنوں میں درج ذیل تنقیح طلب سوالات اور مطالبات کھٹک رہے ہیں جن کا تشفی بخش جواب از حد ضروری ہے، کیونکہ وہی جوابات اتحاد کی شاہراہ متعین کریں گے۔

۱۔ جمعیت کے لوگوں کو سرکار غریب نواز اب تک کیوں نہیں یاد آئے تھے؟

۲۔ کیا آپ حضرات سلسلہ چشتیہ اور دیگر سلاسل سے رشتہ جتا کر ''تقویۃ الایمان'' سے اپنی براءت کا اظہار کررہے ہیں؟ حالانکہ اس کتاب کا رکھنا آپکے مذہب میں ''عین ایمان'' ہے۔

۳۔ کیا عقیدہ ختم نبوت کا دم بھر کر ''تحذیر الناس'' مولفہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کو منسوخ کررہے ہیں؟ جس کے مطابق حضور کے بعد بھی دوسرا نبی آسکتا ہے۔

۴۔ کیا آپ حضرات اپنے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے بالقصد سفر اجمیر کرنے اور دیر تک فاتحہ پڑھنے نیز مولانا یعقوب کے کسب فیض اور کشف ومراقبہ کرنے کا حوالہ دیکر سنیوں کے اوپر اپنے تھوپے ہوئے الزام "قبر پرستی" کو اٹھانے کا اعلان کررہے ہیں؟

۵۔ کیا آپ حضرات اتحاد امت کی خاطر اپنے اکابر کی منفرد اور خلاف جمہور آراء ونظریات کو ترک کرکے اہل سنت کے قدیم منہج پر آنے کا عہد کرتے ہیں؟؟

اگر ان سارے سوالات کی تنقیحات پر مشتمل ایک اعلامیہ جمعیت جاری کردیتی ہے تو بلا شبہ پورا برصغیر بیک آواز نعرہ اتحاد سے گونج اٹھے گا۔

لہذا جمعیت کے ذمہ داران حضرات سے مخلصانہ اپیل ہے کہ اتحاد کی جو تحریک چلائی گئی ہے اس کو کامیاب کرنے کے لئے کانفرنس وغیرہ کرنے کے بجائے اپنا واضح اعلامیہ جملہ مسلمانان ہند کے نام جاری کروادیں ان شاء اللہ خاطر خواہ نتیجہ سامنے آجائے گا۔

کیونکہ اہل دیوبند اپنے بزرگوں کے جن غلط نظریات پر عرصہ دراز سے قائم ہیں ان سے صحیح معنوں میں علیحدگی کے بغیر اتحاد نہیں ہوسکتا اور اگر علیحدگی کا اعلان ہوجاتا ہے تو پھر کسی بھی زحمت اور مغز ماری کی ضرورت نہ پڑے گی بلکہ.....

ہلدی لگے نہ پھٹکری رنگ بھی چوکھا آئے

□□□

خوشتر نورانی کی کتاب

سرسیّد احمد کے مذہبی عقائد وافکار: کی حقیقت

مولانا میثم عباس قادری

بات کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ گوجر خان سے تعلقات رکھنے والے سلسلۂ سہروردیہ کے محقق جناب حسن نواز شاہ صاحب بڑی نادر و نایاب کتب پر مشتمل لائبریری رکھتے ہیں۔ان کے پاس ہفت روزہ الفقیہ امرتسر کے کچھ سالوں کا ریکارڈ موجود ہے۔اس ریکارڈ کا علم جناب ثاقب رضا قادری صاحب کو ہوا تو انہوں نے یہ شمارے مستعار طلب کیے۔حسن نواز شاہ صاحب نے الفقیہ امرتسر کے اصل شمارے ایک پروفیسر صاحب (جن کا تعلق لاہور سے ہے لیکن ان کی تعیناتی گوجر خان کے ایک سرکاری کالج میں ہے) کے ہاتھ لاہور بھجوا دیے۔ثاقب صاحب نے راقم کو کہا کہ یہ پروفیسر صاحب آپ کے قریب رہتے ہیں اس لیے ان سے رابطہ کر کے شمارے وصول کرلیں۔میں نے شمارے وصول کرلیے۔جب میں الفقیہ کے شمارے گھر لایا تو ان کا مطالعہ شروع کیا تو سرسید احمد خان نیچری کے متعلق پیر جماعت علی شاہ صاحب کے موقف کے خلاف ارشد القادری بلیاوی کے نام سے مضامین گذرے (ان مضامین کا پیر جماعت علی شاہ صاحب کے خلیفہ حامد حسن قادری صاحب نے جواب دینے کی کوشش کی لیکن اکابر اہل سنت کے برحق موقف کا دلائل سے رد وہ نہ کر سکے) راقم نے جب حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کے یہ مضامین دیکھے تو ثاقب رضا قادری صاحب کو اطلاع دی کہ اس میں سرسید کے رد میں علامہ ارشد القادری کے مضامین ہیں ان کو خوشتر نورانی تک پہنچادیں تاکہ یہ مضامین شائع کیے جا سکیں۔نیز سرسید کے رد میں لکھی گئی کچھ نایاب کتب بھی ثاقب رضا قادری صاحب کو سکین کروا کر دیں تاکہ وہ خوشتر نورانی تک پہنچا دیں ان کتب کے نام یہ ہیں: (۱) جواہر مضیہ رد نیچریہ از مولانا غلام دستگیر قصوری (۲) امداد الآفاق از ڈپٹی امداد العلی (۳) نصرۃ الابرار از مولوی محمد لدھیانوی دیوبندی۔ثاقب صاحب نے الفقیہ کے یہ شمارے اور سرسید کے رد میں لکھی گئی یہ کتب خوشتر نورانی صاحب تک پہنچا دیں۔خوشتر صاحب نے علامہ ارشد القادری اور حامد حسن قادری کے ان مضامین کو ترتیب دے کر ''سرسیّد احمد کے مذہبی عقائد وافکار: ایک مکالمہ'' کے نام سے دہلی سے شائع کر دیا۔جب یہ کتاب ثاقب قادری صاحب تک پہنچی تو انہوں نے بتایا کہ خوشتر نورانی نے ان مضامین کو کتابی شکل میں مرتب کیا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ علامہ ارشد القادری کے ہفت روزہ الفقیہ امرتسر میں مطبوعہ یہ مضامین اس نے خود تلاش کیے ہیں۔خوشتر نورانی کی اپنی تحریر ملاحظہ کریں: ''میں الفقیہ کی فائلوں کی ورق گردانی کرنے لگا بالآخر ایک مضمون پر نظر پڑی جس کے عنوان کے نیچے مضمون نگار کا نام اس طرح درج تھا: مولوی ارشد قادری بلیاوی: مدرسہ مصباح العلوم قصبہ مبارکپور۔یہ سرسید احمد خان کے مذہبی عقائد وافکار سے متعلق ایک جوابی مضمون تھا۔اب میں ان دستیاب فائلوں کو مزید توجہ سے دیکھنے لگا جس سے معلوم ہوا کہ یہ مضمون اس بحث یا مکالمے کا حصہ تھا جو الفقیہ 1946 کے شماروں میں سرسید کے مذہبی معتقدات پر ہوا تھا'' (سرسید کے مذہبی عقائد وافکار: ایک مکالمہ صفحہ 7,6 مطبوعہ ادارہ فکر اسلامی دہلی طبع 2013ء)

حالانکہ ان مضامین کی نشاندہی راقم نے ثاقب قادری صاحب کو کی انہوں نے خوشتر نورانی کو بتایا۔خوشتر نورانی صاحب کو چاہیے تھا کہ اپنی کتاب میں سچ بیان کرتے کہ ان کو مضامین کی نشاندہی کس نے کی تھی لیکن موصوف خوشتر نورانی نے اپنی کتاب میں جھوٹ اور خلاف واقعہ بات لکھی جس پر ان کو شرم آنی چاہیے۔خوشتر نورانی کا یہ جھوٹ طاہر القادری کو شیخ الاسلام ماننے کا نتیجہ تو نہیں، کیونکہ خوشتر کے مزعومہ شیخ الاسلام پرلے درجے کے کذاب ہیں جس کے ثبوت اپنے پاس محفوظ ہیں۔

طلاق ثلاثہ سے متعلق ذیشان مصباحی کی تجاویز اور ان کے خدشات کا علاج

عبدالوہاب القادری

طلاق ثلاثہ دینا مذہب اسلام میں حرام و گناہ ہے لیکن اگر کسی نے اپنی عورت کو دیا تو وہ تینوں واقع ہوں گی اور ان کے اثرات مرتب ہوں گے۔ یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے قرآن مجید سے بھی یہی ثابت۔قرآن مجید کی کسی آیت سے ہرگز یہ ثابت نہیں کہ عورت کو تین طلاقیں دی جائیں گی تو وہ ایک ہی مانی جائیں گی اور یہی عقل کا بھی تقاضا ہے، ذیشان مصباحی کی کچھ چونکا دینے والی تجویز کے تناظر میں یہ تحریر ہدیہ ناظرین ہے۔

۱۔ تین طلاق کو تین ماننا یہ ایک اسلامی مسئلہ ہے۔یہ ایسا مسئلہ نہیں جو حکومت ہند کے کسی ملکی مشن سے متصادم ہے اور نہ دنیا کے کسی دوسرے مذہب کی آستھا اور عقیدت کے لیے نقصان دہ اور نہ ہی ہندوستانی قانون کی خلاف ورزی ہے جس کے ارتکاب سے گورنمنٹ کو مسائل سے دو چار ہونا پڑے۔اور اگر کوئی یہ سوچتا ہے کہ بہت سی وہ عورتیں جن کو تین طلاق دی گئیں وہ گورنمنٹ یا انڈین کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹا کر مسائل کھڑا کریں گی اس لئے تین کو تین ماننے کی صورت میں گورنمنٹ کے لیے مسئلہ کھڑا ہوگا۔اس پر میں کہتا ہوں کہ اس طرح کے مسائل کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا۔مان لیجیے کہ تین طلاق کو گورنمنٹ نے ایک ہونے کا قانون پاس کر دیا تو کیا مسلم عورتوں کی جانب سے اب گورمنٹ کے لیے مسائل نہیں آئیں گے۔کسی نے ایک طلاق دے دی یا دو ہی طلاق دے دی اور وہ رجعت نہیں کر رہا ہے تو پھر گورنمنٹ قانون بنائے کہ طلاق دینے والے کو رجعت کرنا ہوگا۔یا کوئی نکاح کر کے مر گیا تو گورنمنٹ یہاں کونسا قانون بنائے گی؟ اس لیے گورمنٹ کو مسلمانوں کے مذہبی قانون میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔یہ ایسا ہی ہے جیسے حالت سفر میں نماز ظہر دو رکعت پڑھیں یا چار رکعت پڑھیں۔اس سے حکومت یا کسی دوسرے مذہب کو کیا لینا دینا۔ہاں اگر ہمارے تین طلاق کو تین ماننے کی صورت میں ملکی مفاد خطرے میں پڑتا یا کسی مذہب کی عقیدت سے ٹکراؤ ہوتا اور تصادم کا خطرہ ہوتا اور حکومت کی جانب سے یا غیر مسلم اکثریت کی جانب سے ہماری جان، مال، عزت و آبرو کو خطرہ لاحق ہوتا تو ضرور حاجت مصلحت کے پیش نظر اسلامی فیصلے پر نظر ثانی کی دعوت دی جاتی۔اگر اسی طرح ہم ضرورت حاجت اور مصلحت پیدا کرتے رہے تو وہ دن دور نہیں کہ کل جب اسلام دشمن طاقتیں ہم کو مجبور کر دیں کہ آپ لوگ دن میں نماز نہ پڑھیں۔آپ لوگ آذان نہ دیں گھڑی سے کام چلالیں آپ لوگ محفل سماع کر کے حال میں آنا بند کر دیں، مدرسہ بنانا بند کر دیں۔ہندوستان کی معیشت کو ترقی کے لیے پیری مریدی بند کر کے کاروبار کریں۔اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے بھی پیری مریدی کو ذریعہ معاش نہیں بنایا۔قرون ثلاثہ تک مروجہ پیری مریدی نظر نہیں آتی، اس لیے بند کیا جائے۔مروجہ عرس بھی بند کیا جائے۔آپ لوگ دینی تعلیمات بند کریں صرف عصری تعلیمات میں وقت صرف کریں تو ہم فوراً مصلحت حاجت اور ضرورت پیدا کر کے حکومت کے سر میں سر ملانا شروع کر دیں۔یہ مفکریت اور دانشمندی نہیں۔یا تو یہ بزدلی ہے یا پھر بے موسم راگ الاپنا ہے یا شان تفرد کے ذریعہ شہرت اور چرچے میں آنا مقصود ہے۔میں کہتا ہوں اگر حکومت ظلم ہی پر آمادہ ہو جائے گی تو ہم تین کو ایک کیوں مانیں گے ،تین ہی مانیں گے ہم مطلقہ ثلاثہ کو شوہر کے لیے حرام مانیں گے، ہمارے دل پر تو کسی کا قبضہ نہیں ہے۔

۲۔ ائمہ اربعہ کے علاوہ علمائے ظواہر تین کو ایک مان رہے ہیں۔ایک فروعی مسئلہ ہے۔کوئی مان رہا ہے تو ہم اس سے جنگ نہیں کریں گے .مان رہے ہیں تو مان رہے ہیں۔وہابیہ ایک عرصے سے تین کو ایک مان رہے ہیں تو اس میں وقت کا تقاضا کیا ہے؟ کہ ہم بھی تین کو ایک

ماننے لگیں۔ پھر تو کچھ دنوں کے بعد وقت کا تقاضا یہ بھی ہوگا کہ سارے مسائل میں ہم ان کے ہمنوا ہو جائیں۔ یہی نہیں بلکہ قلب ذیشان میں خوف زیادہ پیدا ہوا اور مرعوبیت کا عالم یہی رہا تو مغرب زدہ لوگوں کے آقاؤں کی منشا پر بہت سارے مسائل میں مصلحت اور صلح پسندی کے فارمولے پر عمل کرتے ہوئے اسلام کی بہت سارے مسائل میں تبدیلی کی بات کرنے لگیں گے۔ آخر مغربی زدہ لوگوں کے ساتھ ہمنوائی کی تجویز پیش کرنے والے خود خانقاہ کی مسجد میں جمہور اہل سنت کے ساتھ ہمنوائی کرتے ہوئے بتقاضائے مصلحت حی علی الصلاۃ پر کیوں نہیں کھڑے ہوتے؟ اسی طرح جمہور احناف کے قدر قبضہ داڑھی کے وجوب پر پیر مغاں کی تحقیق کو بالائے طاق کیوں نہیں رکھتے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ پیر مغاں نے مسئلہ طلاق ثلاثہ اور مسئلہ لحیہ کو لوح محفوظ میں دیکھ تو نہیں لیا۔

۳۔ سخت غلط فہمی کا شکار ہیں کچھ لوگ جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ تین طلاق کو ایک ماننے کی ایجاد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان سے ہوئی، میں سمجھتا ہوں کہ ان کے سامنے صحیح مسلم کی حدیث کے صریح الفاظ ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ أَنَاةٌ فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ" (صحیح مسلم ج:1 ص:478)

مہربان! اول یہ حدیث غیر مدخول بہا کے لیے ہے وہ بھی جب غیر مدخول بہا کو تین طلاق متفرق طور پر دی جائے، اس کے لیے خود راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس کی وضاحت سامنے رکھنا چاہئے، ابوداؤد شریف کی جلد اول صفحہ 373 پر ہے کہ حضرت ابوصہبا کے استفسار پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بالکل واضح کردیا مرد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں غیر مدخول بہا کو تین طلاق دیدیتا تو لوگ اس کو ایک ہی مانتے اور حضرت عمر فاروق اعظم نے جب یہ دیکھا کہ لوگ غیر مدخول بہا کو بیک زبان تین طلاق دینے لگے تو آپ نے تینوں کو نافذ کرنے کا فیصلہ صادر فرمایا۔

ثانیاً حدیث سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مقابل میں خود قانون داں وقانون ساز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ظاہری حدیث کے بالکل خلاف موجود ہے۔ سنن ابن ماجہ کی جلد اول صفحہ 145، 146 پر ہے" عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ قَالَ قُلْتُ لِفَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ حَدِّثِينِي عَنْ طَلَاقِكِ قَالَتْ طَلَّقَنِي زَوْجِي ثَلَاثًا وَهُوَ خَارِجٌ إِلَى الْيَمَنِ فَأَجَازَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس میں صاف واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاق نافذ فرمایا۔ حیرت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث جو موقوف ہے وہ پسند آگئی اس لیے کہ اس میں وہابیہ اور مغرب زدہ افراد اور موجودہ حکومت کی چاپلوسی کا موقع فراہم ہو رہا ہے اور صاف واضح پیغمبر اسلام کا مرفوع فیصلہ پسند نہیں آیا ع کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب

اگر یہی حال رہا تو وہ دن دور نہیں کہ وہابیہ کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو نہ مانتے ہوئے زنان عاشقان اولیا کو خانقاہ کے ساتھ مساجد میں آنے کی راہ ہموار کردیں گے۔ الامان والحفیظ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ مذکورہ کا علم رکھتے ہوئے کوئی فقہ وحدیث کا ادنی طالب علم بھی یہ کہنے کی جرأت نہیں کرے گا کہ تین طلاق کو تین ماننا محض اجتہادی ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہنے کی ہمت نہیں کرے گا کہ تین طلاق کو ایک ماننے کا قول اگرچہ ضعیف ہے اس پر عمل کے لیے غور کرنا چاہیے۔ اسی طرح یہ کہنے کی بھی جسارت نہیں کرے گا کہ ائمہ اربعہ نے حدیث رسول کے خلاف غیر ظاہر پر اتفاق

کرلیا۔ یہ تو ائمہ مجتہدین پر بہت بڑا بہتان ہوگا۔ درجنوں ممالک اسلامیہ میں بہت سے قانون غیر اسلامی ہیں تو کیا سب کو اسلامی ہونے کی سند دینے کا ٹھیکہ کسی پیر مغاں یا کسی خانقاہ نے لے رکھا ہے کہ تین طلاق کو بھی ایک مان کر اسے بھی اسلامی ہونے کی سند دے دی جائے۔

باب اجتہاد میں کسی کو تحریف کا مجرم نہیں کہا جا سکتا ورنہ تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک امام شافعی محرف ہوں گے اور امام شافعی کے نزدیک امام ابوحنیفہ محرف ہوں گے۔ مرد ذیشان نے اصول الشاشی، نورالانوار کو ضرور پڑھا ہوگا پتہ نہیں اس وقت استاد سے سوال کیا کہ نہیں۔ "یتربصن بانفسهن ثلثة قروء" میں امام شافعی قروء سے حیض مراد لیتے ہیں اور احناف قروء سے طہر مراد لیتے ہیں تو ان میں تحریف قرآن کا مجرم کون؟ بدیں عقل و دانش بباید گریست"

گذارش: برادر گرامی سینئر مصباحی ذیشان سعیدی نے موجودہ حکومت اور مغربیت زدہ مسلم نما چہروں سے مرعوب ہو کر ایسے سوالات اٹھائے ہیں کہ انہیں مصباحی کہتے ہوئے بھی جھجھک محسوس ہو رہی ہے۔ اے کاش! اپنے نام کے ساتھ مصباحی کا لاحقہ نہ لگاتے پھر جو بھی فکر ذیشان میں آتا اسے پیش کرتے۔ کون منع کرتا

❐ ❐ ❐

چیچنیا کی راجدھانی گروزنی میں

اہل سنت وجماعت کون؟

کے عنوان سے ہونے والی کانفرنس کا آنکھوں دیکھا حال

مولانا انوار احمد بغدادی: مدیر مسئول ماہنامہ المشاہد لکھنو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین، اما بعد:

فقیر انوار احمد بغدادی چیچنیا کے صدر عزت مآب رمضان قدیروف (اللہ تعالی ان کو اپنے حفظ وامان میں رکھے) کی دعوت پر مورخہ ۲۱؍ذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۵؍اگست ۲۰۱۶ء جمعرات کی شام چیچنیا کی راجدھانی گروزنی پہونچا، یہ سفر گرچہ بہت لمبا تھا مگر جس قدر اس سفر میں آسانیاں پیدا ہوتی گئیں عموماً ایسی آسانیاں دوسرے اسفار میں میسر نہ ہو سکیں، چنانچہ 24 اگست ۲۰۱۶ کو ہم اپنے گھر سے نکلے، شام ساڑھے نو بجے بذریعہ فلائٹ دہلی پہونچے پھر وہاں سے ایک بجے رات موسکو کے لئے روانگی ہوئی، ایک سال قبل بھی موسکو جانا ہوا تھا ابھی موسکو کی تمام یادیں تازہ تھیں مگر اس بار معاملہ بالکل الگ تھا ہم جوں ہی جہاز سے باہر نکلے تو ایک خاتون میرے نام کا پلے کارڈ لئے کھڑی تھیں انھوں نے اشارہ کیا ہم ان کے ساتھ چل پڑے انھوں ایک ہال میں ہمیں لے جا کر بٹھا دیا، یہیں کینیا سے تشریف لانے والے شیخ فیصل سے ملاقات ہوگئی،

ائیر پورٹ کے عملہ نے ہم لوگوں کو ایک ڈرائیور کے حوالے کیا جو روسی زبان کے سوا کچھ نہیں جانتا تھا خیر اس کے ساتھ ہم اس کی کار میں انجام سے بے خبر ہو کر بیٹھ گئے، ڈرائیور ہماری بولی نہیں سمجھتا تھا اور ہم اس کی نہیں، بہر حال ڈرائیور صرف گاڑی چلائے جا رہا تھا،

تقریباً دو ڈھائی گھنٹے موسکو کی ایک ہائی وے پر کار دوڑتی رہی پھر ایک شیشے کی عمارت کے پاس جا کر رکی جہاں علما کے ایک قافلے سے ملاقات ہوگئی، یہ عمارت موسکو کے چار بین الاقوامی ہوائی اڈوں میں سے ایک تھی، یہاں سے ہمیں بذریعہ جہاز گروزنی جانا تھا، کانفرنس کے منتظمین یہاں موجود تھے، ساری کاروائی بڑی آسانی کے ساتھ ہوگئی ڈھائی گھنٹہ سفر کرنے کے بعد جب ہم گروزنی ہوائی اڈہ پر جہاز سے

اترے تو استقبال کے لئے صدر جمہوریہ کے مشیر عزت مآب جناب شیخ آدم شھید وف صاحب ایک بڑے عملے کے ساتھ موجود تھے، انھوں نے وفد کا پرتپاک استقبال کیا، پھر بغیر کسی کاروائی کے بذریعہ کار ایک فائیو اسٹار ہوٹل پہونچے جہاں علما مشائخ کا ایک جم غفیر پہلے سے ہی موجود تھا۔

واضح رہے کہ اس کانفرنس کا انعقاد عزت مآب صدر الحاج احمد قادیروف علیہ الرحمہ کی برسی کے موقع پر"اہل سنت و جماعت کون ہے؟ ان کے معتقدات کیا ہیں؟ اس سے انحراف پر مرتب ہونے والے اثرات کیا ہیں"۔ کے عنوان سے ہوا، اس کی دیکھ ریکھ چیچنیا کے صدر رمضان قادیروف اور اس کی سرپرستی شیخ ازہر نے کی، جبکہ پوری دنیا سے تقریباً ۲۰۰ سو علما نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کا انعقاد ایک ایسے وقت میں ہوا جب کہ غیر اسلامی سرگرمیوں سے دین حق کی شبیہ داغ دار کرنے والی خارجی جماعتیں "اہل سنت و جماعت" کا مبارک و مسعود لقب چھین کر اپنے اوپر منطبق کرنے کی ناکام کوششیں کر رہی ہیں۔

بہر حال وقت مقررہ پر جب ہم ایک وسیع و عریض ہال میں پہونچے تو ہماری مسرتوں کی انتہا نہ رہی، جدید سہولیات سے لیس یہ ہال علما کی زینت گاہ بنا ہوا تھا، جہاں پوری دنیا سے تشریف لائے ہوئے علما موجود تھے ان میں کوئی اپنے وقت کا عظیم محدث تھا تو کوئی فقیہ کوئی مفکر تھا تو کوئی قلم کار، اور کوئی قائد و رہنما، بس ایسا لگ رہا تھا کہ یہ آسمان کے ماہ و نجوم ہیں جو اس ہال کی زینت بن کر اتر آئے ہیں۔

اسٹیج پر شیخ الازہر امام اکبر شیخ احمد طیب صاحب، مصر کے سابق مفتی جمہوریہ علامہ علی جمعہ صاحب، صوفی باصفا حضرت علامہ عمر بن الحفیظ الیمنی صاحب، وغیرہ موجود تھے۔ تلاوت کلام پاک کے بعد افتتاحی خطاب صدر جمہوریہ کے نائب نے خطاب کیا، ان کے بعد روسی صدر کے مندوب کا خطاب ہوا، امام اکبر علامہ شیخ طیب صاحب قبلہ نے نہایت خوبصورت اور جامع تقریر فرمائی کہ دل باغ باغ ہو گیا۔ شیخ الازہر کے بعد قوقاز کے ایک بڑے عالم دین، پھر مفتی چیچنیا شیخ صلاح الدین مجیدوف کا خطاب ہوا، جس میں کانفرنس کی اہمیت اور چیچنیا میں اہل سنت و جماعت کے تعلق سے مختصر بیان پیش کیا۔ ان کے بعد روس کے مفتی عام راوی عین الدین کا بیان ہوا اور پھر اختتام پر مصر کے سابق مفتی اعظم شیخ علی جمعہ صاحب نے اپنا اختتامیہ پیش فرمایا جو الختام مسک کا بہترین نمونہ تھا۔ پھر عارف باللہ سیدی عمر بن الحفیظ کی دعا پر یہ مجلس برخواست ہو گئی۔

پہلی مجلس

صدارت: مفتی مصر ڈاکٹر شوقی علام

مقالہ: ڈاکٹر سعید فودہ عنوان: تعریف عام باھل السنہ والجماعہ

تبصرہ: علامہ شیخ شریف حاتم بن عارف العونی

دورانیہ تقریباً ایک گھنٹہ

دوسرا دن جمعہ کا تھا ٹائم ٹیبل کے مطابق گروزنی شہر کے مضافات میں پریسڈینٹ کی طرف سے بنوائی گئی ایک خوبصورت مسجد کا افتتاح ہونا تھا، اسی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی گئی، خطبہ مفتی مصر شیخ شوقی نے پڑھا جب کہ جمعہ کی نماز شیخ الازہر کی اقتدا میں ادا کی گئی۔ دوسرے دن یعنی جمعہ کی شام کل تین مجلسیں منعقد ہوئیں ان مجلسوں کا بنیادی محور عقیدہ تھا، البتہ ہر مجلس کا عنوان الگ الگ تھا، اس دن مجلس شام چار بجے شروع ہوئی، اس مجلس کا عنوان تھا کہ ہر زمانے میں اہل سنت ہی غالب رہے، اور وہی سواد اعظم کہلانے کے مستحق رہے، اس مجلس کی صدارت ڈاکٹر محمد عدنان افیونی نے کی اور مقالہ امارات عربیہ سے آئے جید عالم دین ڈاکٹر سیف علی عصری نے پیش کیا عنوا تھا: **الاشاعرہ والماتریدیہ ھم السوادالاعظم** (اشعری اور ماتریدی ہی سواد اعظم ہیں) پیش فرمایا۔

دوسرا دن پہلی مجلس

عنوان: ہر زمانے میں اہل سنت ہی غالب رہے، اور وہی سواد اعظم کہلانے کے مستحق رہے

صدارت: ڈاکٹر محمد عدنان افیونی

مقالہ: ڈاکٹر سیف علی عصری: مقالہ عنوان: **الاشاعرہ والماتریدیہ ھم السوادالاعظم**

دوسرادن دوسری مجلس: عنوان: مذاہب اربعہ ہی اہل سنت ہیں

صدارت: شیخ ابوبکر احمد ملیباری، انڈیا

مقالہ: شیخ انس شرقاوی عنوان: المذاهب الاربعه هم اهل السنة والجماعه وهم السواد الاعظم في الامة الاسلامية

تیسری مجلس: عنوان: مذہبیت کی اہمیت اور زمینی زندگی پر لامذہبیت کی بدنظمی کا اثر

صدارت: ڈاکٹر توفیق بوطی

مقالہ: ڈاکٹر احمد العبادی، مراکش

تیسرادن اور آخری دن، ۴ مجلسیں

پہلی مجلس بوقت صبح۔عنوان: تصوف

صدارت: ڈاکٹر عبدالھادی قصبی

مقلہ: ڈاکٹر ادریس فہری: عنوان مقالہ ’’بیان انه على مدى التاريخ اهل السنة والجماعه هم الصوفيه‘‘

(پوری تاریخ میں صوفیائے کرام ہی اہل سنت و جماعت رہے ہیں

کانفرنس کے تیسرے اور آخری دن کا پروگرام دو حصوں پر منقسم تھا، صبح اور شام، دونوں وقتوں میں دو دو مجلسیں منعقد ہوئیں، صبح کی دونوں مجلسوں کا بنیادی محور تصوف تھا جب کہ شام کی دونوں مجلسوں کا بنیادی محور زمینی حقیقت پر اتر کر مسائل کا تدارک تھا۔

صبح کی پہلی مجلس

صدارت: ڈاکٹر عبدالھادی قصبی

مقالہ نگار: ڈاکٹر ادریس فہری نے بعنوان: ’’بیان انه على مدى التاريخ اهل السنة والجماعه هم الصوفيه‘‘

(پوری تاریخ میں صوفیائے کرام ہی اہل سنت و جماعت رہے ہیں)

صبح کی دوسری مجلس کا عنوان تھا: ’’ماهية التصوف وسمات اهل الطريق‘‘ (تصوف کی ماہیت اور اہل سلاسل کی خصوصیات)

صدارت: ڈاکٹر محمد محمود ہاشم نے فرمائی۔

مقالہ نگار: علامہ حبیب عمر بن حفیظ

صبح کی طرح شام میں بھی دو مجلسیں منعقد ہوئیں،

شام کی پہلی مجلس ۔عنوان: عقيدة المحدثين مذاهبهم وصلتهم بالتصوف، (محدثین کرام کا عقیدہ ان کے فقہی مذاہب اور تصوف سے ان کا تعلق)

مقالہ نگار: شیخ اسامہ سید ازہری صاحب

صدارت: شیخ خالد سانانے

شام کی آخری مجلس ۔عنوان: الخروج عن مذهب اهل السنة واثره في الواقع (اہل سنت سے بغاوت اور معاشرے پر اس کے اثرات) اس مجلس مقالہ نگار: شیخ حبیب علی جفری مدظلہ۔عنوان مقالہ: آثار الخروج عن المنهج الاصيل لاهل السنه والجماعة على الواقع (معاشرے پر اہل سنت و جماعت کے اصلی منہج سے بغاوت کے آثار)

صدارت: ڈاکٹر ابراہیم مریخی نے کی۔

شیخ صاحب نے اس منہج سے بغاوت کے آثار کی جھلکیاں درج ذیل نقاط میں پیش کیں:

☆ محدودیت اور تنگ نظری۔ ☆ کراہیت اور ناپسندیدگی پھیلانا۔ ☆ اختلافی مسائل کو عقائد کا درجہ دینا ☆ مذہبی فرقہ واریت کو ہوا دینا ☆ جہاد

کی تصویر کو بگاڑ کر پیش کرنا☆اخلاقی اصولوں کا خون کرنا☆من گھڑت عقائد ونظریات پیش کرنا۔وغیرہ۔

حضرت نے نہایت ہی دکھ بھرے انداز میں فرمایا کہ تشدد کی جو لہر مسلمانوں میں دیکھی جارہی ہے آنے والی نسلوں پر اس کے سنگین اثرات مرتب ہوں گے اس لئے تشدد کا تدارک نہایت ضروری ہے۔ان مقالات کے اختتام کے موقع پر آخری گفتگو عالم اسلام کے ہیرو شیخ علی جمعہ کی ہوئی۔ پھر سب سے آخر میں شیخ اسامہ ازہری نے کانفرنس کی قرارداد پیش کی۔دنیا بھر سے آئے ہوئے دیگر علما میں سے کچھ نے تو بحث ومباحثہ میں حصہ لیا اور اکثر و بیشتر کی خاموشی ہی کانفرنس میں پیش ہونے والے مقالات اور قراردادوں کی تائید تھی۔

کانفرنس کے نکات کا خلاصہ درج ذیل ھے:

☆ کانفرنس میں ہونے والی شیخ ازہر کی تقریر پر بنیادی دستاویز کی حیثیت سے اعتماد کرنا۔

☆ اہل سنت وجماعت وہ لوگ ہیں جو عقیدتاً اشعری و ماتریدی ہیں، اسی زمرے میں اہل تفویض محدثین، چاروں مذاہب کے ماننے والے یعنی حنفی، مالکی، حنبلی اور شافعی اور اس تصوف پر عمل کرنے والے جو علم، اخلاق اور تزکیہ کا صاف ستھرا مشرب ہے، جو سید الطائفہ حضرت خواجہ جنید بغدادی اور اُن جیسے دیگر ائمہ ہدایت کے پیروکار ہیں۔یہی وہ منہج ہے جو قرآن کی خدمت کرنے والے تمام علمی مراکز کی قدر کرتا ہے اور دین حق کے معالم اور مقاصد سے پردہ اُٹھاتا ہے جو جان، مال، عقل، آبرو اور اعلی اخلاقی نظام کی حفاظت و پاسداری میں پنہاں ہے۔

☆ قرآن کریم کا ایک حرم ہے جس کے اردگرد اس سے مستفاد علوم ہیں، یہ علوم اس کے معانی کے استنباط، اہداف ومقاصد کے ادراک پر معاون اور ذات باری تک پہونچانے کے ضامن ہیں۔اُس کی تہوں میں ودیعت شدہ اسرار ورموز کے استخراج، اور اس کی آیتیں زندگی وتہذیب، فن وادب، اخلاق ورحمت وراحت، ایمان وآبادی اور پوری دنیا میں امن وآشتی کا پتہ دیتی ہیں۔تاکہ دنیا کی ساری قومیں، تہذیب وتمدن کے مختلف گہوارے کھلی آنکھوں سے اس بات کا مشاہدہ کرسکیں کہ دین حنیف سارے عالم کے لئے رحمت اور سعادت دارین کا باعث ہے۔

☆ اہل سنت کا منہج اسلام کے مناہج میں سب سے زیادہ جامع، دقیق اور مضبوط منہج ہے، یہ منہج ان علمی کتابوں اور تدریسی مناہج کا سب سے زیادہ اہتمام کرنے والا ہے جو شریعت مقدسہ کی معرفت، تمام تر پیچیدگیوں کے باوجود حقائق کے ادراک اور ان کے درمیان حسن ربط پیدا کرنے میں عقل مسلم کی صحیح تعبیر پیش کرتے ہیں۔

☆ صدیوں سے علم ومعرفت کے یہ گہوارے جو اہل سنت کے نمائندہ اور نام لیوا ہیں ان سے ہزار ہا ہزار علما واصحاب فضل نکل کر سائبیریا سے نائجیریا، طنجہ سے جکارتا، بلکہ پوری دنیا پر چھا گئے اور قضا وافتاء، تدریس وخطابت کے بلند وقابل قدر مراتب کے حامل رہ کر معاشرہ کو امن وآشتی کا گہوارہ بنائے رکھا، فتنہ وفساد کی آگ بھڑکنے نہ دیا، ملکوں میں استقرار واستحکام کا بول بالا رہا اور علم ومعرفت کا دور دورہ ہوا۔

☆ اہل سنت وجماعت روز اول سے ہی ہر قسم کی کج فکری کا تعاقب کرتے رہے ہیں۔انہوں نے ہی مختلف فرقوں کے مقالات اور مفاہیم کی چھان بین کر کے اُن کی نقد وجرح کا تسلی بخش سامان فراہم کیا اور ہر قسم کے فکری انحراف کا جواب نہایت دور اندیشی اور نکتہ سنجی سے دیا۔تحقیق وتصویب میں سائنس کے عمدہ آلات کا سہارا لیا۔اور جوں ہی اُن کا سائنسی منہج لوگوں کے سامنے آیا، فکری تشدد کی بساط سمٹتی گئی اور امت کے مسائل از خود حل ہوکر تہذیب وثقافت کی پرورش وپرداخت میں لگے رہے۔اور پھر ایسے جید علما اور عبقری شخصیتیں پیدا ہوئیں جنہوں نے جبر ومقابلہ، حساب وعلم مثلث، انجینئرنگ، کسر اور لوگارثم، کوالٹی وژن، میڈیکل اور آنکھوں کا آپریشن، نفسیاتی علاج، انکولوجی، جانپدک، جنین اور منشیات، انسائکلو پیڈیا فارمیسی، علوم حیوانات ونباتات، کشش ثقل، علم نجوم وماحولیات، علم اصوات وبصریات اور اس کے علاوہ دیگر بہت سارے علوم میں خاصا اہم کردار ادا کیا۔یہ جماعت اہل سنت کی وہ خدمات ہیں جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

☆ اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں کج فکری وانحراف کی تیز وتند ہوائیں بار بار چلیں اور یہ دعوی کرتی رہیں کہ وہی وحی متلو کی سچی وارث وامین ہیں حالاں کہ وہ منہج حق سے بغاوت کرنے والی ہیں، انہوں نے حق کو تہ تیغ کر ڈالا، لوگوں کا چین وسکون چھین لیا۔یہ موذی اور خطرناک لوگ پرانے خارجی تھے جو آج تکفیری فکر کے حامل سلفی مکتب فکر، داعش اور اس جیسی دیگر انتہا پسند تنظیموں کی شکل میں دنیا کے

سامنے ظاہر ہوئے ہیں۔ ان سب میں قدر مشترک امور دین میں غلو آمیز تحریف، انتحال باطل اور مبنی بر جہالت دینی اوامر ونواہی کی تاویل، جس کے نتیجے میں درجنوں باطل افکار اور انتہا پسندانہ نظریات منصۂ شہود پر آئے جیسے تکفیر، قتل وغارت، جان ومال کا ضیاع، دین حنیف کی بدنامی وغیرہ وغیرہ۔ اسی چیز نے دین کے ذمہ داروں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ایسی تحریکوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر علم بغاوت بلند کریں جیسا کہ رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے جس میں آپ نے فرمایا'' دین حنیف کی حفاظت وصیانت کی ذمہ داری آنے والے ہر شخص پر عاید ہے جو اُسے غلو آمیز تحریف، انتحال باطل اور جہلا کی تاویل سے محفوظ رکھے گا''۔

☆ مذکورہ بالا انھیں بنیادی مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا تا کہ فکری کج روی اور نظریاتی انتہا پسندی کی اصلاح کے لئے ٹرننگ پوائنٹ ثابت ہو جس پر یہ لوگ اُچک کر اہل سنت وجماعت کا لیبل لگا لئے، اور اب اُس پر مصر ہیں اور اس کے حقیقی وارثین کو باہر کا راستہ دکھا رہے ہیں۔ یہ سب اس منہج قویم کے بہتر نفاذ سے ممکن ہوا جس کی تشکیل ہمارے اُن بڑے مدارس کے ہاتھوں عمل میں آئی، جو تکفیری رجحانات وانتہا پسند نظریات سے کوسوں دور، امن وآشتی کے علم بردار، اور دنیا کے لئے امن وسلامتی کے پیغامبر تھے یہاں تک کہ پورا عالم روشنی کا گہوارہ اور رشد وہدایت کا منبع بن جائے۔

کانفرنس کا اختتام درج ذیل سفارشات پر ہوا:

۱۔ پورے روس میں ملکی پیمانے پر ایک چینل کا قیام جو اسلام کی صحیح تصویر لوگوں کے سامنے پیش کرے اور انتہا پسندی ودہشت گردی کا مقابلہ کرے۔

۲۔ ماضی میں شاندار تاریخ وعلمی منہج کے حامل، علم وعرفان کے بڑے اداروں کی نشاۃ ثانیہ ہو جو ایسے علما تیار کریں جو رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیں، فکری انحراف وکج روی کا مقابلہ کریں، علم اور امن وسلامتی کو رواج دیں اور وطن کی حفاظت وصیانت کو یقینی بنائیں۔

۳۔ سماجی روابط کے نیٹ ورک کا قیام اور اس میدان میں موثر موجودگی کے لئے ناگزیر وسائل وماہرین کی خاطر خواہ مدد لی جائے۔

۴۔ جملہ اسلامی علوم کی تدریس وتفہیم کا اعلیٰ نظم وضبط کیا جائے خصوصا اصول فقہ اور علم کلام تا کہ صحیح افکار ونظریات کی ترسیل ہو اور تکفیر وبے دینی جیسے نظریات کا قلع قمع ہو۔

۵۔ جمہوریہ چیچینیا میں ایک عظیم علمی مرکز کا قیام تا کہ معاصر جماعتوں اور اُن کے افکار ونظریات کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے، اور اُن کا ایک دستاویزی ڈیٹا بیس تیار ہو، اور اُس کی روشنی میں انتہا پسندانہ نظریات کا صحیح علمی محاسبہ کیا جا سکے اور اس کا مجوزہ نام ''تبصیر'' ہو۔

۶۔ قدیم علمی اداروں اور موسسات جیسے از ہر شریف، جامعہ قروین، جامعہ زیتونہ وغیرہ، نیز متحدہ روس کے دیگر علمی وثقافتی، تحقیقی مراکز سے رابطہ اور بہتر تعلقات قائم کیا جائیں۔

۷۔ مراسلاتی تعلیم کے مواقع فراہم کئے جائیں تا کہ امن وسلامتی پر مبنی علم کا رواج ہو، یہ اقدام اُن طالبین علم کی خدمت کریگا جو اپنی عملی مصروفیات کے سبب ریگولر تعلیم نہیں جاری رکھ پاتے

۸۔ حکومتوں کو یہ باور کرانا کہ وہ اعتدال وسطیت کے منہج پر کام کر رہے دینی اداروں کو مادی ومعنوی تعاون فراہم کرائیں، نیز بعض حکومتوں کی جانب سے کی جانے والی سیاسی چال سے متنبہ کریں، کیونکہ اس سے لوگوں کے اندر مزید بے چینی پیدا ہوگی اور اُن کی صفوں میں دراڑ آئے گی۔

۹۔ کانفرنس حکومتوں سے اس بات کی سفارش کرتی ہے کہ جو لوگ ہم وطنوں کے بیچ نفرت وبغض کی بیج بونے کی کی مجرمانہ سازش کرتے ہیں اور انھیں داخلی فتنہ وفساد پر اُکساتے ہیں، اُن کے خلاف سخت قانونی بل لایا جائے۔

۱۰۔ کانفرنس کے تمام شرکاء اہل سنت کے بڑے اداروں خصوصا از ہر وغیرہ، سے پُر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ روسی مسلمان جو علوم شرعیہ حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں ان کو وظائف دیں۔

۱۱۔ شرکاء کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ اس نوعیت کی کانفرنس ہر سال منعقد کی جائے تا کہ یہ اہم مقاصد بھی پورے ہوتے رہیں اور نو وارد مسائل کا حل

بھی نکلتا رہے۔

۱۲۔ ایک کمیٹی کی تشکیل جو کانفرنس کی سفارشات کے نفاذ اور اُن سے مرتب ہونے والے نتائج پر نظر رکھے۔

کانفرنس کے تمام شرکاء نے چیچنیائی پریسیڈنٹ رمضان احمد قدیروف کا بے پناہ شکریہ ادا کیا اور قرآن وسنت کی نشر واشاعت کے باب میں اُن کی مبارک کوششوں کو سراہا، نیز کلمات خیر سے نوازا۔ اور اسلام وانسانیت کی خدمت، عقیدہ اہل سنت وجماعت کی حفاظت وصیانت کے لئے اپنے والد گرامی الحاج احمد قدیروف کی روایت آگے بڑھانے کے لئے اُن کے حق میں دعائیں کی، کہ اللہ رب العزۃ شہید مرحوم پر اپنی رحمت ورضا کی بارش فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے، اور چیچنیا کی حفاظت فرمائے، امن وسلامتی واستقرار مرحمت فرمائے اور دن دونی رات چوگنی ترقی سے نوازے۔

دریں اثناء شرکاء کانفرنس نے جملہ منتظمین، کارکنان، افراد وادارہ جات، بالخصوص شیخ احمد قدیروف سے منسوب ادارہ نیشنل چیریٹیبل فنڈ، چیریٹیبل ٹرسٹ برائے ثقافت اسلامی، علم اور تعلیم، طابہ ٹرسٹ اور دیگر تمام معاونین مخلصین، محبین کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا جنھوں نے اس کانفرنس کے اہتمام وانصرام میں اپنا دست تعاون دراز کیا۔ وصلی اللہ تعالی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

(تحریر بتاریخ ۲۴/ذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۷/اگست ۲۰۱۶ء، گروزنی، چیچنیا)

کانفرنس ختم ہونے کے بعد علما کا یہ قافلہ ایک نہایت خوبصورت شادی ہال میں پہونچا جوروس کا سب سے خوبصورت ہال ہے۔ اسی مقام پر چیچنیا کے صدر محترم عالی جناب رمضان قدیروف صاحب تشریف لائے اور تمام علمائے کرام سے مصافحہ کیا اور بے پناہ خوشیوں کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا آج الحمدللہ ہمارے ملک میں کوئی وہابی یا تشدد پسند تحریک نہیں پائی جاتی ہے یہ ایک صوفی سنی ملک ہے جہاں کی فضا پر امن اور خوشگوار ہے۔ صدر کی یہ بات سو فیصد درست ہے بے شک آج یہ ملک دنیا کے لئے ایک آئیڈیل ملک بن چکا ہے، بلکہ آپ کی آنکھوں کو یقین نہیں ہوگا کہ یہ وہی چیچنیا ہے جس کے بارے میں آج سے کچھ دس بارہ سال پہلے آئے دن خوں ریزی کے واقعات سننے میں آتے تھے آج وہاں تعمیر ہریالی اور ہر طرف امن وامان کی فضا قائم ہے، یہ سب کچھ صدر محترم اور ان کے والد بزرگوار حاجی احمد قدیروف (اللہ ان کی قبر پر رحمت وانوار کی بارش فرمائے) کی قربانیوں اور پر امن حکمت عملی کا ہی نتیجہ ہے۔ اللہ انھیں سلامت رکھے۔

اسی موقعہ پر آبروئے اہل سنت سیدی شیخ حبیب علی جفری مدظلہ العالی کو ان کی خدمات کے اعتراف میں چیچنیا کا سب سے بڑا تمغہ پیش کیا گیا۔ واضح رہے کہ شیخ جفری کی شخصیت ایک بے لوث مرد مجاہد کی ہے جو عصر حاضر میں زہد وتقوی کے نادر ونایاب نمونہ ہیں، پوری دنیا میں امن وامان قائم کرنے اور اہل سنت وجماعت کی عظمت رفتہ لوٹانے میں کوشاں ہیں، اس کانفرنس کے انعقاد میں آپ کا کلیدی کردار رہا ہے۔ اللہ سے دعا کہ ہے ہمارے سروں پر آپ کا سایہ تادیر قائم ودائم فرمائے۔

یہ کانفرنس کس قدر کامیاب تھی اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اس کانفرنس کے ردعمل میں پوری دنیائے وہابیت چیخ پڑی جیسے اس کے ایوان میں زلزلہ آگیا ہو اور کچھ موقع پرست حضرات نے تو خوف ودہشت سے چولی ہی بدل ڈالی۔ یہ سب کچھ میڈیا اور سوشل میڈیا پر ہے تاہم آپ غور کریں کہ مخالف کانفرنس کی کامیابی سے تلملا رہا ہے، علمائے اہل سنت کی کوششوں کو سبوتاژ کرنے کے لئے پوری طاقت جھونکے دے رہا ہے مگر اس سے زیادہ اس کی بات نہیں بن پا رہی کہ یہ کانفرنس موجودہ حالات میں مسلمانوں کو بانٹ دے گی۔ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ مخالف کی یہ بات بھی نہایت بے تکی اور ظالمانہ ہے، مخالف یہ بھول رہا ہے کہ اب تک بانٹنے کا کام کس نے کیا ہے ؟ کس فکر نے آج مسلمانوں کو یہاں لاکر کھڑا کیا ہے؟ مسلمانوں کو کافر ومشرک بنانے والے آج اتحاد کی دہائی دے رہے ہیں۔ کاش انھیں عقل آتی اور اپنی پر تشدد فکر سے باز آتے تو آج مسلمانوں کی یہ حالت نہ ہوتی۔

یہ چند وہ باتیں ہیں جو کانفرنس کی اس قدر کامیابی کی ضمانت بنیں کہ مخالف لاکھ ہاتھ پیر مارنے کے باوجود کوئی معقول بات کہہ پانے سے معذور ہے۔

□□□